الکلمۃ العلیا

لاعلاء

علم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنف:
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین
مرادآبادی علیہ الرحمۃ



نعیمی کتب خانہ

وعلمك ما لم تكن تعلم

الحمد للہ کہ کتاب

الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مصنفہ حامی سنت معید الافاضل حضرت
مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی
دام فیضہ جس میں مخالفین کے تمام شبہوں کے رد و جملہ شکوک و
اوہام کے شافی جوابات ہیں (مولانا) محمد نعیمی نے اپنے

مطبع نعیمی مرادآباد میں چھپا کر شائع کی

قیمت عہ
باراول ۱۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ الَّذِی خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدِ ن الَّذِی عَلَّمَہٗ عُلُوْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ اِلٰی الْعَالَمِیْنَ بِمَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اخْتَارَھُمُ اللّٰہُ لِعُلُوْمٍ وَفُنُوْنٍ اما بعد بندہ مسکین المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین غفر اللہ لہ ابن الصدق والیقین ابن الفاضل الکامل حضرت مولانا مولوی محمد معین الدین صاحب مدظلہ العالی مرادآبادی صانہا اللہ الہادی عن کید الاعادی برادران اسلام کی عالی خدمت مین عرض کرتا ہوں کہ آجکل مسئلہ علم نبی کریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم علماء مین ایسا زیر بحث ہو کہ ہر طرف اُسی کا ذکر سُنا جاتا ہے چنانچہ اسی بحث مین جناب مولانا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہ نے جو اجلۂ فضلاء اہلسنت مین سے ہین ایک رسالہ مسمّٰی بہ اعلام الاذکیاء تالیف فرمایا جسکی حالت مصنف علام کی جلالت علمی کی شہرت کے باعث محتاج بیان نہین - اس رسالہ میں مولانا صاحب موصوف نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے علم ماکان و مایکون کا اثبات کیا ہو اور کافی ثبوت دیتے ہین . باینہمہ رامپور کے ایک عالم مولوی حافظ ولی اللہ صاحب نے اس رسالہ کے جواب مین ایک رسالہ لکھا جسکا نام اعلاء کلمۃ الحق ہو حافظ صاحب موصوف نے اس رسالہ مین جناب مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب دام فیضہ کی نسبت ایسی ایسی سخت کلامیان اور بدزبانیان کیں جو علماء کی شان سے بعید ہین مسئلہ کے متعلق وہ رکیک باتیں خلاف صواب تقریرین کیں جو عاقل وفہیم شخص سے متوقع نہین اسلئے فقیر نے باستدعائے احباب

بالخصوص میاں محمد اشرف صاحب شاذلی کے اصرار سے حافظ صاحب مذکور کے رسالہ کا جواب لکھا اور اسکا نام **الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفٰے** رکھا اگرچہ حافظ صاحب نے اپنے رسالہ میں بہت سخت کلامیاں کی تھیں مگر ہمنے اُن کے جواب میں کوئی سخت کلامی نکی اور اسکام کو انہی کی ہمت اور حوصلہ پر چھوڑا۔ کیونکہ زبان درازی عجز کی نشانی ہے۔ حافظ صاحب اور اُنکے ہم مذہبوں کے رسالے اکثر بدزبانیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ غالبًا یہ حضرات فرصت کے اوقات اِسی کام کی مہارت حاصل کرنے میں صرف کرتے رہتے ہیں جسطرح مَیں نے حافظ صاحب موصوف کے ساتھ کوئی سخت کلامی نہیں کی اسیطرح اُنکی سخت کلامی۔ زیادہ گوئی فضول بات کے جواب کی طرف بھی رُخ نہیں کیا۔ البتہ مسئلہ کے متعلق علمی بحثیں کیں اور حافظ صاحب موصوف کے شبہات کو دفع کیا۔ اعتراضوں کے جواب دیئے اور جوابات میں تحقیق کو مدنظر رکھا ناانصافی اور تعصب کو پاس نہ آنے دیا حتے الوسع یہ کوشش بھی کی کہ مخالفین کے رسالے جمع ہوں چنانچہ مسطورہ ذیل رسالے دستیاب ہوتے سب پر نظر ڈالی مگر تقریبًا سب کی تقریریں ملتی جلتی ہیں شاذ و نادر کسی میں کوئی بات کم و بیش ہو۔ تاہم مَیں نے اس رسالہ میں سب کی جواب دیتے اللہ جلشانہٗ اسکو میرے لئے کفارہ سیئات فرمائے۔ ناظرین سے دُعائے خیر خاتمہ مسئول اور نظر انصاف مامول ہے۔"

مخالفین کے وہ رسالے اور فتوے جنکا ہمنے

بعونہ تعالےٰ جواب لکھا ہے یہ ہیں

تقویۃ الایمان۔ نصیحۃ المسلمین۔ مسئلہ علم غیب از مولوی محمد یحییٰ مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ عینی رسالہ فتوے شیخ مولوی غلام محمد راندیری۔ فتوے علمائے دیوبند وغیرہ مجموعہ مطبع صدیقی لاہور۔ کشف الغطاء عن ازالۃ الشفا مؤلفہ مولوی محمد سعید بنارسی۔ سہم الغیب فی کبد اہل الریب مؤلفہ مولوی عبد المجید بریلوی۔ ردّ السیف الجلی۔ مع سلسلہ باجمت تنزیہ التوحید مؤلفہ مولوی محمد غلام نبوی۔ براہین قاطعہ۔ حفظ الایمان مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی۔ تحقیق حق۔ تقریر مولوی محمد ادریس صاحب۔ علم غیب کا فیصلہ مطبوعہ مطبع اہل حدیث امرتسر۔ اہل حدیث کا مذہب مصنفہ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری۔ اعلاء کلمۃ الحق قبل سکر

تقریر مسئلہ

مخالفین کی تحریروں کے جواب میں قلم اٹھایا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ کو مختصر طور پر لکھدیا جائے تقریر مسئلہ حضرت حق سبحانہ تعالے نے اپنے نبی مکرم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم عطا فرمایا۔ بدء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش سے دخول جنت و دوزخ تک سب مثل کف دست ظاہر کر دکھایا۔ خود ارشاد فرمایا الرحمٰن علم القرآن اس آیہ شریفہ سے صاف ظاہر کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے سرور کائنات کو قرآن کی تعلیم فرمائی اور قرآن شریف میں تمام اشیاء کا بیان ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء پس جب کلام پاک ہر چیز کا بیان اور سرور اکرم اسکے عالم تو بے شبہ سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ اشیاء کے عالم ہوتے حکی ابن سراقۃ فی کتاب الاعجاز عن ابی بکر بن مجاہد انہ قال یوما من شیء فی العالم الا وھو فی کتاب اللہ فقیل لہ فاین ذکر الخانات فقال فی قولہ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم فھی الخانات (اتقان صفحہ ٣٦٨) ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابوبکر بن مجاہد سے حکایت کی انھوں نے ایک روز یہ کہا کہ کوئی چیز جہان میں ایسی نہیں جسکا ذکر کلام اللہ شریف میں نہ ہو کسی نے کہا کہ سراؤں کا ذکر کہاں ہے فرمایا کہ اس آیت میں لیس علیکم جناح ان تدخلوا الآیہ اب ثابت ہوا کہ تمام اشیاء کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور حضرت اس کے عالم تو تمام اشیاء کے عالم ہوئے قولہ تعالےٰ خلق الانسان علمہ البیان (وفی معالم التنزیل) قال ابن کیسان خلق الانسان یعنی محمدا صلے اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان وما یکون (وفی التفسیر الحسینی) یا بوجود آورد محمد را و بیاموزانید وے را بیان آنچہ بود و ہست و باشد آیہ شریفہ کا مطلب ان دونوں تفسیروں کی بموجب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے علوم ما کان و ما یکون سے سرفراز و ممتاز فرمایا یعنی گذشتہ و آئندہ اور یہ واضح رہے کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہم جمیع غیوب غیر متناہیہ کا علم ثابت کرتے ہیں نہ جملہ معلومات الٰہیہ کا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہو وہ بھی یہاں متصور نہیں کہاں خالق اور کہاں مخلوق مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا علم الٰہی کے حضور تمام مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں کوئی ہستی نہیں رکھتے

لیکن باینہمہ عطائے الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمیع کائنات تمام ماکان وما یکون کے علوم حاصل ہیں۔ الحمد للہ ہم نہ مماثلت ومساوات کے قائل نہ عطائے الٰہی اور فضل آل احمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منکر۔ مخالفین کا الزام مماثلت ومساوات بہتان افترا ہے حیرت یہ ہے کہ کذب جیسے قبیح عیب پر تو حضرت حق جل وعلا کی قدرت ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں اور ناکام کوششیں کی جائیں اور حضور کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرمانے سے خداوند عالم کو عاجز سمجھا جائے۔ تعجب۔ اللہ سبحانہ ہمارے بنی نوع کو ہدایت فرمائے۔

سر آمد مخالفین نے کس دلیری سے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی نسبت یہ بیہودہ کلمات لکھ ڈالے نزدیک و دور کی خبر رکھنی اللہ ہی کی شان ہے۔ خداوند عالم کی جناب میں نزدیک اور دور کا لفظ لکھتے شرم نہ آئی۔ افسوس۔ اس سے بڑھکر اور ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں کہ غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے دریافت کر لیجئے۔ یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۲۰)

ان سادہ لوحوں کے خیال میں ہر چیز کا علم ہر وقت اللہ جل شانہ کو بھی حاصل نہیں بلکہ جب چاہتا ہے کسی چیز کا علم دریافت کر لیتا ہے۔ معاذ اللہ العلی العظیم علم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی نسبت جو بیہودہ کلمات بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے لکھے ہیں انکی نقل کرتے ہوئے طبیعت پریشان ہوتی ہے اس لئے میں اللہ جل شانہ سے یہ دعا کر کے کہ آپ اپنے بندوں کو ہدایت فرمائے اپنے مدعا کی طرف آتا ہوں حضرت سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو اللہ جلشانہ نے جمیع اشیاء یعنی تمام ممکنات موجود و لا موجود کا علم مرحمت فرمایا۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیتوں اور حدیثوں سے یہ امر ثابت ہو گیا۔ مگر مزید اطمینان کیلئے کسی قدر اور بھی تحریر میں لایا جاتا ہے یہ تو خوب واضح رہے کہ قرآن شریف اور احادیث رسول کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اس مسئلہ کے ثبوت میں اتنی کثیر موجود ہیں کہ ان سب کا اس مختصر میں نقل کر دینا ممکن نہیں۔ اب جو یہاں نقل کیا جاتا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے ہے اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ وعلمك ما لم تكن تعلم اے محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم اللہ جلشانہ نے تمہیں تعلیم فرمایا جو جو کچھ تم نہیں جانتے تھے (آیت ۱) وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء فآمنوا بالله ورسله وان تؤمنوا وتتقوا فلكم اجر عظيم اور اللہ جلشانہ نہیں

کہ تمکو مطلع کردے غیب پر اور لیکن اللہ جل شانہٗ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو
چاہے پس ایمان لاؤ تم اللہ اور اُس کے رسولوں پر اور اگر ایمان پر رہو تم اور پرہیزگاری پر تو
تم کو بڑا ثواب ہے الفتوحات الالہیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیۃ المعروف
بالجمل مطبوعہ مطبع مرتضوی جلد اول صفحہ ۳۰۸ میں ہے والمعنی ولکن اللہ یجتبی
ای یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی الغیب اور معنے یہ ہیں لیکن اللہ جلشانہ چھانٹ
لیتا ہے یعنی برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے اُس کو غیب
پر آیت (۳) عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول
اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے پس کسی کو اپنے غیب پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس کو کہ مرتضی کر لیے
رسولوں میں سے اہل تدقیق فرماتے ہیں کہ لا یظہر غیبہ علی احد نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کیونکہ اظہار غیب تو اولیائے کرام قدست اسرارہم پر بھی ہوتا
ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی ہوتا ہے بلکہ یہ فرمایا لا یظہر علی غیبہ
احدا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو ان دونوں
مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ کیسا مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے لئے قرآن عظیم سے ثابت
ہے تفسیر روح البیان جلد رابع صفحہ ۴۹۶ میں اسی آیت کی تفسیر میں ہے قال ابن الشیخ انہ
تعالیٰ لا یطلع علی الغیب الذی یختص بہ علمہ الا المرتضی الذی یکون رسولا وما
لا یختص بہ یطلع علیہ غیر الرسول یعنی ابن شیخ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر جو
اس کے ساتھ مختص ہے رسول مرتضے کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا اور جو غیب کہ اس کیساتھ
خاص نہیں اُس پر غیر رسول کو بھی مطلع فرماتا ہے آیت (۳) وما ھو علی الغیب بضنین یعنی
نہیں وہ غیب پر بخیل ھو کا مرجع یا اللہ جل شانہ ہے یا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ
وسلم یا قرآن شریف ہر صورت میں ہمارا مدعا حاصل ہے کما سیأتی یہاں صرف اسی
قدر آیات پر اکتفا کرتا ہوں اور اب احادیث شریفہ کا جلوہ دکھاتا ہوں حدیث (۱) عن عمر
قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی
دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ ونسیہ

من نسیہ رواہ البخاری (از مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۶ سطر ۴ مطبوعہ مجتبائی) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہو کہ سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی اور کہا اس کو جس نے یاد رکھا اس کو اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔ حدیث۔ (۲) عن عمرو بن الاخطب الانصاری قال صلے بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوما الفجر وصعد علی المنبر فخطبنا حتے حضرت الظہر فنزل فصلے ثم صعد المنبر فخطبنا حتے حضرت العصر ثم نزل فصلے ثم صعد المنبر حتے غربت الشمس فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ قال فاعلمنا احفظنا رواہ مسلم (از مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۳ سطر ۱ باب المعجزات) روایت ہی عمرو بن اخطب انصاری سے کہا نماز پڑھائی ہم کو آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی اور چڑھے منبر پر پس خطبہ فرمایا ہمارے لئے یا وعظ فرمایا یہاں تک کہ آگیا وقت ظہر کی نماز کا پھر اُترے اور نماز پڑھی ظہر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ آگیا وقت عصر کی نماز کا پھر اُترے اور نماز پڑھی عصر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ غروب ہوا آفتاب یعنی پس تمام روز خطبہ ہی میں گزرا پس خبر دی ہمکو ساتھ اس چیز کے کہ ہونے والی ہے قیامت تک یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب اور غرائب قیامت تک کے مجمل یا مفصل بیان فرماتے پس اس میں بہت سے معجزے ہوتے کہا عمرو نے پس دانا ترین ہمارا یعنی اب بہت یاد رکھنے والا ہمارا ہی یعنی اس دن کو ذکر کیا الطیبی اور کہا سید جمال الدین نے اولٰی یہ ہو کہ کہا جاوے بہت یاد رکھنے والا ہمارا اس قصہ کو دانا ترین ہمارا ہی یعنی اب نقل کی یہ مسلم نے (از مظاہر الحق مطبوعہ مطبع نولکشور ربع چہارم صفحہ ۱۳۰) مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کشف الغطاء عن ازالۃ الخفا صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں حضرت مؤلف مجہول کی ذرا استعداد علمی کا ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ اغطنا اعلمنا کا ترجمہ آپ نے بڑے حافظ والا کیا ہی پس ایسی سمجھ اور ایسی استعداد پر اہل حق کا مقابلہ میاں استعداد علمی نہ تھی تو مظاہر الحق دیکھ لیا ہوتا۔ کہ حضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ہمکو یاد کرا دیا اور بتا دیا جو کچھ تو شاگردی کا احسان مانو گے لنہہٖ بلفظہ ۔ع چہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کا جوش

مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کی لیاقت کا بیان

اور زبان درازی تو انہی چند الفاظ سے ظاہر ہے مگر یہ دیکھنا ہے کہ یہ جوش اور اُستادی کا دعوے اور صاحب ازالۃ الخفا کے ترجمہ کی تغلیط کہاں تک صحیح ہو اوّل تو یہ قابل ملاحظہ صاحبان عقل ہے مولوی بنارسی نے احفظنا اعلمنا کا ترجمہ جو بحوالہ مظاہر الحق ان الفاظ میں کیا ہے (کہ حضرت نے ہمکو یاد کرا دیا اور بتا دیا) مظاہر الحق میں کہیں بھی اسکا کچھ پتا و نشان ہے یا نہیں ہیں نے مظاہر الحق کی عبارت جو اسی حدیث کا ترجمہ ہے بحوالہ صفحہ نقل کی آپ ملاحظہ فرمائیے اسمیں وہی ترجمہ ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے کیا تھا اور جسپر بنارسی صاحب نے اعتراض کیا بنارسی صاحب نے جو ترجمہ کیا مظاہر الحق میں اُسکا پتہ تک نہیں ثانیاً بنارسی صاحب نے صرف اپنی زبان کے زور سے ترجمہ مذکورہ غلط بتا دیا کوئی وجہ غلطی کی نہ بتائی۔ نہایت عجب تو یہ ہے کہ خود ہی مظاہر الحق کا حوالہ دیا اور مظاہر میں اس کے برعکس موجود ہے بنارسی صاحب کا ترجمہ جو انہوں نے اپنے دل سے گھڑا غلط ہے چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں فاعلمنا احفظنا ولعل تلک الاخبار لاشتمالها علی علوم وحکم آپ نے اپنے فرقہ کو اہل حق کہا اور دیانت کا فضول مظاہر کا نام بدنام کیا۔ کیا اہل حق کے یہی فعل ہوتے ہیں؟ کیوں جناب اسی لیاقت و دیانت پر اُستاد بننے اور رسالے لکھنے کا شوق ہے؟ یہ صاحب فریق مخالف کے محدث سمجھے جاتے ہیں یہاں سے مخالفین کے عالموں اور محدثوں کی خوش لیاقتیاں اندازہ کیجا سکتی ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اب مظاہر الحق کا یہ وہابیت سوز فقرہ کہ پس خبر دی ہمکو سب اس چیز کے کہ وہ ہونیوالی ہے قیامت تک یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب و غرائب قیامت تک کے ملاحظہ فرمانے کے قابل اور یاد رکھنے کے لائق ہے حدیث (۳) عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانہ لیکون منہ الشیء قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ متفق علیہ (از مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۱ سطر ۷ کتاب الفتن فصل اول) روایت ہے حذیفہ سے کہا کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہونگے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ وقوع ہونیوالی تھی اس مقام

میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اُس کو یاد رکھا اُس کو اُس شخص نے کہ یاد رکھا اسکو اور بھول گیا
اسکو جو شخص کہ بھول گیا یعنی بعضوں نے یاد رکھا اور بعض نے فراموش کیا کہا حذیفہ نے کہ تحقیق معلوم
ہوا اس قصہ کو میرے اُن یاروں نے یعنی جو کہ موجود ہیں صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں سے لیکن بعضے
نہیں جانتے ہیں اُس کو مفصل اس لئے کہ واقع ہوا ہے ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسان سے
ہے اور میں بھی انہی میں سے ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو اور تحقیق
شان یہ ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے اُن چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں اسکو پس دیکھتا ہوں میں اُس چیز کو پس یاد لاتا ہوں میں
اسکو جیسے کہ یاد لاتا ہے شخص چہرہ شخص کا یعنی بطریق اجمال وابہام کے جبکہ غائب ہوتا ہے اُس سے اور
فراموش کرتا ہے اُس کو ساتھ تفصیل و تشخیص کے پھر جبکہ دیکھتا ہے اُسکو پہچان لیتا ہے اُسکو شخص یعنی
ایسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جبکہ واقع ہوتی ہے کوئی بات اُنمیں سے تو پہچان
لیتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی تھی نقل کی یہ بخاری اور مسلم
نے (مظاہر الحق صـ ۱۳۱ سطر ۱۳) حدیث (۴) مشکوٰۃ شریف صـ ۵۱۲ سطر ۳ فضائل سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها انتهی بقدر الحاجة روایت ہے
ثوبان سے کہا کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے
لئے زمین یعنی اُس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا پس دیکھا میں نے اُسکے مشرقوں اور
مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی (مظاہر الحق صـ ۵۰۳ سطر ۱) حدیث (۵) مشکوٰۃ شریف صـ ۶۹
سطر ۲ باب المساجد) عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رأیت ربی عز وجل فی احسن صورة قال فیم یختصم الملأ الاعلیٰ قلت انت اعلم قال
فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت ما فی السموات والارض
وتلا وکذلک نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین
رواه الدارمی مرسلا۔ عبد الرحمن بن عائش سے مروی ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عز وجل کو اچھی صورت میں دیکھا فرمایا رب نے کہ ملأ کرتے

میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اُس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس جان لیا میں نے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حال کو مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی وکذلک الآیہ یعنی ایسے ہی دکھائی ہمنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ ہوجاویں یقین کرنے والوں میں سے وضع کف کنایہ ہے مزید فضل اور غایت تخصیص اور ایصال فیض اور عنایت وکرم اور تکریم و تائید اور انعام سے اور سردی پانا کنایہ ہے وصول اثر فیض اور حصول علوم سے للہ الحمد کہ اس حدیث شریف سے آفتاب کیطرح روشن ہوگیا کہ ہمارے آقا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم مرحمت ہوا مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۴۶۳ میں ہے فعلمت[۹ے] ای بسبب وصول ذلک الفیض مافی السموات والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہما من الملٰئکۃ والاشجار وغیرہما عبارۃ عن سعۃ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقہا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای جمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتہا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور والحوت الذین علیہما الارضون کلہا یعنی ان اللہ اری ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکوت السموات والارض وکشف لہ ذلک وفتح علی

[۹ے] اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونیکے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ سبحانہ نے تعلیم فرمایا اُن چیزوں میں سے جو آسمان و زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہا میں سے یہ عبارت ہے حضرت کے وسعت علم سے جو اللہ تعالےٰ نے حضرت پر کھولدیا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مافی السموات سے آسمانوں بلکہ اُنکے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہوتا ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں ہیں بلکہ جو اُن سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہوگئیں جیسا کہ حضور کا ثور وحوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں اسکو مفید ہے یعنی اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آسمانوں زمینوں کے ملک دکھائے اور اُن کو ان کے لئے کشف فرمادیا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھولدیئے ۱۲

ابواب الغیوب اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۶۲ سطر ۳۲ میں اسی
حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں فعلمت مافی السموات والارض پس دانستم ہرچہ در آسمانہا
ہرچہ در زمین بود۔ عبارتست از حصول تمامۂ علوم جزدی و کلی و احاطۂ آں و تلاء و خواند آنحضرت
مناسب ایں حال وبقصد استشہاد و بر امکان آں ایں آیت را کہ وکذلک نری ابراھیم
ملکوت السموات والارض وہمچنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک
عظیم تمامۂ آسمانہا را و زمین را لیکون من الموقنین تا آنکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بوجود ذات
و صفات و توحید و اہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت ست درمیان ایں دو روایت زیراکہ خلیل علیہ السلام
ملک آسمان و زمین را دید و حبیب ہرچہ در آسمان و زمین بود حالی از ذوات و صفات و ظواہر و بواطن
ہمہ را دید و خلیل حاصل شد مراد یقین بوجوب ذاتی و وحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان و زمین
چنانکہ حال اہل استدلال و ارباب سلوک و محباں و طالباں می باشد و حبیب حاصل شد مراد یقین و وصول
الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را و حقائق آنرا چنانکہ شان مجذوباں و محبوباں و مطلوباں ست او
اول موافق است بقول ما رایت شیئا الا رایت اللہ قبلہ و شتان ما بینہما علامہ
طیبی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں والمعنی انہ کما اری ابراھیم ملکوت السموات

۱ حاصل عبارت پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی و کلی کے حاصل ہونے
اور ان کا احاطہ کر لینے سے اور حضور نے اس حال کے مناسب بقصد استشہاد یہ آیت تلاوت فرمائی وکذلک نری الآیہ یعنی اور
ایسے ہی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھایا تاکہ وہ وجود ذات و صفات و توحید کا یقین
کرنے والوں میں سے ہوں اہل تحقیق نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان فرق ہے اس لئے کہ خلیل علیہ
السلام نے آسمان و زمین کا ملک دیکھا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ نے جو کچھ زمین و آسمان میں تھا ذوات صفات ظواہر
و بواطن سب دیکھا اور خلیل کو وجوب ذاتی اور وحدت حق کا یقین ملکوت آسمان و زمین دیکھنے کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال
اور ارباب سلوک اور محبوں اور طالبوں کی حالت ہے۔ اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقین اول حاصل ہوا پھر عالم اور اس کے حقائق
کو جانا جیسا کہ محبوبوں مطلوبوں مجذوبوں کی شان ہے ۱۲ ۲ معنی (حدیث کے) یہ ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
آسمان و زمین کے ملک دکھائے گئے ایسے ہی مجھ پر (حضور پر) غیبوں کے دروازے کھول دیئے گئے یہاں تک کہ میں نے
جان لیا جو کچھ ان میں (آسمان و زمین) ہے ذوات صفات ظواہر بواطن سب کچھ ۱۲

تمام علوم جزوی و کلی کا علم و احاطہ

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے ذوات و صفات ظواہر و بواطن سب کا علم دیا

https://ataunnabi.blogspot.com/

والارض کذلک فتح علی ابواب الغیوب حتی علمت ما فیہا من الذوات والصفات انظر العقائد المغیبات۔ حدیث (۶) مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ صفحہ ۲ میں بروایت معاذ بن جبل ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں آنحضرت فرماتے ہیں فاذا انا بربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت لبیک رب قال فیم یختصم الملاء الاعلیٰ قلت لا ادری قالہا ثلثا قال فرأیتہ وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت برد انا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شیء وعرفت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۶۹ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں پس ظاہر شد ور وشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را۔ حدیث (۷) مواہب اللدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر مروی ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفی ہذہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا کی طرف اور جو کچھ اسمیں تا قیامت ہونے والا ہے سب کی طرف اسطرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف علامہ زرقانی شرح مواہب قسطلانی جلد ۷ صفحہ ۲۳۴ میں لکھتے ہیں ان اللہ قد رفع ای اظہر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفی ہذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ انہ ارید بالنظر العلم اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کیلئے دنیا ظاہر فرمائی اور حضور نے جمیع ما فیہا کا احاطہ کر لیا اور حضرت کا یہ فرمانا کہ میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل اپنی کف دست مبارک کے ملاحظہ فرما رہا ہوں یہ اشارہ ہے اسطرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقۃً دیکھنا مراد ہے نہ کہ نظر کے معنی علم۔

لہ پس ناگاہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں فرمایا پروردگار نے یا محمد عرض کی میں نے حاضر ہوں اے پروردگار فرمایا کس بات میں جھگڑتے ہیں فرشتے ملاء اعلیٰ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا پروردگار نے یہ تین مرتبہ دریافت فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر دیکھا میں نے کہ پروردگار نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ پائی ٹھنڈک سردی اپنی انگلیوں کی دونوں چھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی پس مجھے ہر چیز ظاہر ہو گئی اور میں نے پہچان لیا۔

مجازی مشکوٰۃ المصابیح باب المعجزات ۵۳۰ میں موجود ہے حدیث (۸) عن ابی ھریرۃ قال جاء ذئب الی راعی غنم فاخذ منھا شاۃ فطلبہ الراعی حتی انتزعھا منہ قال فصعد الذئب علی تل فاقعی واستثفر فقال قد عمدت الی رزق رزقنیہ اللہ اخذتہ ثم انتزعتہ منی فقال الرجل تاللہ ان رأیت کالیوم ذئب یتکلم فقال الذئب اعجب من ھذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وما ھو کائن بعدکم قال فکان الرجل یہودیا فجاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ واسلم فصدقہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث حاصل یہ کہ ایک بھیڑیا ایک بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا اور اُس نے بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑی پس چرواہے نے اُس بھیڑیے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اُس بکری کو اُس سے چھڑا لیا۔ کہا ابوہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دُم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ جل شانہ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اُس کو لے لیا پھر تو نے مجھے چھڑا لیا۔ چرواہے نے تعجب سے کہا کہ خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیے نے کہا کہ اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے کہ وہ شخص گذشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے بعد ہوگا دُنیا اور عقبےٰ میں سب کی خبریں دیتے ہیں ابوہریرہؓ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر خدمت اقدس نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حضور کو اس تمام کی خبر دی اور اسلام لایا حضور سید یوم النشور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلےٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اُس کی خبر کی تصدیق کی ؎

سبحان اللہ جانور اور جانوروں میں بھی درندے تو حضور کو عالم ما کان وما یکون جانیں اور بیان کریں۔ مگر انسان کو ابھی تردد ہی رہے۔ علامہ علی قاری مرقاۃ المصابیح جلد ۵ صفحہ ۲۴ میں یخبرکم بما مضی وما ھو کائن کی شرح یوں کرتے ہیں یخبرکم بما مضی ای بما سبق من خبر الاولین من قبلکم وما ھو کائن بعدکم ای من نبأ الاٰخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبیٰ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت گذشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں

درندوں کا نبی علیہ السلام کے علم غیب کو بیان کرنا

اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں طبرانی میں حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے حدیث (۹) لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علما یعنی نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے ہم کو اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرندا ایسا نہیں کہ اپنے بازو کو ہلائے مگر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے اسکا بھی بیان فرما دیا۔ اب شاید مخالفین کو تردد ہو گا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی جملہ حالات کیسے بیان فرما دیئے دیکھ کی حدیثوں میں گزرا کہ ایک ہی روز میں حضور نے قیامت تک کے سب حالات بتائے یہ بات ضرور تعجب انگیز ہوگی کہ ایک دن کا وقت اتنی وسعت کب رکھتا ہو لہذا غور فرمایئے کہ یہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں تمام حالات بیان فرما دیئے اللہ جل شانہ نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ قدرت مرحمت فرمائی تھی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۲۲۴ میں ہو فیہ دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائہا الی انتہائہا وفی ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ کیف وقد اعطی مع ذلک جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اس حدیث میں دلالت ہو اسپر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتدا سے انتہا تک جملہ حالات کی خبر دی اور ایک ہی مجلس میں سب کا بیان فرما دینا ایک بڑا معجزہ ہے اور کیوں کر نہ ہو جبکہ حضرت کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے مشکوۃ المصابیح باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام صفحہ ۵۰۸ میں ہے حدیث (۱۰) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرأ القرآن قبل ان تسرج دوابہ ولا یاکل الا من عمل یدیہ رواہ البخاری ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کسی جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم کر لیتے اور اپنے کسب کا کھاتے یعنی دم فتدبر اسی حدیث کے تحت مظاہر حق جلد چہارم صفحہ ۴۸۹ میں اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کیلئے زمانہ کو طے و سہل کرتا ہے یعنی کبھی بہت سا زمانہ تھوڑا ہو جاتا ہو اور کبھی تھوڑا بہت سا اور سیدنا حضرت

امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم کر لیتے اور ایک روایت میں ہے ملتزم کعبہ سے اس کے دروازے تک جانے میں پڑھ لیتے ایسا ہی مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۲۴۳ میں ہے قال التوربشتی یرید بالقرآن القرأۃ کانہ قصد اعجازہ من طریق القرأۃ وقد دل الحدیث علی ان اللہ تعالیٰ یطوی الزمان لمن یشاء من عبادہ کما یطوی المکان لہم وهذا باب لا سبیل الی ادراکہ الا بالفیض الربانی مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی نفحات الانس فی حضرات القدس میں نقل کرتے ہیں عن بعض المشائخ انہ قرأ القرآن حین استلم الحجر الاسود والرکن الاسعد الی حین وصول محاذات باب الکعبۃ الشریفۃ والقبلۃ المنیفۃ وقد سمعہ ابن الشیخ شہاب الدین السہروردی منہ کلمۃ کلمۃ وحرفا حرفا من اولہ الی اخرہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارهم ونفعنا ببرکۃ انوارهم یعنی بعض مشائخ سے منقول ہے کہ انہوں نے حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریفہ پہنچنے تک تمام قرآن شریف پڑھ لیا اور ابن شیخ شہاب الدین سہروردی نے کلمہ کلمہ و حرف حرف اول سے آخر تک سنا جب حضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیازمندوں کا یہ حال ہے تو حضرت کو ایک مجلس میں جملہ احوال کی خبر دینا کیا محال چونکہ اختصار منظور ہے اس لئے اتنی ہی احادیث پر اکتفا کر کے مفسرین محدثین اکابر امت فقہا و علما مشائخ کی تصریحات پیش کرتا ہوں صاحب کتاب الابریز صفحہ ۲۴۴ میں اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں واقوی الارواح فی ذلک روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہا لم یحجب عنہا شیء من العالم فهی مطلعۃ علی عرشہ وعلوہ وسفلہ ودنیاہ واخرتہ ونارہ وجنتہ لان جمیع ذلک خلق لاجلہ صلی اللہ علیہ وسلم فتمییزہ علیہ السلام خارق لهذہ العوالم باسرها فعندہ تمییز فی اجرام السموات من این خلقت ومتی خلقت ولم خلقت والی این تصیر فی جرم کل سماء وعندہ تمییز فی ملائکۃ کل سماء واین خلقوا ومتی خلقوا والی این یصیرون وتمییز اختلاف مراتبهم ومنتهی درجاتهم وعندہ علیہ السلام تمییز فی الحجب السبعین وملائکۃ کل حجاب علی الصفۃ السابقۃ وعندہ علیہ السلام تمییز فی اجرام النیرۃ التی فی العالم العلوی مثل النجوم والشمس والقمر واللوح والقلم والبرزخ

فلا رواح التی فیہ علی الوصف السابق وکذا عندہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمیز
فی الجنان ودرجاتھا وعدد سکانھا ومقاماتھم فیھا وکذا ما بقی من العوالم ولیس
فی ھذا مزاحمۃ للعلم القدیم الازلی الذی لا نھایۃ لمعلوماتہ وذلک لان ما فی
العلم القدیم ینحصر فی ھذہ العوالم فانہ اسرار الربوبیۃ واوصاف الالوھیۃ التی
لا نھایۃ لھا لیست من ھذا العالم فی شیٔ مختصر یہ کہ اس امتیاز میں رب سے زیادہ قوی روح
ہمارے نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی ہے کہ اس روح پاک سے عالم کی کوئی شئے پردہ میں نہیں یہ روح
پاک عرش اور اس کی بلندی پستی دنیا و آخرت جنت دوزخ سب پر مطلع ہے کیونکہ یہ سب اسی ذات
جامع کمالات کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ صلے اللہ تعالے علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ بارک وسلم آپ کی تمیز ان جملہ
عالموں کی خارق ہے آپ کے پاس اجرام سمٰوات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے کیوں پیدا کئے
گئے کیا ہو جائینگے اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے
اور کب پیدا کئے گئے اور کہاں جائینگے اور انکے اختلاف مراتب اور تفاوت درجات کی بھی تمیز ہے اور
ستر پردوں اور ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے۔ عالم علوی کے اجرام نیرہ ستارے
سورج چاند لوح وقلم برزخ اور اس کی ارواح کی بھی ہر طرح امتیاز ہے اسی طرح ساتوں زمینوں
اور ہر زمین کی مخلوقات خشکی اور تری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے اسی طرح تمام
جنتیں اور ان کے درجات اور انکے رہنے والوں کی گنتی اور مقامات سب خوب معلوم ہیں ایسے ہی
باقی تمام جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے جسکے معلومات بے
انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں کیونکہ علم قدیم کے معلومات اس عالم میں منحصر نہیں ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت
اوصاف الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم ہی سے نہیں۔ انتہی۔ صاحب کتاب الابریز
کی یہ نفیس تقریر مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے وہ صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضور کی روح
اقدس سے عالم کی کوئی چیز عرشی ہو یا فرشی دنیا کی ہو یا آخرت کی پردہ اور حجاب میں نہیں حضور سب
عالم ہیں اور ذرہ ذرہ حضور پر ظاہر و روشن ہے بایں ہمہ حضور کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت
نہیں کیونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور حضور کا علم خواہ کتنا ہی وسیع ہو متناہی اور متناہی کو غیر متناہی
سے نسبت ہی کیا۔ مخالفین جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کی وسعت علم سے واقف نہیں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ

علم کی عظمت کیا جانیں جب حضور کے علم کی وسعت سنتے ہیں۔ تو گھبرا جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں
کہ اللہ پاک کا علم اس سے کیا زیادہ ہوگا پس خدا و رسول کو برابر کر دیا۔ یہ اُنکی نادانی ہے کہ وہ علم
الٰہی کو عالم میں منحصر خیال کریں یا علم متناہی کی برابر ٹھہرائیں مسلمان ان دونوں میں فرق کرتے
ہیں حضور کے علم کو اس کی وسعت کیساتھ تسلیم کرتے اور عطائے الٰہی کا اقرار کرتے ہیں اور علم الٰہی کو
اس کی بے مثال عظمت کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں درحقیقت علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا انکار کرنیوالے جو اہل سنت پر مساوات ثابت کرنیکا الزام لگاتے ہیں۔ علم الٰہی کو متناہی سمجھنے
میں مبتلا ہیں اور خداوند عالم کے علم کی بھی تنقیص کرتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ اللہ سبحٰنہ کے علم و قدرت
سے واقف ہوتے تو حضور کے وسعت علم کا انکار نہ کرتے حضور کے کمالات کا انکار وہی کرے گا
جو خداوند عالم کی قدرت و عظمت سے بے خبر ہے امنوا باللّٰہ و رسولہ ﷺ ان تؤمنوا و تتقوا
فلکم اجر عظیم۔ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں امام محمد غزالی سے منقول ہے النبوۃ
عبارۃ عما یختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص احدھا
انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ تعالیٰ وصفاتہ وملٰئکتہ والدار
الآخرۃ علما مخالفا لعلم غیرہ بکثرۃ المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق
وثانیھا ان لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا
صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا وھی القدرۃ وثالثھا ان لہ صفۃ بھا
یبصر الملٰئکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمی ورابعھا
ان لہ صفۃ بھا یدرک ما سیکون فی الغیب نبوۃ اس چیز سے عبارت ہے کہ جسکے
ساتھ نبی مختص ہو اور غیروں سے ممتاز ہو۔ ایک یہ کہ جو امور اللہ جل جلالہ اور اسکی صفات اور
فرشتوں اور آخرت کیساتھ متعلق ہیں نبی اُنکی حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرت معلومات اور
زیادتی کشف و تحقیق میں اس سے کچھ نسبت نہیں۔ دوم یہ کہ اُنکی ذات میں ایک ایسا وصف
ہے جس سے افعال خارقۂ عادت تمام ہوتے ہیں جسطرح کہ ہمیں ایک وصف قدرت کا ایسا حاصل
ہے کہ جس سے ہمارے حرکات ارادیہ پورے ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل
ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے اور اُنکا مشاہدہ کرتا ہے جسطرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے

جس کے باعث وہ نابینا سے ممتاز ہیں۔ چہارم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہو جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کو ادراک کر لیتا ہو۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ اللہ جل شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حقائق امور کا علم عطا فرمایا اور کثرت معلومات زیادتی کشف و تحقیق میں اور سب سے ممتاز فرمایا۔ افعال خارقہ کی ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات ارادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکت کریں ایسے ہی وہ جب چاہیں افعال خارقہ ظاہر فرمائیں۔ ایک صفت دی جس سے وہ ملائکہ کو اسطرح دیکھتے ہیں جسطرح بینا۔ ایک صفت غیب کی ایسی عنایت فرمائی جس سے وہ غیب کی آئندہ باتیں جانتے ہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ مرقاۃ المفاتیح جلد ۱ صفحہ ۴۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ان للغیب مبادی ولواحق فمبادیہا لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فہو ما اظہرہ اللہ تعالیٰ علی بعض احبابہ لوحۃ علمہ فخرج بذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذلک اذا تنورت الروح القدسیۃ ازداد نورانیتہا واشراقہا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحس وتجلیۃ القلب عن صداء الطبیعۃ بالمواظبۃ علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالٰہیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ وتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی عالم السفلی بل یتجلی حینئذ الفیاض الاقدس بمعرفتہ التی ہی اشرف العطایا فکیف بغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ غیب کے مبادی پر کوئی ملک مقرب نبی مرسل مطلع نہیں البتہ غیب کے لواحق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض احباب کو مطلع فرمایا ہو جس کے علوم میں سے ایک لوح کا علم بھی ہے اور غیب اضافی ہو اور یہ جب ہے کہ جب روح قدسیہ منور ہوتی ہو اور عالم حس کی ظلمت اور تاریکی سے اعراض کرنے دل صاف ہونے علم وعمل پر مواظبت کرنے اور انوار الٰہیہ کے فیضان کے باعث اسکی نورانیت اور اشراق زیادہ ہوتا ہو یہانتک کہ اسکے دل میں نور قوی اور منبسط ہو جاتا ہو اور لوح محفوظ کے نقوش اس میں منعکس ہو جاتی ہیں اور یہ مغیبات پر مطلع ہوجاتا ہو اور عالم سفلی میں تصرف کرتا ہو بلکہ اسوقت خود فیاض اقدس جل شانہ اپنی معرفت کے ساتھ تجلی فرماتا ہو اور سب سے بڑا عطیہ ہو جب یہی حاصل ہوا تو اور کیا رہ گیا اس عبارت سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ اللہ جل شانہ اپنے احباب کے دل میں ایسا روشن نور عطا فرماتا ہو جسمیں

عقائد نصیحۃ المسلمین صفحہ ۲۷ کے اس قول کا رد کہ غیب کی بات مخبر صادق کو بھی معلوم نہیں تھی

لوح محفوظ اسطرح منعکس ہو جاتی ہے جیسے آئینہ میں صورت اِس نفع رسان پاک سے اللہ جل شانہ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں عالم میں تصرف کرتے ہیں بلکہ خود حق جل جلالہ انکے دلوں میں تجلی فرماتا ہے ہمارے نزدیک تو انبیاء (صلوٰۃ اللہ علیہم) و اولیاء (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) ہی اللہ جل شانہ کے احباب میں ہیں اور یہ رتبے انہی کو حاصل ہیں۔ مگر براہین قاطعہ مؤلفہ خلیل احمد انبٹھی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے صفحہ ۴۷ میں یہ لکھا ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کونسی نص قطعی ہے۔ عبارت مسطورہ بالا کو ملحوظ رکھ کر یہ عبارت پڑھئے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس قول کے قائل کے نزدیک (معاذ اللہ) سید عالم تو اللہ کے احباب میں سے نہیں ہیں جو انھیں وسعت علمی حاصل ہوتی۔ اگر ہیں تو شیطان و ملک الموت اللہ جل شانہ کے احباب میں ہیں جن کی وسعت علمی نص سے ثابت ہے استغفر اللہ العلی العظیم۔ علامہ علی قاری کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ علوم حق سبحانہ تعالیٰ اپنے دوستونکو عطا فرماتا ہے اور براہین قاطعہ میں صراحت کہ شیطان و ملک الموت کی وسعت علمی نص سے ثابت تو پھر ملک الموت اور شیطان لعین اللہ کے دوستوں میں کیوں نہوں۔ استغفر اللہ شیطان لعین دشمن خدا و رسول کے لئے اثبات علوم کرنا اور سید عالم حبیب اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا نام پاک آتے ہی منکر ہو جانا کیا ایمان ہے۔ مولٰنا روم رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی کیا خوب فرما گئے ہیں ؎

از نبی برخوان کہ دیو و قوم او	می برند از حال انسان خفیہ بود
از رد کانسا ازان آگاہ نیست	زانکہ زین محسوس زین اشیا نیست
چون شیاطین با پلیدیہائے خویش	واقفند از سرّ ما در فکر و کیش
پس چرا جانہائے روشن بجہان	بیخبر باشند از حال نہان
در سرایت کمتر از دیوان شدند	روحہا کہ خیمہ بر گردون زدند
دیو دزدانہ سوئے گردون رود	از شہاب او محرق و مطعون شود
آن ز رشک روحہائے دلپسند	از فلک شان سرنگون می افگنند
تو اگر شلی و لنگ و کور و کر	این گمان بر روحہائے مہبر
شرم دارد لاف کم زن جان من	کہ بے جاسوس ہست از سوئے تن

این طبیبان بدن دانشور اند — بر سقام تو ز تو واقف تر اند

تا ز قاروره همی بینند حال — که نه دانی تو از آن رو اعتلال

هم ز نبض و هم ز رنگ و هم ز دم — بو برند از تو بصد گونه سقم

پس طبیبان الٰہی در جہان — چون ندانند از تو اسرار نہان

هم ز نبضت هم ز چشمت هم ز رنگ — صد سقم بینند از تو بیدرنگ

قول و فعل آن بول زنجوران بود — که طبیب جسم را برہان بود

وان طبیب روح در جانش رود — وز رہ جان اندر ایمانش رود

ہست پیشش سر ہر اندیشہ — چون چراغے در درون شیشہ

حاجتش نبود بفعل و قول خوب — احذروہم ہم جواسیس القلوب

این طبیبان نو آموزند خود — که بدین آیات شان حاجت بود

کاملان از دور نامت بشنوند — تا بقعر تار و پودت در روند

بلکه پیش از زادن تو سالہا — دیده باشندت بچندین حالہا

حال تو دانند یک یک مو بمو — زانکه پر ہستند از اسرار ہو

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں

فان من جودک الدنیا وضرتہا — ومن علومک علم اللوح والقلم

اے نبی کریم صلے اللہ تعالے علیک وسلم آپکے دریاۓ عطا وسخا میں سے دنیا وعقبی ہے؛ اور منجملہ آپکے علوم کے لوح وقلم کا علم ہے اور قرآن شریف میں وارد ہے وکل صغیر وکبیر مستطر لوح محفوظ میں چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوتی ہے علامہ شیخ ابراہیم بیجوری شرح بردہ میں فرماتے ہیں فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومہ صلی اللہ علیہ وسلم فما البعض الآخر اجیب بان البعض الآخر ہو ما اخبرہ اللہ تعالی عنہ من احوال الآخرۃ لان القلم انما کتب فی اللوح ما ہو کائن الی یوم القیمۃ فقط یعنی اگر شبہہ کیا جاوے کہ جب علم لوح وقلم حضور کے علوم کا بعض ٹھہرا تو اور حضور کے علوم میں باقی کیا رہگیا تو جواب دیا جاوے کہ باقی احوال آخرت ہیں جنکی اللہ جل شانہ نے حضور کو اطلاع فرمائی کیونکہ

قلم نے لوح میں قیامت تک کے امور ہی تو لکھے ہیں علامہ علی قاری حل العقدہ شرح البردہ میں فرماتے ہیں۔ وکون علومهما من علومه صلے اللہ علیہ وسلم ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق وعوارف ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمها یکون نهرا من بحور علمه وحرفا من سطور علمه یعنی علوم لوح وقلم کے آپکے علوم میں سے ہونیکا بیان یہ ہے کہ آپ کے علوم متنوع ہوتے ہیں کلیات وجزئیات وحقائق وعوارف ومعارف کی طرف جو ذات وصفات سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے علوم آپکے علوم کے سمندروں میں سے ایک نہر اور آپ کے علوم وسیعہ کی سطروں میں سے ایک حرف ہیں علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں وقد تواترت الاخبار واتفقت معانیها علی اطلاعه صلے اللہ علیہ وسلم علی الغیب ولا ینافی الآیات الدالة علی انه لا یعلم الغیب الا اللہ لان المنفی علمه من غیر واسطة اما اطلاعه علیه باعلام اللہ فمتحقق بقوله تعالی الا من ارتضی من رسول اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اخبار متواتر ہیں اور انکے معانی اسپر متفق ہیں کہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم غیب پر مطلع ہیں اور یہ مضمون آیات نافیہ غیب عن غیر اللہ کے منافی نہیں کیونکہ جہاں نفی ہے وہ علم ذاتی کی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن حضرت سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام کا باعلام الہی مطلع ہونا الا من ارتضی من رسول سے ثابت ہے روح البیان میں ہے وقد انعقد الاجماع علی ان نبینا صلے اللہ علیہ وسلم اعلم الخلق وافضلهم یعنی اسپر اجماع ہو گیا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ تمام مخلوقات سے زیادہ علم اور فضیلت رکھتے ہیں علامہ علی قاری شرح شفا جلد اول صفحہ ۲۰۷ میں لکھتے ہیں فصل (ومن معجزاته الباهرة) ای آیاته الظاهرة (ما جمعه اللہ له من المعارف) ای الجزئیة (والعلوم) ای الکلیة والادراکات الظنیة والیقینیة او الاسرار الباطنة والانوار الظاهرة (وخصه) من الاطلاع (علی جمیع مصالح الدنیا والدین) ای ما یتم به اصلاح الامور الدینیة والاخرویة حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ سید عالم علیہ الصلوۃ والسلام کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ پاک جل شانہ نے آپ کے لئے عطا فرمایا معارف جزئیہ علوم کلیہ مدرکات ظنیہ یقینیہ اور اسرار باطنیہ انوار ظاہرہ میں سے اور آپ کو دنیا اور دین کی تمام مصلحتوں پر

لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔

نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے اعلم وافضل خلق ہونے پر اجماع۔

اطلاع کے ساتھ خاص کیا روح البیان جلد ثالث صفحہ ۴۰۱ میں ہے فی الحدیث سألنی ربی ای لیلۃ المعراج فلم استطع ان اجیبہ فوضع یدہ بین کتفی بلا تکییف ولا تحدید ای ید قدرتہ لانہ سبحانہ منزہ عن الجارحۃ فوجدت بردھا فاورثنی علوم الاولین والآخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ عہدا علی کتمہ وھو علم لا یقدر علی حملہ غیری وعلم خیرنی فیہ وعلم امرنی فی تبلیغہ الی الخاص والعام من امتی وھی الانس والجن والملک وکما فی انسان العیون۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں اسی حدیث کا مضمون یوں ادا فرماتے ہیں۔ پرسید از من پروردگار من چیزے پس نتوانستم کہ جواب گویم پس نہاد دست قدرت خود درمیان دو شانہ من بے تکییف و بے تحدید پس یافتم برد آنرا در سینہ خود پس داد مرا علم اولین و آخرین و تعلیم کرد انواع علم را علمی بود کہ عہد گرفت از من کتمان آنرا کہ با ہیچکس نگویم و ہیچکس طاقت برداشت آن ندارد جز من وعلمی بود کہ مخیر گردانید مرا در اظہار و کتمان آن وعلمی بود کہ امر کرد مرا بہ تبلیغ آن بخاص و عام از امت من۔ ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار تبارک وتعالیٰ نے کچھ دریافت فرمایا میں جواب نہ دے سکا تو اُسنے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان بے تکییف و تحدید رکھا کیونکہ حق سبحانہ تعالے جوارح سے منزہ اور پاک ہے پھر تحدید وتکییف کیسی۔ پھر حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کی سردی اپنے سینہ میں پائی۔ پس مجھے اولین و آخرین کے علوم عطا فرمائے اور چند علم تعلیم فرمائے جنمیں سے ایک علم وہ ہے جسکے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میرے سوا کسی میں اسکے برداشت کرنیکی طاقت نہیں ہے ایک علم وہ جسکا مجھے اختیار دیا اور ایک وہ علم جسکی تبلیغ کا حکم فرمایا کہ میں اپنی امت کے ہر خاص و عام کو پہنچا دوں اور حضرت کی امت انسان اور [illegible] فرشتے ہیں ایسا ہی انسان العیون میں ہے۔ تفسیر لباب التاویل فی معالم التنزیل مطبوعہ مصر جلد رابع صفحہ ۲۶۴ میں ہے قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی فتاویلہ ان المراد بالید المنۃ والرحمۃ وذلک شائع فی لغۃ العرب فیکون معناہ علی الاخبار باکرام اللہ تعالیٰ ایاہ وانعامہ علیہ بیان شرح صفحہ ۱۲ ونور

عنہ مالا یعرفہ احد حتی وجد بردالنعمۃ والمعرفۃ فی قلبہ وذلک لما نور قلبہ و شرح صدرہ نعلم مافی السموٰت ومافی الارض باعلام اللہ تعالیٰ ایاہ وانما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالے علیہ وعلے آلہ واصحابہ بارک وسلم کا سینہ مبارک کھولدیا اور قلب شریف کو منور فرمایا اور حضور کو وہ معرفت عطا کی جو کسی ایک مخلوق کو بھی حاصل نہیں یہانتک کہ حضور نے اس نعمت و معرفت کی سردی اپنی قلب شریف میں پائی اور جب آپکا دل منور ہوگیا اور سینہ مبارک کھل گیا پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام آسمانوں اور زمینوں اور انکے مافیہا کا علم بتعلیم الٰہی حاصل ہوا فالحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں ہرچہ در دنیاست از زمان آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید و یاران خود را نیز بعضے ازاں احوال خبر داد یعنی آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے نفخۂ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر منکشف فرمادیا تھا یہانتک کہ تمام احوال اول سے آخر تک کا حضور کو معلوم ہوا اور حضور نے اپنے اصحاب کو اس میں سے بعض کی خبر دی۔ شیخ سلیمان جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ فتوحات احمدیہ میں امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالے کے ارشاد ؎

وسع العالمین علما وحلما ۔ فھو بحر لم تعیہ الاعباء

کی شرح میں فرماتے ہیں ای وسع علمہ علوم العالمین الانس والجن والملئکۃ لان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم کلہ فعلم علم الاولین والاٰخرین ماکان ومایکون حسبک علمہ بعلوم القراٰن وقد قال اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتاب من شیء۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ہمارے آقا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وسلم کا علم انسانوں جنوں اور فرشتوں کے سب کے علوم سے وسیع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو تمام عالم پر مطلع فرمایا ہے علوم اولین و آخرین ماکان و مایکون سے مرحمت فرمائے اور آپکا تو علوم قرآن ہی کا عالم ہونا بہت کافی ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے کتاب میں کوئی چیز نہ چھوڑی اب ایسی ایسی تصریح

کے بعد بھی جن لوگوں میں شبہے رہ جائیں اور اطمینان حاصل نہ ہو انکا کچھ علاج نہیں بجز اس کے کہ جناب باری عز اسمہٗ سے دعا کیجائے کہ اے پروردگار بطفیل نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دلوں میں قبول حق کے مادّے پیدا کر اور توفیق انصاف عطا فرما۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ علیٰ آلہ واصحابہ بارک وسلم کے نیازمندوں کے علوم کا بھی ذکر کروں جس سے شان عالی سید رسل علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی ظاہر ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ جن کو بحر علم سید کونین صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ کا ایک قطرہ مرحمت ہوا بلکہ اس سے بھی کمتر انکی وسعت علمی کس درجہ کی ہے علامہ علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ٢ صفحہ میں فرماتے ہیں قال القاضی النفوس الزکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ عرجت واتصلت بالملاء الاعلیٰ ولم یبق لھا حجاب فتری الکل کالمشاھد بنفسھا او باخبار الملک لھا وفیہ سر یطلع علیہ من تیسر لہٗ انتہیٰ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نفوس زکیہ قدسیہ جب علائق بدنیہ سے عروج کر کے ملاء اعلیٰ کے ساتھ متصل ہو جاتے ہیں اور انکو کوئی حجاب نہیں رہتا ہے تو وہ سب کو مثل مشاہد کے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح صاحب کتاب الابریز نے صفحہ ٢٠٥ میں اپنے شیخ عارف عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اولیاء کا مخلوقات ناطقہ وصامتہ وحوش حشرات زمین آسمان ستاروں وغیرہا تمام عالم کا مشاہدہ کرنا نقل کیا ہے چنانچہ وہ عبارت یہ ہے ولقد رئیت ولیا بلغ مقاما عظیما وھو انہ یشاھد المخلوقات الناطقۃ والصامتۃ والوحوش والحشرات والسمٰوٰت ونجومھا والارضین وما فیھا وکرۃ العالم باسرھا تستمد منہ ویسمع اصواتھا وکلامھا فی لحظۃ واحدۃ ویمد کل واحد بما یحتاجہ ویعطیہ ما یصلحہ من غیر ان یشغلہ ھذا بالاعلیٰ العالم باسفلہ بمنزلۃ من ھو فی حیز واحد عندہ اور زرقانی شرح مواہب کی عبارت اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبدۃ الاسرار میں حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اور مولنا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نفحات الانس سے عزیزان علیہ الرحمۃ کا ارشاد اور نقہ اکبر اور جامع کبیر اور طبری اور ابونعیم سے حارث ابن مالک انصاری کی روایت اور مثنوی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضرت

زید کا قصہ اور امام شعرانی کی کبریت احمر کی عبارت اور حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ خمریہ کا شعر آئندہ آیۂ کریمہ کذالک جعلناکم امۃ الآیۃ کی بحث میں نقل کی جائینگے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ الطاف القدس میں فرماتے ہیں۔ چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائق نا مضبوط افتاد از ان حالت نیز رمزے باید گفت آب از سر گذشت چہ یک نیزہ و چہ یک انگشت کمال عارف از جہت بالا ترین وجود نفس کلیہ است جسد عارف میشود ذات عارف بجائے روح او ہمہ عالم را بطبعا بعلم حضوری در خود بیند ان عبارت سے تو اولیاء اللہ تعالیٰ کیلئے تمام جہان کا علم ثابت ہوا۔ مگر لطف تو جب ہے کہ منکر اقرار کریں مخالف مان جائے۔ اب ذرا صراط المستقیم مطبوعہ مطبع مجتبائی صفحہ ۱۱۱ ملاحظہ ہو کہ اسمیں امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں افادہ (۱) برائے کشف ارواح و ملائکہ و مقامات آنہا و سیر امکنہ زمین و آسمان و جنت و نار و اطلاع بر لوح محفوظ شغل دورہ کنند و طریقش در فصل اول مفصلا مذکور شد لیکن باستعانت ہمان شغل بہر مقامیکہ از زمین و آسمان و بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آن مقام نماید و احوال آنجا دریافت کنند و با اہل آن مقام ملاقات سازد۔ ان قدوۃ المخالفین امام المنکرین مولوی اسمٰعیل دہلوی صاحب کی عبارت سے تو مخالفین کو پسینہ آگیا ہوگا اور شرم سے آنکھیں نیچی ہوئی جاتی ہونگی کہ جس چیز کے ثبوت کا تمام قوم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے انکار کر رہی ہے اسکو امام الطائفہ نے خاص اولیاء کیلئے بھی نہیں بلکہ ہر شغل دورہ کرنیوالے کیلئے ثابت کر دیا اور اس تفصیل سے کہ کشف ارواح اور ملائکہ اور انکے مقامات اور امکنہ زمین و آسمان جنت و دوزخ کی سیر اور لوح محفوظ پر اطلاع حاصل کرنیکے لئے دورہ کا شغل کرے اب للہ انصاف کیجئے کہ دورہ کا شغل کرنیوالوں کو تو لوح محفوظ پر اطلاع حاصل ہو جائے جس میں ہر شے کا علم موجود اور نبی کریم رؤف رحیم حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوح محفوظ کا علم نہ ہو۔ افسوس دورہ کا شغل کرنیوالوں اپنے مریدوں معتقدوں تک کیلئے تو لوح محفوظ کا علم ثابت کرنا اور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے انکار کر جانا کس درجہ کی ایمانی قوت کا کام ہے کیوں صاحب یہی لوح محفوظ کا علم ہے جسکا نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کیلئے ثابت کرنا مخالفین کے نزدیک شرک ہے آج وہی علم دورہ کا شغل کرنیوالوں کیلئے ثابت کیا جاتا ہے

اور شرک نہیں ہوتا۔ کیا حبیب مصطفےٰ اعظمت حبیب خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اسی کا نام ہے! شرم شرم
!! شرم! اپھر اُسی منہ سے یہ کہنا کہ زمین آسمان بہشت و دوزخ کے جس مقام میں جس وقت چاہیں
متوجہ ہو کر سیر کریں جب چاہیں وہاں کے حالات دریافت کر لیں وہاں کے ساکنین سے ملاقات کر لیں
جیسا کہ عبارت صراط المستقیم سے صاف ظاہر ہے۔ اور اسی منہ سے یہ کہدینا کہ اس طرح غیب کا
دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و جن
و فرشتہ کو پیر و شہید کو امام زادے کو بھوت پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ
چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں (از تقویۃ الایمان صفحہ ۲۲) اور ایسا ہی رسالہ غیبیہ کو صفحہ میں ہے
صاحب آپ نے اس شخص کی حالات دیکھی کہ وہاں تو جنت و دوزخ زمین و آسمان کی سیر لوح محفوظ
کی اطلاع تک دورہ کا شغل کرنیوالوں کیلئے ثابت کر دی اور یہاں کسی غیب کی بات کا دریافت
کر لینا اس شخص کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام تک کیلئے بہ تعلیم الٰہی بھی مسلم نہیں۔ پھر صراط المستقیم کے
صفحہ ۱۲۵ میں ملاحظہ فرمائیے جہاں اپنے پیر کی نسبت لکھا ہے۔ تا اینکہ کمالات طریق نبوۃ بدرجہ علیا
خود رسید الہام و کشف بعلوم حکمت انجا مید عجب حال ہے ان حضرات کا کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم و سلامہ کے
جس بات کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں اپنے پیر کیلئے وہی ثابت کرتے ہیں بہر حال اگرچہ مخالفین
نے اس مسئلہ میں بہت سی سختیاں کی ہیں اور انکار میں بہت سرگرم ہیں مگر پھر بھی مجبوری کہیں
کہیں انکھی کہی چڑھ گئی ہے۔ اب میں دکھاتا ہوں کہ مخالفین نے کہاں کہاں اور کیسے کیسے قسم
کے ہیں براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی
صفحہ ۵۱ میں ہے ان اولیاء کو حق تعالےٰ نے کشف کر دیا کہ انکو یہ علم حاصل ہو گیا اگر اینچ فخر
عالم علیہ السّلام کو بھی لاکھ گونا اس سے زیادہ عطا فرما دے ممکن ہے مگر ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے
کس نص سے ثابت ہے ذرا ارباب عقل توجہ فرمائیں کہ اولیاء کیلئے تو کشف تسلیم کر لیا اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ
والسّلام کیلئے صرف ممکن مانا اور ثبوت فعلی کا انکار کر دیا جس پر بہت سے نصوص موجود ہیں تو یہ کہدیا کہ کس
نص سے ثابت ہے اور اولیاء کیلئے ثبوت فعلی تسلیم کر لیا یہ بھی غنیمت سمجھو جو ممکن کہدیا ورنہ آجکل تو شرک ہی
کہا کرتے ہیں اب زبان سے ممکن نکلا ہے اور اولیاء کیلئے واقع مانا ہے کس قدر شرم کی بات ہے کہ جو علوم اولیاء
کیلئے تسلیم کرلئے پہلے انبیاء اور اُنہیں سے بھی سید الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیم نہ کرنا اللہ ایمان کی

اور ہدایت نصیب کرے نصیحۃ المسلمین صفحہ ۴ سطر ۱۵۔ میں مولوی خرم علی صاحب لکھتے ہیں۔

مولوی خرم علی صاحب کا اقرار

سوال بعضے لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بہت چیزوں کی خبر دی ہے کہ آگے یوں ہوگا اگر علم غیب انکو نہ تھا تو خبر کیوں کر دی اور اولیاء کا بھی اسیطرح حال ہے دیکھو فلانے بزرگ نے کہا تھا کہ فلانے روز مر جائیگے ویسا ہی ہوا اور کسی لے کہا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہونگے سو چار ہی ہوئے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ انکو اللہ کے بتانے سے ہوا تھا۔ اس کو علم غیب نہیں کہتے ای صاحب یہ کون کہتا ہے کہ غیب کو بے تعلیم الٰہی خود بخود علم ہے جو علم ثابت کرتے ہیں تعلیم الٰہی ثابت کرتے ہیں ا ہکا ان مولوی صاحب نے تسلیم کر لیا۔ رہا انکا یہ فرمانا کہ اس کو علم غیب نہیں کہتے یہ ایک لفظی نزاع ہے علم غیب نہیں کہتے تو اور کچھ نام رکھو مگر وہ علم تو تسلیم کر دگے جسے ہم نے مانا کہ لفظ غیب تمہاری چڑ سہی یوں ل تو کہدگے کہ نہیں جمیع ممکنات ما وجد و یوجد کا علم اللہ جل شانہ نے عطا فرمایا۔ رہا منکرین کا یہ وہم کہ غیب وہ ہے جو بے تعلیم حاصل ہو یہ محض خام خیال ہے جس کی آئندہ انشاء اللہ العزیز تصریح و تشریح کی جائیگی نیز رسالہ کشف الغطا مؤلفہ مولوی محمد سعید محدث بنارسی صفحہ ۶۴ سطر ۱۱ اور شرح عقائد مطبوعہ مطبع نولکشور صفحہ ۱۲۲ میں ہے یہ وہ کتاب ہے جو حنفیہ کے عقائد میں درسیہ کتاب ہے و بالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہ تعالیٰ لا سبیل الیہ للعباد الا باعلام او الہام بطریق المعجزۃ او الکرامۃ او ارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذلک ولہذا ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیۃ ہالۃ القمر یکون مطر مدعیا علم الغیب لا بعلامۃ کفر یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ علم غیب کا ایک ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس سے متفرد ہے بندوں کو اسکے حصول کا کوئی طریقہ نہیں مگر اللہ بطریق وحی یا الہام کے بتائے یا بطریق معجزہ یا کرامت کی استدلال کرنا علامت سے جہیں ممکن ہو اسی لئے فتاوی میں ذکر کیا ہے کہ چاند کے ہالہ کو دیکھکر کوئی غیب کا مدعی بنکر کہے کہ پانی برسیگا یہ کفر ہے انتہی بلفظہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کا علم بالغیب کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں مگر اللہ جلشانہ کی تعلیم اور وحی و الہام کی ذریعہ سے بطور معجزہ اور کرامت کے ہوتا ہے پس جملہ شبہتین یہی کہتے ہیں کہ حضرت کو یہ علم باعلام الٰہی حاصل ہوا اور یہ آنحضرت کا معجزہ ہے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تذکرۃ السیف مؤلفہ مولوی عبدالکریم کو چھپی صفحہ ۱۰ سطر ۵ میں ہے پس علم ما کان و ما یکون اور جزئیات و کلیات کا اور علم خواطر و نیات کا جو وقت الہام

مولوی عبدالکریم صاحب کا اقرار

نے معلوم کر دیا اسیوقت بین ہوا اور جب مجلس میں سالے عالم کے حالات بتا دیے اسی مجلس میں یا نہ دائم
دستمر پس جن جن واقعات کا کہ پہلے بیان کئے ہیں سرور عالم سردار بنی آدم نبی اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے سعود بطریق معجزہ بتعلیم الٰہی اوقات معینہ متعددہ میں ہوئے ہیں جسکو دوام و استمرار فی کل الاوقات
نہیں ہے یہی قاعدہ ہمارے معجزات کا انبیاء علیہم السلام کے اور کرامات کا اولیاء عظام کے ہے نہ فی سائر
الاوقات والا زمنہ انتہٰی بلفظہ صاحبان عقل و فہم اس عبارت پر غور فرمائیں اور یہ ملحوظ رکھیں کہ مولوی عبد
الکریم جنکی یہ عبارت ہے علم نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے پکے منکر ہیں مگر یہاں دلیل
ثبوت سے مجبور ہو کر صراحت سے اقرار کر رہے ہیں کہ علم ماکان ومایکون اور جزئیات و کلیات کا اور علم
خواطر و نیات کا جو وقت اللہ تعالےٰ نے معلوم کرا دیا اسیوقت میں ہوا اور جب مجلس میں سارے
عالم کے حالات بتا دیئے بھی مجلس میں رہا۔ اب دیکھئے کہ یہ کیسا صاف اقرار ہے مگر چونکہ منکر ہیں
سے ہیں اس وجہ سے ایک حیلہ بھی کر گئے کہ وہ ہمیشہ نہیں رہتا اور یہ صرف زبانی بات ہے اس پر کوئی
دلیل نہ شاہد کوئی پوچھے کہ آپ نے کہاں تصریح پائی کہ علم عطا فرما کر چھین لیا جاتا ہے بے دلیل
محض تعصب سے یہ کہدیا کہ ہمیشہ نہیں رہتا میں کہتا ہوں کہ جب آپ نے اقرار کر لیا تو تھوڑی دیر کے
لئے اگر اس سے آپ کے مذہب کے سب تار و پود ٹوٹ گئے کیونکہ جب آپکا رسالہ نے اثبات علم ماکان
ومایکون ہی کا شرک بتایا ہے اور آپ نے وہ تھوڑی دیر کے لئے ثابت کیا تو آپکا مدعا یہ ہو گیا کہ تھوڑی دیر
کے لئے تو شرک ہو سکتا ہے یعنی انبیاء اولیاء (معاذ اللہ) خدا بن سکتے ہیں استغفر اللہ ای حضرت
توبہ کیجئے اگر علم ماکان ومایکون کا اثبات کسی مخلوق کے لئے بتعلیم الٰہی شرک ہوتا تو اک لحظہ کیلئے بھی
شرک ہوتا اور جب آپ تھوڑی دیر کے لئے مان رہے ہیں تو ہمیشہ کیلئے تسلیم کرنا بھی شرک نہیں ہو سکتا
پھر کسطرح ممکن نہیں کہ آپ یہ ثابت کر سکیں کہ وہ علم تھوڑی دیر کے بعد جاتا رہا اور اگر ممکن
ہے تھا تو ابر ھا نکم اور یہ تو عجب تماشہ کی کہی کہ سب معجزات کا حال ہے کہ ہمیشہ نہیں تھا نہیں
بھلی کیا خوب!! ابھی حضور کو معجزات کا حال معلوم نہیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وبارک وسلم کا سایہ نہ تھا تو آپ کے قاعدے کے بموجب تو تھوڑی دیر کیلئے یہ معجزہ رہنا چاہئے تھا
حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ ملاحظہ ہو مدارک التنزیل مجتبو
مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۲۱۔ ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مخالفین کے اقرار سے ہی علم غیب ثابت ہو گیا

قال[۱] رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ عصمک من وقوع الذباب علی جلدک لانہ یقع علی النجاسات[۲] فیہ ایضا قال عثمان ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذلک الظل ان آیات و احادیث واقوال اکابر ائمہ اور خود مخالفین کے اقراروں سے نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کیلئے علم ماکان ومایکون ثابت ہوگیا اور یہی مدعا تھا والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین بحمد اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ تو بصراحت تامہ نہایت مدلل لکھا گیا اب میں حافظ واحد نور صاحب کے رسالہ اعلاء کلمۃ الحق کا رد شروع کرتا ہوں وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق ۔

مولوی حافظ واحد نور صاحب کے رسالہ اعلاء کلمۃ الحق کا رد

قولہ اعلاء کلمۃ الحق میں ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شیء علیم

ایسی شان ہمارا یہی ایمان ہے (اور حاشیہ پر ہے) اور مؤلف اعلام الاذکیاء نے اپنے رسالہ کے آخر میں یوں لکھا ہے صلی اللہ علی من ھو الاول والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شیء علیم

اقول ۔ مؤلف اعلاء کلمۃ الحق نے گویا یہ اعتراض کیا کہ مؤلف اعلام الاذکیاء یعنی جناب مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب نے جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ھو الاول والآخر الخ لکھا اور یہ جناب حق سبحانہ تعالیٰ کیساتھ خاص ہے پس مخفی نہ رہے کہ یہ کلمات جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بیان کرنا شرک ہے نہ گناہ جیسا کہ جانب مخالف نے سمجھا ۔

---

[۱] حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں عرض کیا کہ مجھ کو یقین ہے کہ منافق جھوٹے ہیں اسلئے کہ اللہ جلشانہ نے آپکے جسم مبارک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا ہے اسلئے کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے [۲] یہ بھی مدارک میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا کہیں ایسا نہ ہو کہ اسپر قدم پڑے سبحان اللہ

تنبیہ

مخالفین کے اقرار ادھر بھی جابجا موجود تھے بلحاظ اختصار چھوڑ دیئے گئے ۱۲

بدن اقدس پر مکھی نہیں بیٹھتی

حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا

بلکہ ایسے کلمات وصف جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مین لانا جائز اور اکابر امت کا طریقہ ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ کے خطبہ مین فرماتے ہین ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم این کلمات اعجاز سمات ہم مشتمل بر ثناے الٰہیت تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبہ کبریائی خود خواندہ وہم متضمن نعت حضرت رسالت پناہی است کہ وے سبحانہٗ او را بدان تسمیہ و توصیف فرمودہ۔ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں یہ الفاظ کہنا درست اور علمائے امت کا طریقہ ہے بلکہ خود حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں یہ کلمات فرمائے ہین پس اب منکرین جو ان کلمات کو جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ثنا مین ناروا جانتے ہین خدائے کریم مولائے رحیم پر کیا اعتراض نہ کرینگے کہ اُس نے خود حضرت کی شان مین یہ کلمات فرمائے۔ یگانۂ زمانہ جناب الحاج حضرت مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی مدظلہٗ نے اپنے رسالۂ مبارکہ جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ صفحہ ۳۴ مین نقل فرمایا علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی شرح شفا شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہین جبریل نے حاضر ہو کر مجھے یون سلام کیا السلام علیک یا اوّل السلام علیک یا اٰخر السلام علیک یا ظاہر السلام علیک یا باطن مین نے فرمایا اے جبریل یہ صفات تو اللہ عزوجل کی ہین کہ اسی کو لائق ہین مجھ سی مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہین جبریل نے عرض کیا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ حضور پر یون سلام عرض کرون اللہ تعالیٰ نے حضور کو اُن صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر انہے خصوصیت بخشی اپنے نام و وصف سے حضور کے نام و وصف مشتق فرمائے وسماک بالاول لانک اول الانبیاء خلقا وسماک بالاٰخر لانک اٰخر الانبیاء فی العصر خاتم الانبیاء الی اٰخر الامم حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش مین مقدم ہین اور حضور کا آخر نام رکھا کہ حضور سب پیغمبرون سے زمانہ میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی اُمت آخرین ہین۔ باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام پاک کے ساتھ حضور کا نام نامی سنہرے نور سے ساق عرش پر آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا پھر مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا مین نے

حضور پر ہزار سال درود بھیجے اور ہزار سال بھیجے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو مبعوث کیا خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج حضور کو ظاہر نام عطا فرمایا کہ اُس نے حضور کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور حضور کی شریعت و فضیلت کو تمام اہل سماوات و ارض پر ظاہر و آشکار کیا تو کوئی ایسا نہ رہا جس نے حضور پُرنور پر درود نہ بھیجے ہوں اللہ حضور پر درود بھیجے تو ربک محمود و ربک الاول والآخر والظاہر والباطن وانت الاول والآخر والظاہر والباطن پس حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد۔ حضور کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے حضور اول و آخر۔ ظاہر و باطن ہیں۔ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتے فی اسمی وصفتی سب خوبیاں اللہ عزوجل کو کہ جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں ۔

قول ۴ "اس علم غیب کے باب میں دو فرقے ہو گئے جس سے عوام خلجان میں پڑگئے ایک وہ گروہ جو پُرانے چال ڈھال پر جما ہوا ہے یعنی جنکا عقیدہ سلف صالح کے موافق ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ علم غیب جس کا ایک شمہ اس راقم نے لکھا یہ علم بذاتہ تعالےٰ کے لئے مختص ہے۔ رہا دوسرا گروہ جن کو نئے اختراع کی فرصتیں ملیں ان لوگوں نے تیرہویں صدی میں اپنا خیال دگرگون ظاہر کیا یعنی سوائے رب العزت دوسرے کیلئے بھی علم غیب کے قائل ہوئے "

اقول۔ مؤلف اعلا رکلمۃ الحق نے دونوں فریقوں کے اعتقاد بیان کرنے میں انصاف کا خون ناحق کیا ہے۔ پہلے فریق کا عقیدہ پورا ظاہر نہیں کیا خیر اب میں دونوں فریقوں کے اعتقاد بیان کرتا ہوں۔ **فریق اوّل** یعنی۔ وہابی جس کو جانب مخالف یعنی مؤلف اعلا رکلمۃ الحق نے سلف صالح کے موافق بتایا ہے اسکا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا علم شیطان لعین کے علم سے بھی کم ہے (نعوذ باللہ من ذلک) چنانچہ براہین قاطعہ میں جو اس فریق کی مایۂ ناز کتاب ہے صفحہ ۵۱ میں مذکور ہے کہ "شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" حضرت جانب مخالف صاحب آپ نے اپنے سلف صالح کے موافق گروہ کے عقیدہ میں اُس کی یہ تقریر بیان نہ کی اب ذرا انصاف تو فرمایئے کہ شیطان اور ملک الموت کے لئے یہ وسعت نص سے ثابت اور

وہابیہ کے زعم میں فریقین کے اعتقاد۔

براہین قاطعہ میں شیطان و ملک الموت کے علم کی وسعت کا اقرار اور حضور کے علم کی وسعت کا انکار ہے

لی اور فخر عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے اس وسعت کا قائل ہونا شرک بتا دیا اس کی کیا معنی اگر بفرض محال یہ وسعت غیر خدا کے لئے تجویز کرنا اور مان لینا شرک ہی تو بھلا شیطان اور ملک الموت کیلئے تسلیم کرنا کیوں شرک نہین اور اسپر طرہ یہ کہ وہ نص سے ثابت کہہ رہا ہی یعنی اس کا مطلب یہ ہوکہ شرک نص سے ثابت ہو معاذ اللہ اب جانب مخالف سے سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنے اس سلف صالح کے موافق کو مسلمان کہین گے جس نے نعوذ باللہ خدائی پاک اور قرآن مجید دونون کو شرک کر بنایا ظلم ہے کہ شرک نص سے ثابت بتایا۔ اگر سلف صالح کی موافقت اسیکا نام ہو اور آپ کے سلف صالح ایسے ہی تھے تو خدا ہمکو اور سب مسلمانان کو اُن کی موافقت سے محفوظ رکھے دوسرے یہ کہ جانب مخالف نے اپنے رسالہ اعلاء کلمۃ الحق کے صفحہ ۶ مین لکھا ہی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعلم الخلائق ہین یعنی مخلوقات مین سب سے بڑھکر عالم ہین کیونکہ یہ بات اولاً اجماع سے ثابت ہو اقول اب مین پوچھتا ہون کہ جانب مخالف صاحب کے نزدیک شیطان اور ملک الموت مخلوقات سے ہین یا نہین اگر نہین کہیے تب تو کیا ٹھکانا ہو اور اگر کہیے کہ ہان مخلوق ہین تو براہین قاطعہ کی عبارت مذکورہ کے اعتبار سے شرک ہو اس لئے کہ صاحب براہین کے نزدیک شیطان اور ملک الموت کی برابر وسعت ثابت کرنا بھی شرک ہے اور یہ حضرت تو سب خلق سے زیادہ وسعت ثابت کرتے ہین اور سب سے بڑھکے عالم بتاتے ہین تو اپنے سلف صالح کے موافق گروہ کے نزدیک تو پکے مشرک ہوئے اب جانب مخالف سے یہ سوال ہی کہ وہ اپنی سلف صالح کے موافق گروہ کے حکم کے بموجب اپنا شرک ہونا تسلیم کرینگے یا اُن کے سلف صالح کے موافق ہونے سے انکار۔ صاحبان انصاف ملاحظہ فرماین کہ مؤلف اعلاء کلمۃ الحق کا فریق اول کو سلف صالح کے موافق کہدینا اور فوقانی یعنی اہل سنت کو گمراہ بتانا کیا انصاف کی گردن پر چھری پھیرنا نہین ہے۔ ابھی اتنے ہی سے دم لیجئے بلکہ اپنے سلف صالح کے سرغنہ اور پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کی بھی سنیئے اور انکا قول انصاف کی میزان مین تولکر خود اپنے انصاف پر آفرین کیجئے کہ آپ کے گروہ کے معلم اول مولوی اسمٰعیل تقویۃ الایمان مین یہ لکھتے ہین پھر

خواہ یون سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرضکہ اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے از تقویۃ الایمان صفحہ ۸ مطبوعہ مجتبائی ۔

جناب رسالتمآب عدیم النظیر یعنی نبی علیم وخبیر کے عدیم المثل و بے نظیر ہونے کے انکار میں تو محالات تک تحت قدرت بتاتے ہیں۔ کذب جیسے قبیح امر کو خدائے پاک کیلئے جائز کہیں اہل سنت کو منکر قدرت قرار دیں۔ معاذ اللہ اور نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم کے انکار میں اللہ جل شانہ کو تعلیم پر بھی قادر نہ جانیں اور آنکھیں بدلکر صاف کہہ جائیں کہ اللہ کی تعلیم سے بھی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں ہوسکتا جس کے یہ معنی کہ یا تو وہ علام الغیوب تعلیم پر قادر نہیں نعوذ باللہ یا اس کی تعلیم ایسی ناقص کہ جسکو تعلیم کرے اُسے علم نہیں آسکتا معاذ اللہ ہمارے جانب مخالف صاحب کہ ان سب باتوں کو سلف صالح کے موافق بتا رہے ہیں ذرا وہ اپنے سلف صالح مولوی اسمٰعیل دہلوی کے قول کے بموجب یہ ثابت کردیں کہ اللہ کے دینے سے بھی شرک ثابت ہوتا ہو یعنی اللہ کا تعلیم کرنا بھی شرک ہو یہ مسئلہ تو صاف بتا رہا ہو کہ صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک علم الٰہی بھی (نعوذ باللہ) عطائی یعنی کسی کی تعلیم سے ہے اس لئے کہ شرک تو جب ہی لازم آئے گا کہ اللہ جل شانہ کا علم بھی ذاتی نہ ہو ورنہ اتنا بڑا فرق ہونے پر کیسے شرک ہوسکتا ہے ابھی تو علم رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں کلام تھا اور ہمارے جانب مخالف اپنے سلف صالح کی موافقت میں تنقیص علم نبوی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے درپے تھے کہ اُنکے شید الطائفہ سلف صالح مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک اللہ جل شانہ کا علم بھی ذاتی نہ رہا (خدا کی پناہ) چنانچہ وہ تقویۃ الایمان میں یوں لکھتے ہیں سو اسطرح کا غیب کہ جبوقت چاہے معلوم کر لیجئے اللہ صاحب ہی کی شان ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بھی ہر وقت تمام چیزوں کا علم نہیں ہے بلکہ جب کبھی کسی چیز کا علم چاہتا ہے معلوم کر لیتا[1] ہو اب ذرا جانب مخالف غور کریں کہ اُنہوں نے انصاف کا خون کیا یا نہیں کہ جو۔

حاشیہ: مخالفین کے اقوال سے لازم آتا ہے کہ یا تو علام الغیوب تعلیم پر قادر نہیں یا اسے طرز تعلیم نہیں آتا۔ معاذ اللہ۔

حاشیہ: صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک علم الٰہی بھی ذاتی نہیں۔

حاشیہ: صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک اللہ تعالےٰ کو بھی تمام چیزوں کا ہر وقت علم نہیں۔

[1] معلوم کر لیتا ہو اللہ جل شانہ کس سے معلوم کر لیتا ہو اگر مولوی اسمٰعیل سے دریافت کیا جاتا تو شاید وہ یہی کہتے کہ میرے پیر سید احمد سے دریافت کر لیتا ہو انہی کیساتھ بہت خصوصیت ہی ہاتھ میں ہاتھ تھام کر کلام ہوتا ہو ایسے ہی دیوبندیوں نے براہین قاطعہ میں لکھا کہ رسول اللہ کو اُردو بولنا دیوبند کے مدرسے کے تعلق سے آگیا اُنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شاگرد بنا دیا اُن کے پیشوا نے خدائے تعالیٰ کو بھی کیسے گوارا ہو سکے کہ خدا و رسول کیلئے اپنے سے زیادہ علم تسلیم کریں شاگردوں نے بھی علم میں کم قرار پائیں معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اہل اسلام ان بیہودہ باتوں پر نظر ڈالیں

فریق اللہ جل شانہٗ کے علم کو بھی ناقص بتاتا ہے اُس کو سلف صالح کے موافق بتا دیا۔

فریق ثانی یعنی اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم الٰہی جمیع کائنات کا علم ہوا اور وہ علم الٰہی کے دریائے عظیم کا ایک قطرہ ہے چنانچہ یہ مضمون بار بار رسالوں میں شائع ہو چکا ہے۔

فریق اول یعنی وہابی۔ اس کو شرک کہتے ہیں۔ جانب مخالف انصاف کریں کہ اس کو شرک کہنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ بعینہ صفت خاص خدا کی تھی جو بندہ میں ثابت کیگئی تو ضرور معترض یعنی وہابیہ کے نزدیک (معاذ اللہ) خدا کا علم بھی تعلیمی ہے اور خدا کا بھی کوئی نہ کوئی ضرور اُستاد ہے جس نے اس کو تعلیم کیا (استغفر اللہ) کیا جانب مخالف کے نزدیک فریق اول سلف صالح کے موافق ہے جو حضرت حق سبحانہ تعالےٰ اور اُس کے حبیب اعظم محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم کا انکار کرتا ہے جس کے نزدیک خدا کے لئے شاگرد بن کر علم سیکھنا ضروری ہے۔ رسول کے لئے ہر طرح کا علم ثابت کرنا شرک ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ الٰہی جانب مخالف اور اس کے فریق کو ہدایت فرما۔

قولہ۔ اور بعض اہل علم نے غیب کی یوں تعریف کی ہے کہ غیب وہ ہے جو حواس یا عقل سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ حضرت حق سبحانہ نے کسی کو اس پر اطلاع دی ہو خاص رب العزت ہی کو معلوم ہو نہ غیر کو۔ اقول آپ کی لیاقت علمی بھی قابل تعریف ہے۔ وہ بعضے اہل علم کونسے ہیں جنہوں نے غیب کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ سوائے رب العزۃ کے اور کوئی اُس کو نہ جانے اور نہ حق سبحانہٗ تعالےٰ نے کسی کو اُس پر اطلاع دی ہو غالباً یہ بعض اہل علم بھی ویسے ہی ہونگے جیسے وہ آپ کے سلف صالح کے موافق گروہ والے تھے اکثر جہلا یہ کہا کرتے ہیں کہ جب اللہ نے تعلیم کیا تو وہ غیب کہاں رہا۔ یہ غلطی اسی باعث ہوئی کہ یہ لوگ غیب کے معنی سے ناواقف ہیں۔

اب غیب کے معنی سنئے تفسیر بیضاوی میں ہے والمراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا تقتضیہ بداھۃ العقل یعنی غیب اُس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی اور بداہۃ عقل یا نہیں لیتی اس میں یہ کہیں ذکر نہیں کہ اس کی تعلیم نہیں ہو سکتی یا تعلیم سے غیب غیب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ مخالف صاحب نے اپنی طرف سے بے ثبوت محض خلاف تصریحات مفسرین

اور کتب معتبرہ کی طرف اصلاً التفات نہ کیا۔ افسوس ہو دینی مسائل میں یہ ہوا مندیاں اپنی طبیعت سے جو چاہا بالکہدیا جسکا ثبوت نہ دار عالم میں معتقدار علما کی نظر میں آپکا یہ طرز عمل آپکی کیا وقعت پیدا کریگا تفسیر کبیر ملاحظہ ہو۔ آیہ کریمہ یومنون بالغیب کے تحت مسطور ہے قول جمہور المفسرین ان الغیب ھو الذی یکون غائبا عن الحواس ثم ھذا الغیب ینقسم الی ما علیہ دلیل والی ما لا دلیل علیہ یعنی جمہور مفسرین کا قول ہے کہ وہ غیب ہے جو حواس سے غائب ہو پھر اس غیب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جسپر دلیل نہ ہو جس غیب کی دلیل نہ ہو وہ جناب حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ رہا وہ غیب جسپر دلیل ہو وہ مخلوق کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ سبحانہ کا علم تو کسی دلیل یا تعلیم کا محتاج ہی نہیں تو ضرور اس قسم کا غیب بندوں کے ساتھ خاص ہوگا اب فرمائیے کہ جناب کا یہ قول کہ حق سبحانہ نے کسی کو اسپر اطلاع نہ دی ہو کتنا کھلا باطل و کتب تفسیر اور جمہور مفسرین کے خلاف ہے کیا آپکے نزدیک خدا وند عالم غیب کی تعلیم پر قادر نہیں ہے اور اسپر کسیکو مطلع نہیں فرما سکتا آپ کو معاذ اللہ قرآن پاک سے دریافت کیجئے کہ اللہ سبحانہ اپنے بندوں کو غیب پر اطلاع دیتا ہے یا نہیں ارشاد فرماتا ہے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء دیکھئے اس آیت میں کیسا صاف فرما دیا کہ مجتبیٰ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے اس مضمون کی آیتیں لکھی جائیں تو ذخیرہ ہو جائے مگر افسوس آپ ضد و تعصب کے جوش میں قرآن پاک کا خلاف کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اب تو فرمائیے کہ غیب بتایا جاتا ہے یا نہیں اللہ انصاف عطا فرمائے۔

قولہ ص۔ چنانچہ اس نفی غیر پر آیہ کریمہ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ناطق ہے

اقول جانب مخالف نے یہ آیت اس لئے نقل کی ہے تاکہ یہ ثابت کرے کہ سوائے خدا کے کوئی غیب کو نہیں جانتا مگر ہم اوپر بوضاحت بیان کر چکے ہیں کہ وہ غیب جسپر دلیل ہو اللہ جل شانہ کیساتھ خاص نہیں۔ آیت بیشک حق ہو لیکن اس سے یہ ثابت کرنا سراسر باطل کہ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ نے کسی کو غیب کا علم تعلیم نہیں فرمایا نہ آیت کا یہ ترجمہ ہے نہ مفاد بلکہ آیت میں اس غیب کی نفی ہے جسپر دلیل نہیں اور جس کو علم ذاتی بھی کہہ سکتے ہیں یعنی جو بے تعلیم خود بخود حاصل ہو اور اگر یہ مراد نہ ہو بلکہ آیت کا یہ مطلب ہو کہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی کو غیب کا علم تعلیم الٰہی سے بھی

نہیں ہوسکتا تو اول تو اللہ جلشانہ کا عجز لازم آئے گا (نعوذ باللہ) اور ثانیاً آیہ وافی ہدایہ ما
کان اللہ لیطلعکم علے الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء اور آیہ کریمہ عالم
الغیب فلا یظھر علے غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول کے بالکل خلاف ہوگا اسلئے
کہ ان آیتون سے خوب ظاہر ہے کہ اللہ جلشانہ اپنے مجتبیٰ مرتضےٰ رسولونکو غیب پر مطلع فرما دیتا ہے
پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ یہ علم تعلیم الٰہی سے بھی حاصل نہیں بلکہ ضروری یہی مطلب ہوگا کہ خود
بخود اپنی ذات اور اٹکل سے کوئی ان غیب نہیں جانتا البتہ بتعلیم الٰہی انبیاء علیہم السلام جانتے ہین
چنانچہ امام مناوی رحمہ الباری روض النضیر شرح جامع صغیر میں تحریر
فرماتے ہین فاما قولہ لا یعلمہا الا ھو فمفسر بانہ لا یعلمہا احد بذاتہ ومن ذاتہ
الا ھو لکن قد یعلم باعلام اللہ تعالی فان ثمہ من یعلمہا وقد وجدنا ذلک
بغیر واحد کما رأینا جماعۃ علموا متی یموتون وعلموا ما فی الارحام حال حمل المرأۃ
وقبلہ یعنی آیہ وعندہ الایہ کی تفسیر یہ ہے. مفاتح غیب کی کوئی خود بخود سوا خدائے تعالےٰ کے
نہیں جانتا اور اسکی تعلیم سے یقیناً جان لیتا ہے اور ہمنے ایسی جماعتون کو دیکھا کہ جنہون نے یہ جان
لیا کہ کہان مرین گے اور حالت حمل میں اور اس سے پہلے معلوم کر لیا کہ عورت کے پیٹ
مین کیا ہے لڑکا یا لڑکی . کہئیے اب بھی آیت کے معنی معلوم ہوئے یا کچھ تردد باقی ہے آپکا آیت
کو سند بنانا آیت کے معنی تک نہ پہنچنے کا ثمرہ تھا پہلے ہی تحقیق کر کے معنی سمجھ لئے ہوتے تو اسقدر
شرمندگی نہ ہوتی لیکن خیال باطل کی تائید اور مذہب مردود کی حمایت آپ کو دیدہ ودانستہ
بھی ایسے اعتراض پیش کرنے پر مجبور کرے تو تعجب نہیں اس لئے مناسب ہے کہ مین آپ کو خوب
اطمینان دلاؤن ملاحظہ فرمائیے تفسیر احمدی صحیح اس میں ہر دلک ان تقول ان علم ھذہ
الخمسۃ وان کان لا یعلمہا احد الا اللہ لکن یجوز ان یعلمہا من یشاء من
محبیہ واولیائہ بقرینۃ قولہ تعالی ان اللہ علیم خبیر بمعنی المخبر اس تفسیر سے بھی صاف
ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے محبین اور اولیا میں سے جس کو چاہے امور خمسہ کا علم بھی تعلیم فرمادے
الغرض جتنی آیتون میں یہ مذکور ہے کہ کوئی غیب کو نہیں جانتا سب سے یہی مقصود ہے کہ خود بخود
بے تعلیم الٰہی نہیں جانتا ملاحظہ ہو مجمع النہایہ فی بدایۃ الخیر والغایہ علامہ شنوانی رحمہ اللہ

تعالےٰ فرماتے ہین لا یعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ فلا یعلم ذلک ملک مقرب ولا نبی مرسل قال بعض المفسرین لا یعلم ھذہ الخمس علما لدنیا ذاتیا بلا واسطۃ الا اللہ فالعلم بھذہ الصفۃ مما اختص اللہ تعالیٰ بھا واما بواسطۃ فلا یختص بہ تعالیٰ حاصل یہ کہ امور خمسہ کا علم ذاتی لدنی بے واسطہ اللہ جلشانہ کے سوا کسی کو نہین لیکن علم بواسطہ اللہ تعالےٰ کیساتھ مختص نہین وہ سبحانہ جسے چاہے تعلیم فرمادے اور اس نے جسے چاہا تعلیم فرمایا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہین مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا راندانداینہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالےٰ از نزد خود کسے را بوحی والہام بدانا ندا تو بالکل پردہ اٹھ گیا کہ مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الٰہی کوئی شخص ان امور کو اٹکل اور قیاس سے نہین جانتا کہ یہ امور غیب ہین سوائے خدا کے کوئی اسکا جاننے والا نہین مگر جس کو اللہ جلشانہ نے وحی والہام کے ذریعہ سے تعلیم فرمایا ہو اب بخوبی ثابت ہوگیا کہ آیہ شریفہ مین غیب کی نفی مطلق نہین بلکہ خود بخود اپنی عقل سے جاننے کے نفی ہی۔ جانب مخالف نے آیت کے معنے سمجھنے میں خطا کی اور غلط استدلال کیا۔ مذکورہ بالا جملہ روایات و تفاسیر کا خلاف کیا اگر انپر نظر نہ تھی تو آیت سے استدلال کرنیمین جرأت نہ کرنا چاہئیے تھا عجب ہے کہ مخالف اپنی غلط فہمی کو اپنے باطل مدعا کی دلیل بنانا چاہتا ہے قولہ اور اسی معنے کے اعتبار سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر مین تحریر فرمایا ہے وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ

اقول علامہ ملی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ اسی غیب پر حکم تکفیر نقل کرتے ہین کہ جسپر دلیل نہ ہو اور یہ ہمارا عقیدہ ہی کہ جس غیب پر دلیل نہ ہو وہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہی جیسا کہ مذکور ہو چکا رہا وہ غیب جسپر دلیل ہی وہ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت فرمایا ہو۔ لطف تو جب ہے کہ میں اس مدعا پر خود علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالےٰ ہی کی شہادت پیش کرون جس سے جانب مخالف نے استدلال کیا ہو ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالےٰ شرح شفا جلد اول صفحہ میں فرماتے ہین (ما اطلع علیہ من الغیوب) ای الامور الغیبیۃ فی الحال (وما یکون) ای سیکون فی الاستقبال مطلب یہ ہے

شرح فقہ اکبر کی عبارت سے من جانب مخالف اور صاحب کشف الغطاء و سہم الغیوب و دلیس کی غلط فہمی اور اس کا جواب۔

ملا علی قاری کی شرح شفا سے فخر عالم کے لئے ما کان و یکون کے علم کا اثبات۔

حضور کا ایک مجلس میں تمام مخلوقات کے مبدا و معاد کی خبر دینا

کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو امور غیبیہ یہ حال و استقبال پر مطلع فرمایا ہے۔ کیا یہی علامہ علی قاری خود اسی پر کفر کا فتوے ابھی دیتے ہیں۔ اے مخالف صاحب فرا ہوش و خرد سے کام لیجئے آپکا خیال کہاں ہے اور تماشہ دیکھئے پھر یہی علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف جلد پنجم صفحہ ۲۴۲ میں امام ابن حجر عسقلانی سے نقل کرتے ہیں دل ذلک علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من المبدأ الی المعاد والمعاش وتیسیر ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم یعنی حضور سید یوم النشور صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ نے ایک ہی مجلس میں مبدا اور معاش و معاد دنیا و آخرت سب کی خبر دی اور یہ خوارق عادت میں سے ایک بڑا امر ہے اور ابھی یہی نہیں کہا جاسکتا کہ جناب مصطفے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اسی میں منحصر ہے بلکہ اس علم عظیم کی غایت کا درک ہماری قدرت سے باہر ہے اس سے وہی ذات پاک واقف ہے جس نے عطا فرمایا۔

اب غور فرمائیے۔ کہ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالے اپنی عبارتیں رسول اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا علم عطائی کل بنسبت امور غیب صاف ثابت کر رہی ہیں اور اس وضاحت سے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین اور دنیا کے سب امور سے واقف تھے بلکہ اسکی اطلاع بھی دی۔ کیا یہی علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسی پر اعتقاد والے کو کافر بتاتے ہیں؟ مجھے مخالفین کی عقل پر تعجب آتا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں جو اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ علامہ علی قاری رحمۃ الباری اپنے ہی اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دے سکتے ہیں وہ عبارت جو جانب مخالف نے نقل کی ہے اسی غیب کے اعتقاد پر تکفیر کی ہے کہ جسپر دلیل ہے یعنی علامہ علی قاری رحمۃ اللہ نے کسی مخلوق کے بالذات و بے تعلیم الٰہی عالم ہونے کے اعتقاد پر تکفیر کا حکم نقل کیا اور یہ بالکل صحیح اور یہاں اور یہ جب جانب مخالف کی خوش لیاقتی کہیے یا جوش تعصب سمجھئے کہ انہوں نے مثبتین علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس عبارت سے حکم تکفیر لگا دیا اور یہ کہ پوری عبارت بھی نقل نہیں کی جو مطلب واضح کر دیتی پوری عبارت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالے کی یہ ہے ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ وذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام غیب نہیں جانتے مگر اسی قدر جو تعلیم الٰہی سے ہو اور حنفیہ نے اس اعتقاد پر تکفیر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم خود بخود یعنی بے واسطہ تعلیم الٰہی کے عالم الغیب ہیں اور یہ بالکل بجا ہے مگر مقصود صاف بات تھی جسکو عبارت کی قطع و برید سے پیچیدہ کرنا چاہا ہے

قولہ پس اس بیان سے یہ امر خوب ظاہر ہو گیا کہ جناب العالمین مطلقاً علام الغیوب ہے اور خلائق کو باطلاعہ تعالیٰ بعض مغیبات کا علم عطا ہو گیا ہے (الیٰ ان قال) تو مخلوق کا علم خالق رب الارباب کے علم کے مساوی اور برابر نہیں ہو سکتا۔ الخ

اقول اولاً۔ حافظہ نباشد کا مضمون ہے ابھی تو آپ یہ فرما چکے ہیں کہ غیب وہ ہے جو حواس یا عقل سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ حضرت حق سبحانہ نے کسی کو اس پر اطلاع دی ہو خاص رب العزت کو معلوم ہو نہ غیر کو آپ اب یہ کیسے فرماتے ہیں کہ خلائق کو باطلاعہ تعالیٰ بعض مغیبات کا علم عطا ہو گیا ہے۔ جب غیب کا علم خاص رب العزت کے سوا غیر کو ہوتا ہی نہیں اور حق سبحانہ کسی کو اطلاع نہیں دیتا تو مخلوق کو بعض مغیبات کا علم کس طرح عطا ہوا؟ یہ تناقض اقوال جناب نے کس مصلحت سے تحریر فرمائے ہیں اور ان دونوں میں سے جناب نے کس قول کو سچا اور کس کو جھوٹا قرار دیا ہے مگر بات یہ ہے کہ آپ کا یہ قول (کہ غیب وہ ہے جو کسی کو بتایا نہ جائے) اس درجہ صریح البطلان اور پادر ہوا تھا کہ آپ خود بھی اس پر قائم نہ رہ سکے اور حق کے مقابل تعصب سے جب کام لیا جاتا ہے تو یہی انجام ہوتا ہے۔

ثانیاً ابھی آپ ملا علی قاری سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے غیب جاننے کے اعتقاد پر کفر کا حکم سنا چکے ہیں اور یہاں مخلوق کیلئے بعض مغیبات کے علم کے خود قائل ہوئے تو فرمائیے اس کفر میں جناب کا بھی حصہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس محرومی کی وجہ بیان کیجئے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں　　آج آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا

اب فرمائیے ملا علی قاری علم ذاتی کے اعتقاد پر تکفیر فرماتے ہیں یا عطائی کے ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

ثالثاً اگر درحقیقت آپ کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعطائے الٰہی جملہ اشیاء کا علم حاصل ہے اور اس کو بعض مغیبات سے تعبیر کرتے ہیں اور علم الٰہی کے مقابلہ میں یہ بہت قلیل ہے اگرچہ بجائے خود تمام ملکوت سماوات و ارض تک وسیع ہو تو تسلیم تھا مگر مشکل تو یہ ہے کہ آپکا گروہ علم الٰہی کی عظمت سے بالکل ناواقف ہے جہاں حضور کیلئے جمیع اشیاء کا علم ثابت کیا اور آپ لوگ گھبرائے کہ خدا کی برابر کر دیا تو بات یہ ہے کہ آپ خدائے پاک کا علم اسی قدر سمجھتے ہیں اگر آپکو یہ معلوم ہوتا

علم حق کے سامنے جمیع اشیاء کے علوم نہایت قلیل ہیں تو آپ کو حضور کیلئے انکے ثابت ہونے سے ایسا
گھبرا اور دہشت نہ ہوتی اور آپ اسکو علم الٰہی کے مساوی نہ کہتے لیکن آپ اس غلطی میں تو اپنی بے علمی
سے مبتلا ہیں تفسیر خازن جلد ۳ صفحہ ۱۹۳ قال المفسرون لما نزلت بمکۃ ویسئلونک عن الروح
الایۃ وھاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ اتاہ احبار الیھود وقالوا یا محمد
بلغنا انک تقول وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اتعنینا ام قومک فقال علیہ الصلوٰۃ
والسلام کلا قد عنیت قالوا الست تتلوا فیما جاءک انا اوتینا التوراۃ فیھا علم کل
شیء فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھی فی علم اللہ قلیل الخ یعنی مفسرین نے فرمایا
کہ جب آیۂ کریمہ ویسئلونک عن الروح الایۃ مکہ میں نازل ہوئی اور حضور سرور عالم علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی آپ کی خدمت میں علمائے یہود نے حاضر
ہو کر عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خبر پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں وما اوتیتم من العلم
الا قلیلا یعنی تم نہیں دئے گئے علم سے مگر تھوڑا کیا آپ ہمکو مراد لیتے ہیں یا اپنی قوم کو حضور
نے فرمایا ہر ایک سب کو مراد لیتا ہوں انھوں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس جو خدا کا کلام
آیا ہے اسمیں آپ یہ نہیں پڑھتے کہ ہم کو توریت عطا ہوئی اسمیں ہر چیز کا علم ہے حضور نے
فرمایا کہ وہ علم الٰہی کے حضور قلیل ہے فرمایا کیا اب بھی آپ اللہ تعالیٰ کے علم بے نہایت کو
جمیع اشیاء میں محدود و منحصر سمجھکر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے جمیع اشیاء کا علم ثابت ہونے
پر یہ الزام دیجئے کہ مخلوق کا علم خالق کی برابر کر دیا۔ کیا اب بھی علم الٰہی کی عظمت سے آنکھیں
بند کر لیجئے علم الٰہی کو جمیع اشیاء کی چار دیواری میں محدود سمجھنا کسقدر نادانی ہے اور ششتین
علم سرور عالم علیہ السلام کو تساوی اور خدا کی برابر کر دینے کا الزام دینا اسی بنا فاسد پر تھا لہٰذا
اہل سنت نے مجملہ حضور کو خدا کی برابر نہ کہا مگر آپ نے علم الٰہی کو گھٹا کر خدا کو رسول کی برابر ٹھہرا دیا
بلکہ رسول سے بھی کم کر دیا کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم بھی اس حد میں محدود نہیں
عنایت الٰہی نے آسمانوں اور زمینوں کے ملک بھی حضور کی وسعت علمی کے سامنے قلیل ہیں
اور حضور کا علم ان سے بھی اکثر و افضل ہے تفسیر خازن جلد ثالث صفحہ ۴۳ میں ہے قلت ملکوت السمٰوٰت
والارض من بعض آیات اللہ ایضا وآیات اللہ افضل من ذلک واکثر الذی اراہ محمد صلی اللہ

[illegible]

حضور کا علم آسمانوں زمین سے افضل ہے

Click For More
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ وسلم من اٰیاتہ وعجائبہ تلک اللیلۃ کان افضل من ملکوت السمٰوٰت والارض
یعنی میں کہتا ہوں کہ ملکوت سمٰوٰت وارض بھی آیات الٰہیہ میں سے بعض ہیں اور بیشک آیات الٰہیہ جس سے افضل
ہے وہ اکثر ہیں اور شب معراج جو آیات و عجائب اللہ تعالیٰ نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معائنہ
کرائے وہ ملکوت سمٰوٰت و ارض سے افضل ہیں اب انصاف کیجیے کہ ملکوت سمٰوٰت و ارض جب حضور کے علم کا
بعض ہوئے تو حضور کیلئے اُنکے ثابت کرنیکو یہ کہنا کہ خدا سے تعالیٰ کی برابر کر دیا صاف یہ معنی رکھتا ہے کہ رب
اللہ سبحانہ کو اتنا ہی علم ہے مخالفین کسقدر غلطی میں مبتلا ہیں سینوں کو الزام دینے اور سادہ لوحوں کو ثابت کر کے
شوق میں علم الٰہی کی عظمت گھٹانے کے درپے ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور ایسی ضد اور ہٹ
سے پناہ میں رکھے۔ ملکوت سمٰوٰت و ارض جس سے حضور انور کا علم بھی وسیع ہے اُس میں علم الٰہی کو منحصر
کر دینا کسقدر ظلم ہے۔ اب فرمائیے کہ حضور کیلئے ملکوت سمٰوٰت و ارض کا علم ثابت کرنے سے خدا و رسول
کا برابر ہو جانا کس طرح ممکن ہے۔ اگر خداوند عالم کے علم کی عظمت کا کچھ پتہ ہو تو مخالفین حق تعالیٰ
اور اُس کے رسول علیہ السلام کے علم میں فرق کر سکیں علماء اہل سنت نے اس فرق کی تصریحیں فرما دی ہیں
خود اعلام الاذکیا کے ص ۳۶ پر اعلیحضرت مولانا مولوی احمد رضا خانصاحب دامت برکاتہم کی تقریظ موجود ہے
جس میں یہ جملہ بغور ملاحظہ کیجیے والعیاذ باللہ میں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الٰہی ذاتی علم خلق عطائی وہ
واجب یہ ممکن وہ قدیم یہ حادث۔ وہ نامخلوق یہ مخلوق۔ وہ نامقدور یہ مقدور وہ ضروری البقا
جائز الفنا۔ وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون
کو۔ اب کہیے کہ باوجود اتنے تفرقوں کے کوئی عاقل مساوی علم الٰہی کے کہہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پھر بھلا
کیا ضرورت تھی جو آپ نے ایک رسالہ لکھدیا اور بہت سا خون جگر کھایا مگر درحقیقت آپ کا اعتقاد تو یہ ہے
جو آپکی اور آپکے فریق کی تقریروں سے ظاہر ہے کہ سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گنتی کی دو چار چیزیں
بتا دی گئیں باقی نہیں وہ دیوار کے پیچھے کا بھی حال معلوم نہیں چنانچہ براہین قاطعہ مطبوعہ ہاشمی پریس ص ۴۶
میں لکھتے ہیں اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں باوجودیکہ حضرت شیخ مدارج
شریف میں فرماتے ہیں وایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ یعنی نہ اثبات کی کچھ اصل نہ روایت
اسکے ساتھ صحیح مگر باوجود اس کے حضور علیہ الصلوٰۃ کے علم کی تنقیص کے لئے شیخ پرا تہام یہ ہے
آپ کا عقیدہ حضور کے علم کی نسبت اور یہ ہے آپ کی دیانت کا نمونہ کہ شیخ جس بات کو باطل و

براہین قاطعہ ص ۵۱

[illegible] ص ۵۰

بے اصل بتائیں آپ شیخ ہی کو اس کا تہمت بتائیں اور آپ کا یہ قول کہ علم محیط نہیں رکھتے جس
معنی پر کہ آپ گمان کرتے ہیں بالکل باطل ہے اور اس مدعا پر جو استدلال آپ نے شاہ عبدالعزیز
صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ سے کیا ہے وہ آپ کی بے احتیاطی اور بیجا تصرف کا نمونہ ہے
بے احتیاطی تو یہ کہ شاہ صاحب کی عبارت فارسی ہے آپ نے اُردو لکھی اور نسبت
شاہ صاحب کی طرف کر دی اور بیجا تصرف یہ کہ بے موقع نقل کی اُس سے مراد غلط سمجھی شاہ
صاحب کی مراد یہ ہے کہ علم الٰہی کو کسی مخلوق کا علم محیط نہیں ورنہ رسول اکرم صلے اللہ تعالے
علیہ وسلم کے علم پر محیط کا اطلاق درست ہے چنانچہ تفسیر روح البیان جلد سادس صفحہ
۴۴ مطبوعہ مصر میں ہے وکذا صار علمہ محیطا بجمیع المعلومات الغیبیۃ الملکوتیۃ
کما جاء فی حدیث اختصام الملئکۃ انہ قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت
بردھا بین ثدیی فعلمت علم الاولین والاخرین وفی روایۃ علم ما کان وما
یکون حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مغیبات
ملکوتیہ پر محیط ہوا چنانچہ حدیث اختصام ملائکہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ پروردگار نے
اپنا کف دست فیض و رحمت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے
اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس
مجھے علم اولین و آخرین حاصل ہو گیا اور ایک روایت میں ہے کہ گذشتہ و آئندہ کا
تمام علم حاصل ہو گیا مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف جلد پنجم صفحہ ۲۳۱ پر تحت حدیث انی
لاعرف اسماءھم واسماء آبائھم والوان خیولھم سطور ہے فیہ مع کونہ من المعجزات
دلالۃ علی ان علمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محیط بالکلیات والجزئیات
من الکائنات وغیرھا یعنی آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے اس خبر دینے میں
باوجود معجزہ ہونے کے اس پر بھی دلالت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا علم کائنات
وغیرہا کے کلیات و جزئیات پر محیط ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالے
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث اختصام ملائکہ کے جملہ فعلمت ما فی السموٰت

والارض کی شرح میں فرماتے ہیں پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و ہرچہ در زمین بود

عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطۂ آن اور مدارج شریف کے خطبہ مین فرماتے ہین وہ سے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بر ہمہ چیز از شیونات ذات و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ است و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ منصف کے لئے یہ چار گواہ کم نہین وہ سمجھ سکتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو حضرت حق تعالے نے کائنات وجمیع ہا کے تمام علوم ظاہر اور باطن اول و آخر جزوی اور کلی پر محیط کر دیا ہے مگر جس کے دل مین انصاف اور حق طلبی کا مادہ ہی نہ ہو اُسکے لئے ہزار بھی کم ہین۔ آپ نے جو آیۂ شریفہ ولا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء نقل فرمائی وہ بالکل حق ہے مگر فہم نصیب اعداء آپ نے اُس کا ترجمہ تک غور سے نہین دیکھا۔ آیت بصراحت فرما رہی ہے کہ وہ علم الٰہی کا احاطہ نہیں کر لیتے اور جو عبارت تفسیر کبیر سے جانب مخالف نے نقل کی ہے اسمیں بھی ھوان علمہم سے ظاہر ہے کہ نفی احاطۂ علم باری سبحنہ تعالے کی ہے یہی ہمارا مذہب ہے کہ علم الٰہی محیط ہے محاط نہین۔ رہا آپ کا یہ فرمانا کہ مخلوق کا علم قلیل ہے یہ بیان ہو چکا کہ جناب باری عز اسمہ کے سامنے تمام مخلوقات کا علم قلیل ہے۔ اور وہ نسبت بھی نہین رکھتا ہے جو ذرہ کو آفتاب اور قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہے جیسا کہ آپ نے آیۂ شریفہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا نقل فرمائی ہے اور نیز عبارتین نقل کی ہین اور بخاری شریف میں ہے

[آیۂ ولا یحیطون کی تفسیر اور عبارت تفسیر کبیر و بخاری کا جواب]

وقع عصفور علی حرف السفینۃ فغمس منقارہ فی البحر فقال الخضر لموسیٰ ما علمک وعلمی وعلم الخلائق فی علم اللہ تعالیٰ الا مقدار ما غمس ھذا العصفور منقارہ الحدیث حاصل یہ کہ کشتی کے کنارہ پر ایک چڑیا نے بیٹھکر اپنی چونچ دریا میں تر کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ میرا اور تمہارا اور تمام مخلوق کا علم جناب باری تعالے کے علم کے سامنے اتنا ہی ہے جیسا کہ دریا کے مقابلہ میں اس چڑیا کا چونچ تر کر لینا امام محمد غزالی رحمہ اللہ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہین ہیچ سلیم دل نبود کہ اینقدر نداند کہ علم فرشتگان و آدمیان در جنب علم حق ناچیز است بلکہ ہمہ را گفتہ کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور تمام عجوب آسمانون اور زمین کے اللہ جلشانہ

کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہیں چنانچہ علامہ خفاجی حواشی بیضاوی میں طیبی سے نقل فرماتے ہیں ان معلومات اللہ تعالیٰ لا نھایۃ لھا وغیب السمٰوٰت والارض وما یبدونہ وما یکتمون نقطۃ منھا بمقابلۃ علم الٰہی تمام غیوب سموات و ارض کو قلیل کہا جائے تو بیشک بجا ہے لیکن ان غیوب کو بجائے خود قلیل کہنا کثرت نادانی جنون یا نابینائی ہے۔ رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو علم الٰہی سے ایک قطرہ عطا ہوا اور خفاجی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب سموات و ارض علم الٰہی کا ایک قطرہ ہیں پھر اس جاہل پر افسوس ہے جو اب بھی علم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو علم الٰہی کے مساوی سمجھے تمام غیوب سموات وارض کا عالم ہو کر بھی کوئی خدائے تعالےٰ جل شانہ کے علم کی برابری نہیں ہوسکتا بلکہ وہ نسبت بھی نہیں رکھتا ہے جو قطرہ کو سمندر کے ساتھ ہے تفسیر روح البیان میں ہے وقد قال صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ماکان وما سیکون در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ وے زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ماکان وما سیکون۔ ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان وسیکون کا علم حاصل ہو گیا۔ اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ماکان اور ما سیکون کا علم بھی علم الٰہی سے ایک قطرہ ہے اور اسی معنی سے اس کو بعض یا قلیل کہہ سکتے ہیں بس جہاں کہیں تفاسیر وغیرہا میں بعض یا قلیل کا لفظ یا اس کا ہم معنی استعمال ہوا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ علم جناب باری تعالےٰ کے سامنے تمام مخلوقات کا علم گو کتنا ہی ہو قلیل ہے اور قلیل کے لفظ سے ان کے جمیع اشیاء کے عالم ہونے کا انکار کرنا جہالت وسفاہت ہے افسوس ہمارے ابنائے نوع جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جمیع اشیاء کے عالم ہونے کے اعتقاد پر کفر شرک کا فتوے دیدیا اور یہ خیال کر لیا کہ معاذ اللہ خدا ہی کو ہے انہوں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ہی علم میں نقصان نہیں ثابت کیا بلکہ خدا کی طرف بھی یہ قصور عائد کر دیا (نعوذ باللہ من ذلک) اور اس کے علم عظیم کو اتنا ہی سمجھ بیٹھے۔ حالانکہ علوم ماکان وما یکون

اور غیوب سمٰوات و ارض سب کے سب اُس کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہی جیسا کہ فقیر کی منقولہ عبارت سے ثابت ہوا۔ کاش یہ حضرت بھی توجہ فرماتے اور ان عبارات پر غور کریں تو ہرگز مسلمانوں پر شرک کا فتوے دیکر شرک نہ بتاتے خدا یا ہم کو اور ہمارے بنی نوع کو اپنے سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت کر اور توفیق مرحمت فرما ؎

اس تقریر کے بعد مؤلف اعلاء کلمۃ الحق نے توحید کے معنی بیان کئے ہیں اور علوم شرعی و غیر شرعی کا بیان بقدر اپنی لیاقت کے لکھا ہی اور حضرت مولنا شاہ سلامت اللہ صاحب مؤلف اعلام... کی یاری کی نسبت حسب عادت اپنی ہمت کے موافق کلمات کہے ہیں ہم کو ان سے بحث نہیں البتہ انھون نے صفحہ ۱ پر یہ بحث کی ہی کہ آن حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو حضرت حق سبحانہ تعالے نے علم شعر عطا نہیں کیا۔ اس مدعا پر آیۂ کریمہ وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ سے استدلال کیا ہی۔ اور مُلّا کمال الدین کاشفی کی تفسیر سے یہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی زبان مبارک وزن شعر کے ساتھ موافقت نہ کرتی تھی اسی صفحہ کے آخر میں اپنی اجتہاد خانہ زاد سے قیاس ایجاد کیا ہے قولہ بھلا جو علم کے سراسر بُرے ہیں اُنکی قباحت اور بُرائی شرع شریف میں ثابت ہے جیسے علم سحر اور طلسم اور کہانت وغیرہ اُن علوم کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ قدس صفات کیوں کر متصف ہو سکتے ہیں بس جن لوگوں نے یہ دعوے کیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جمیع اشیا اور غیوب کے عالم ہیں۔ کیا نا عاقبت اندیشی سے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن علوم کے ساتھ متصف کرنا چاہتے ہیں کہ جو شان نبوت کے بالکل منافی بلکہ نفس ایمان کے بھی مند ہیں ۔

اقول جانب مخالف اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵ میں خود فرما چکے ہیں کہ ہر کس و ناکس ناحق شناس کا قیاس اصول دین میں سے نہیں ہو سکتا پھر کس طرح اُن کا اجتہاد تسلیم کر لیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علم سحر و کہانت سے غافل ہیں لہذا ہم انہی سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اُنکا یہ قیاس قابل قبول ہی؟ اگر ہے تو کیون؟ کیا مجتہد ہونیکا یہ دعوے ہے علاوہ بریں زبان مبارک کا وزن شعر کے ساتھ موافقت نہ فرمانا اُنھون نے کس طرح میں

نقل کیا ہے۔ آیا یہ خیال ہے کہ یہ فن شعر کی عدم واقفیت پر دلیل و برہان ہو جائیگا۔ اگر یہ
ہے تو خیال باطل ہے کتنے عروض و قوافی کے جاننے والے فن شعر کے ماہر ایسے ہیں کہ وزن
شعر کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں شعر کے ردی و جید
میں تمیز نہ ہو فن کے قواعد و مصطلحات سے بےخبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں علم سے
بہت مرتبہ ملکہ مراد ہوتا ہے ہمارے روزمرہ کے محاورے ہیں کہ فلاں عالم لکھنا نہیں
جانتا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حرف کی صورت و ہیئت اور قواعد کی
اس کو خبر نہیں۔ سب کچھ جانتا ہے مگر لکھنے کا ملکہ نہیں آپ روٹی پکانا نہیں جانتے
اس کے یہی معنی ہیں کہ پکانے کا ملکہ نہیں ورنہ جانتے خوب ہیں کہ کس طرح پکتی ہے زید
کہتا ہو کہ میں تیر اندازی جانتا ہوں آپ تیر کمان دیکر کہئے کہ نشانہ لگائے اور کسی
طرح نشانہ نہ لگا سکے تو یہی کہا جائے گا کہ نہیں جانتا گو کہ وہ تیر اندازی کے مفہوم و معنی
کا خوب واقف ہے لیکن یہاں مراد تو علم سے ملکہ ہے کچھ ہمارے ہی محاورات پر مخصوص نہیں
ہر ملک اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے تلویح میں ہے ولا نسلم ان
لا دلالۃ للفظ العلم علی التھیؤ المخصوص فان معناہ ملکۃ یقتدر بہا علی ادراک
جزئیات الاحکام واطلاق العلم علیہا شائع فی العرف کقولھم فی تعریف
العلوم علم کذا فان المحققین علی ان المراد بہ ھذہ الملکۃ ویقال لہا
الصناعۃ ایضا لا نفس الادراک مسلم الثبوت میں ہے واجیب بانہ لا یضر لا ادری
لان المراد الملکۃ مولانا عبدالحق خیرآبادی اور ملا محمد مبین رحمۃ اللہ علیہما اپنی اپنی شرحوں میں
فرماتے ہیں لان المراد بالعلم الملکۃ عمدۃ المخالفین مولوی بشیر الدین اپنی شرح
کشف المبہم میں لکھتے ہیں لان المراد بالعلم فی قولہم العلم باحکام الملکۃ تم
آپ کو معلوم ہوا ہو گا کہ علم بمعنی ملکہ کے شائع و ذائع ہے احادیث میں بکثرت علم بمعنی ملکہ
آیا ہو مسند الفردوس میں بکر بن عبداللہ بن ربیع سے مروی ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علموا
اولادکم السباحۃ والرمایۃ۔ دیلمی نے جابر بن عبداللہ سے بایں الفاظ روایت کی علموا
بنیکم الرمی فانہ نکایۃ العدو یعنی اپنے اولاد کو تیر اندازی اور شناوری تعلیم کرنے کا حکم فرمایا

کیا جانب مخالف محض شاعری اور تیراندازی کے مفہوم و معنی کا ذہن نشین کرنا اور زبانی طور پر اس کی پوری کیفیت سنا اور سمجھا دینا اور تیر اندازی کرنیوالوں کا دکھا دینا تحصیل ارشاد کیلئے کافی سمجھتے ہیں یا مشق و محنت کرا کے تیراندازی اور شاعری پر قادر کر دینا مراد لیتے ہیں فرمائیے علم سے ملکہ مراد ہوا یا کچھ اور ؟ خود قرآن پاک میں وارد ہے۔

وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم فھل انتم شاکرون فرمائیے اس آیت میں ملکہ مراد ہے یا صرف ادراک ؟ آیت وعلمناہ الشعر میں بھی علم سے ملکہ مراد ہے اور ملکہ ہی کی نفی ہے نہ یہ معنی کہ حضور کو شعر کا علم ہی نہ تھا تفاسیر آیت کے معنی میں ملکہ ہی کی نفی کر رہی ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے ای ما یتسہل لہ ذلک وما یصلح منہ بحیث لو اراد نظم شعر لم یتأت لہ ذلک تفسیر مدارک میں ہے ای جعلناہ بحیث لو اراد قرض الشعر لم یتأت لہ ولم یتسہل تفسیر کبیر میں ہے قال قوم ما کان یتأتی لہ واخرون ما یتسہل لہ حتی انہ لم یتمثل ببیت شعر سمع منہ متزاحفا علامہ ابوالسعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں وما ینبغی لہ الشعر ولا یتأتی لہ لو طلبہ ای جعلناہ بحیث لو اراد قرض الشعر لم یتأت لہ۔ تمام مفسرین آیت کی یہی تفسیر فرما رہے ہیں کہ حضور پر شعر کی نظم دشوار تھی یعنی ملکہ نہ تھا اور آیت میں ملکہ کی نفی ہے یہ کسی نے نہ کہا کہ حضور کو شعر کا علم و ادراک نہ تھا اس کے صحیح و سقیم ردی وجید کو نہ جانتے تھے بلکہ اس کے جاننے کی تصریح فرمائی۔ تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۲۹۲ میں ہے وفی التھذیب البغوی من ائمتنا قیل کان علیہ السلام یحسن الشعر ولا یقولہ والاصح انہ کان لا یحسنہ ولکن کان یمیز بین جید الشعر وردیہ ولعل المراد بین الموزون منہ وغیر الموزون اس سے معلوم ہوا کہ حضور شعر جید و ردی اور موزون و غیر موزون میں امتیاز فرماتے تھے فرمائیے آیت میں علم شعر کی نفی کہاں ہے اور کس مفسر نے بیان کی۔ یہ آپ کو کہیں نہ ملے گا اور اس کے خلاف مفسرین کی تصریحات کثیرہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس سے اوضح ملاحظہ کیجئے تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۲۹۰ میں ہے ولما کان الشعر مما لا ینبغی للانبیاء علیہم السلام لم یصدر من النبی علیہ السلام بطریق الانشاء دون

الا انشادا الا ما كان بغير قصد منه وكان كل كمال بشرى تحت علمه الجامع
وكان يجيب كل فصيح وبليغ وشاعر واشعر كل قبيلة بلغاتهم وعباراتهم
وكان يعلم الكتاب علم الخط واهل الحرف حرفتهم ولذا كان رحمة للعالمين
یعنی چونکہ شعر انبیاء کی شان کے لائق نہیں ہے اس لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے بطریق انشاء صادر نہیں ہوا۔ الا بلا قصد او حقیقت حال یہ ہے کہ ہر بشری کمال آپکے
علم جامع کے تحت میں ہے اسی وجہ سے حضور ہر فصیح وبلیغ اور شاعر و اشعر کو اور ہر ہر قبیلہ
کو ان کے لغات اور انہی کی عبارات میں جواب دیتے تھے اور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت
کو انکی حرفت تعلیم فرماتے تھے اسی لئے تو رحمۃ للعالمین ہیں صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔ اب تو بحمد اللہ تعالیٰ کوئی پردہ و حجاب نہ رہا اور مراد کلام خوب
واضح ہو گئی کہ آیت میں نفی تکلم کی ہے علم کی نہیں شعر کے علم کا انکار جانب مخالف کا زائیدہ
طبع اور تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے عبارات مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ ہر بشری
کمال حضور کے تحت علم ہے کچھ بھی ہو تو استدلال جانب مخالف کا باطل ہوا لیکن اگر ابھی
تک مخالف کے قلب میں کوئی وسوسہ باقی ہو تو اس کو دفع کیجئے تفسیر روح البیان
جلد ثالث صفحہ ۲۹۲ میں ہے وانما هو ان المراد وما ينبغي له من حيث نبوته وصدق
لهجته ان يقول الشعر لان المعلم من عند الله لا يقول الا حقا وهذا لا ينافي كونه
في نفسه قادرا على النظم والنثر ويدل عليه تميزه بين جيد الشعر ورديئه اي
موزونه وغير موزونه على ما سبق ومن كان مميزا كيف لا يكون قادرا على
النظم في الانشاء والحكم لكن القدرة لا تستلزم الفعل في هذا الباب صونا عن
اطلاق لفظ الشعر والشاعر الذي يوهم التخيل والكذب فقد كانت العرب يعرفون
فصاحته وبلاغته وعذوبة لفظه وجزالة منطقه وحسن سرده والحاصل ان كل
كمال انما هو ماخوذ منه یعنی یہ ظاہر ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ حضور کے لئے بحیثیت
نبی اور صادق البیان ہونے کے شعر گوئی مناسب حال نہیں کیونکہ اللہ کا سکھایا ہوا
جو بات کہتا ہے حق ہی کہتا ہے اور یہ آپ کے فی نفسہ نظم و نثر پر قادر ہونے کے منافی نہیں

اس پر حضور کا شعر کے جید ورد ی اور موزوں وغیر موزون میں تمیز فرمانا دلالت کرتا ہے اور جو ممیز ہو کیوں کر الہیات و حکم میں نظم پر قادر نہ ہوگا لیکن قادر ہونا فعل یعنی شعر گوئی کرنیکو مستلزم نہیں تاکہ لفظ شعر اور شاعر کے اطلاق سے امن ہو۔ کیونکہ یہ لفظ تخییل و کذب کا موہم ہے اور بیشک عرب آپ کی فصاحت و بلاغت اور پاکیزگی الفاظ اور شیرین گفتاری اور خوبی روش کے عارف تھے اور حاصل یہ ہے کہ ہر کمال آپ ہی سے ماخوذ ہے۔ مخالفین اب تو خاموش ہونگے تفسیر روح البیان نے شعر کا علم ودکنا رکلام موزوں پر حضرت کی قدرت کتنے صریح الفاظ میں ثابت کی اگر مخالفین آیت پیش کرنے سے پہلے تفاسیر دیکھکر کلام پاک کا مطلب سمجھ لیتے تو انہیں ہرگز اس آیت کے پیش کرنے کی جرات نہ ہوتی جو کسی طرح ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی **اب دوسرے طریق پر کلام کروں** وہ یہ کہ شعر دو معنی میں مستعمل ہے اول کلام موزون جس میں وزن کا قصد کیا گیا ہو تفسیر کبیر میں ہے الشعر ھو الکلام الموزون الذی قصد الی وزنہ یہ تو معنی عرفی ہیں دوسرے معنی منطقی۔ قدماء حکماء کے نزدیک وزن وقافیہ شعر کا رکن نہیں ہے بلکہ رکن شعر صرف مقدمات مخیلہ کا ایراد ہے تو جو قیاس کہ مقدمات مخیلہ سے مرکب ہو اس کو شعر کہتے ہیں اور بعض علماء شعر منطقی اسکو کہتے ہیں جو مقدمات کاذبہ سے مرکب ہو تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۴۹۱ میں ہے والشعر عند الحکماء القدماء لیس علی وزن وقافیۃ ولا الوزن والقافیۃ رکن فی الشعر عندھم بل الرکن فی الشعر ایراد المقدمات المخیلۃ فحسب وفیہ ایضا قال بعضہم الشعر اما منطقی وھو المولف من المقدمات الکاذبۃ۔ اب سمجھنا چاہیے کہ قرآن پاک میں جو لفظ شعر وارد ہے اس سے منطقی معنی ہی مراد ہیں کیوں کہ قرآن پاک کا اسلوب شعر و شاعری سے پاک اور علٰحدہ ہونا ایسا بیّن وظاہر ہے کہ اس میں کسی بے زبان عجمی کو بھی تردد نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ عرب کے بلغا اور فن شاعری کے ماہر اسکو اس معنی میں کہہ سکیں یہ کسی طرح معقول نہیں تو لامحالہ شعر سے اس کے معنی منطقی مراد ہوئے اور کفار عنادا شاعر بمعنی کاذب کہتے تھے اسی کی قرآن پاک نے نفی فرمائی۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اپنے حبیب کو شعر یعنی کذب نہیں سکھایا نہ یہ ان کی شان کے

شایاں اور منصب کے لائق۔ ابتو مخالفین کو بہت حیرانی ہو گی مگر بات یہ ہے کہ فہم قرآن اُن سے
بہت دور ہے۔ آیت کے ظاہر الفاظ دیکھکر جو معنے خیال میں آئے اُن سے استدلال کر لیا
تفاسیر پر نظر ڈالنے کی تکلیف کون برداشت کرتا۔ میں دکھاتا ہوں ملاحظہ فرمائیے
(تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۲۷) والمراد با لشعر الذی نفی عن القرآن الشعر المنطقی سواء
کان مجرداً عن الوزن ام لا والشعر المنطقی اکثر ما یروج بالاصطلاح قال الراغب
قال بعض الکفار للنبی علیہ السلام انہ شاعر فقیل لما وقع فی القرآن من
الکلمات الموزونۃ والقوافی وقال بعض المحصلین اراد بہ انہ کاذب لان ظاہر
القرآن لیس علی اسالیب الشعر ولا یخفی ذلک علی الاغتم من العجم فضلا
عن بلغاء العرب فانما رموہ بالکذب لان اکثر ما یاتی بہ الشاعر کذب ومن
ثم سموا الادلۃ الکاذبۃ شعرا۔ علاوہ بریں مفسرین نے اس آیت کے یہ معنے بھی
بیان فرمائے ہیں کہ قرآن شریف شاعروں کے اقوال نہیں جو ہم نے اپنے حبیب
محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تعلیم کئے ہوں بلکہ یہ قرآن معجز بیان کلام
الٰہی ہے کہ ایسا کلام بنانا مخلوق کی قدرت سے باہر ہے یا یہ کہ ہم نے آں سرور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو قرآن میں شعر تعلیم نہ فرمایا قرآن پاک تعلیم شعر نہیں ہے چنانچہ تفسیر مدارک التنزیل
صفحہ ۴۴۲ میں ہے (وما علمناہ الشعر) ای وما علمناہ النبی علیہ السلام قول
الشعراء او وما علمناہ بتعلیم القرآن الشعر علی معنی ان القرآن لیس بشعر
تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۴۲۹ میں ہے والمعنے وما علمنا محمدا الشعر بتعلیم
القرآن علی معنی ان القرآن لیس بشعر فان الشعر کلام متکلف موضوع ومقال مزخرف مصنوع
منسوج علی منوال الوزن والقافیۃ مبنی علی خیالات واوہام واہیۃ فاین
ذلک من التنزیل العظیم الخطر المنزہ عن مماثلۃ کلام البشر الخ ان عبارات سے
بخوبی ظاہر ہے کہ آیہ وما علمناہ الآیہ کا یہ مطلب ہے کہ قرآن پاک سچی آسمانی کتاب
ہے شاعروں کی من گھڑت اور فریبدہ وہم وخیال نہیں جو قابل اعتبار نہ ہو۔ چونکہ شعراء علی الاغلب
والاکثر لغو اور بے اصل باتیں جھوٹے قصے فرضی اور بے حقیقت واقعے نظم کیا کرتے ہیں اور انکا

کلام وجہیات واکاذیب سے خالی نہیں ہوتا چنانچہ عرب میں مشہور ہے احسن الشعر اکذبہ اس لئے حق سبحانہ نے فرمایا کہ یہ کلام پاک کچھ شاعروں کی سخن طرازی اور یاوہ گوئی نہیں بلکہ یہ آسمانی سچی کتاب ہے۔ اس سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کے قواعد شعر سے ناواقف ہونے پر استدلال کرنا جانب مخالف کی سادہ لوحی و نادانی ہے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شعر اجمال اور معما پہلو داریات اور رمز و اشارہ کا محل ہوتا ہے احتمال رہتا ہے کہ مخاطب اس کی مراد کو نہ سمجھے یا کچھ کا کچھ سمجھ جائے اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ ہم نے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے رمز و لغز نہ فرمایا جو فرمایا ان کیلئے واضح فرمایا۔ اس طرح ارشاد نہ کیا کہ (حضور) نہ سمجھیں یا کچھ کا کچھ سمجھ جائیں تفسیر روح البیان جلد ثالث صفحہ ۴۲۳ میں ہے قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر فی قولہ تعالٰی وما علمنٰہ الشعر اعلم ان الشعر محل للاجمال واللغز والتوریۃ وما رمزنا لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم شیئا ولا الغزنا ولا خاطبناہ لشیٔ ونحن نرید شیئا ولا اجملنا لہ الخطاب حیث لم یفھم انتھی اس سے تو حضور کا اور کمال علم معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک جس میں تمام علوم ہیں اور جو ہر چیز کا بیان واضح ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیٔ اس کو اللہ سبحٰنہ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ کیلئے لغز و معما رمز و اجمال نہ کیا کہ فہم میں نہ آتا ایسا واضح کیا کہ حضور پر اس کے علوم یقینی طور پر منکشف ہوئے یعنی تعلیم قرآن شعر کے انداز پر نہیں ہے کہ جمیع اشیاء کے علوم کا بیان اس میں بر سبیل اجمال و معما ہو اور دشمنان مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کو یہ کہنے کا موقع ملے گا اگرچہ قرآن پاک جملہ علوم اور ہر چیز کا بیان ہے لیکن ہے تو رمز و معما ہیں ممکن کہ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی ہو یا کچھ سمجھی گئی ہو۔ اس انکار کی گردن یہ فرما کر قطع کر دی کہ ہم نے قرآن کی تعلیم معما اور اجمال کے پیرایہ میں شاعرانہ طریق پر نہ فرمائی بلکہ علوم قرآنیہ کو حضور کیلئے واضح اور بے حجاب کر دیا کہ ہر شے پر آنسرور علیہ التحیۃ والسلام کو علم یقینی حاصل ہو گیا والحمد للہ علی ذلک مع شیخ اکبر تو اس آیت سے یہ سمجھے اور مخالفین یہ کہ حضور کو شعر کا علم نہ تھا ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا حق ہے یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا۔ رہا جانب مخالف کا یہ وہم

کہ علم سحر شان نبوت کے خلاف بلکہ نفس ایمان کی بھی ضد ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہرگز اُس کے عالم نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے اس انکار کا باعث یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ علم نہایت درجہ کی خباثت رکھتا ہے اور اپنی خباثت کی وجہ سے ذات پاک نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لائق نہیں اور یہی آپ کی تقریر سے ظاہر ہے۔ اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ علم سحر جو نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ذات پاک کے لائق نہیں تو باوجود اس خباثت کے ذات پاک حضرت حق سبحانہ تعالٰے کے لائق بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کہ صفات پاک ایسے خبیث علم کے ساتھ کیسے متصف ہوئی کہ جو شان نبی کے بھی لائق نہ تھا۔ بہ تقدیر ثانی کیا علم الٰہی کا بھی ایسا ہی صاف انکار کیجیے گا کیا دنیا سے انصاف مٹ ہی گیا رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم کے انکار میں تو سحر کا عالم ہونا عیب قرار دیا جائے اور خدائے پاک کے لئے یہ عیب ثابت کرتے ہوئے شرم نہ آئی استغفر اللہ العلی العظیم

دوم آپ کا یہ خیال کہ علم فی نفسہ مذموم ہے قطعاً غلط اس لئے کہ کوئی علم فی نفسہ مذموم نہیں خواہ کسی طرح کا ہو۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تفسیر فتح العزیز پارہ اول صفحہ ۴۲ میں فرماتے ہیں۔ و دریں جا باید دانست کہ علم فی نفسہ مذموم نیست ہرچند کہ باشد البتہ علم کے ضرر کا سبب کم استعدادی اور نا قابلیت ہو یہی شاہ صاحب معروف اسی تفسیر میں صفحہ ۱۱۴ پر فرماتے ہیں۔ دوم آنکہ آن علم اگرچہ فی نفسہ ضرر ندارد لیکن ایں کس بسبب قصور استعداد خود دقائق آن علم را نمی تواند دریافت و چوں بہ حقائق آں نرسید در جہل مرکب گرفتار شد یہ خوب ظاہر اور مسلم ہے کہ قصور استعداد اور نا قابلیت اور جہل مرکب ہمارے حضرت کے لئے نا ممکن تو حضرت کے لئے کسی علم کا عالم ہونا نہ شان نبوت کے خلاف نہ خلاف واقع جیسا کہ جانب مخالف کا مزعوم ہے تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۴۲۷ میں ہے المسئلۃ الخامسۃ فی ان العلم بالسحر غیر قبیح ولا محظور اتفق المحققون علی ذلک لان العلم لذاتہ شریف وایضاً لعموم قولہ تعالٰے ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ولان السحر لو لم یکن یعلم لما امکن الفرق بین المعجز والسحر والعلم بکون المعجز معجزا واجب وما یتوقف الواجب علیہ فہو واجب فہذا یقتضی ان یکون تحصیل

العلم بالسحر واجبا وما یکون واجبا کیف یکون حراما وقبیحا حاصل یہ کہ علم سحر قبیح
ہو نہ ممنوع اسپر تمام محققین کا اتفاق ہی کیونکہ علم لذاتہ شریف ہی نیز آیہ هل یستوی الذین الآیہ کا
عموم بھی اس کی دلیل ہی نیز یہ بھی ہے کہ اگر سحر معلوم ہی نہ ہو تو سحر و معجزہ مین فرق کرنا بھی ممکن نہو
اور معجزہ کے ہونیکا جاننا واجب ہی اور واجب کا موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہی تو یہ مقتضی ہے
کہ علم سحر کی تحصیل بھی واجب ہو اور جو چیز واجب ہو وہ حرام و قبیح کس طرح ہو سکتی ہے
جناب مخالف علم سحر کو اپنی رائے سے قبیح اور اسکا جاننا منافی ایمان بتلاتے تھے اُن کا
مدعا ان عبارات نے باطل کر دیا اور ثابت ہو گیا کہ نفس علم خواہ سحر کا ہو یا اور کسی چیز کا ہر گز
قبیح و ممنوع نہین ہے انسان کی اس مین کوئی خوبی نہین کہ علم تو نہو مگر اسپر تبرا بھیجے اور
برا کہتے پھرین بلکہ خوبی یہ ہے کہ باوجود علم کے ناجائز امور سے بچین اس لئے کہ جس کو علم سحر
حاصل ہی نہین اسکو اسپر عمل کرنے کی قدرت بھی نہین پھر اس کا عمل ناجائز سے بچنا کیا
کمال ہے ہاں کمال یہ ہی کہ عالم ہو عمل پر قدرت ہو پھر بچے تو معلوم ہو کہ باوجود قدرت
ہونیکے اس کام کو نہ کیا۔ اللہ جل شانہ کی رضا چاہی۔ نابینا آدمی کا نامحرم کو نہ دیکھنا کوئی
کمال نہین کہ وہ دیکھنے پر قادر ہی نہین البتہ بینا کا نامحرم کے دیکھنے سے باز رہنا کمال ہی
شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ اسی تفسیر کے صفحہ ۴۰۲ مین فرماتے ہین و نیز چون شخصے قواعد سحر
را دانستہ از استعمال او در محل ناپسندیدہ احتراز نماید مستحق مزید ثواب گردد کہ باوجود قدرت
از گناہ باز ماند۔ اب جانب مخالف کا انکار کرنا گویا نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی ایک فضیلت
کا انکار ہے ایسی شک نہین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس علم سے واقف ہین مگر احکام شرعی
کی طرح اسکی تعلیم نہین فرماتے۔ پھر یہی شاہ صاحب رحمہ اللہ اسی تفسیر کے صفحہ ۴۰۲ میں تحریر فرماتے
ہین۔ علم سحر نیز از علوم الٰہیہ است بقاے آن علم در لوح انسان منظور نظر خداوندی بود و شان آنہا
نیست کہ این قسم علوم ضارہ را کہ بسبب آن علوم اعتقاد و تاثیرات مخلوقات و غفلت از تاثیر خالق حاصل گردد
تبلیغ نمایند مانند علوم فلسفہ از ریاضیات و طبعیات کہ ضرر آنہا بیشتر از نفع آنہا است نیز انبیاء علیہم
السلام بیان نمی کنند و آن را دیدہ و دانستہ سکوت می فرمایند۔ خلاصہ یہ ہی کہ علم سحر یعنی جادو
بھی علوم الٰہیہ مین سے ہے اور لوح انسان میں اسکا باقی رکھنا اللہ جل شانہ کو منظور

انبیار کی شان نہین کہ اس قسم کے علوم کی تبلیغ فرمائین اور لوگوں کو سکھائین۔ اس لئے کہ کم ظرف اور کم استعداد والون کے لئے یہ علوم ضارہ ہین کہ اُنکو انکی وجہ سے مخلوقات یعنی کواکب وغیرہا کی تاثیرات کا اعتقاد اور خالق جل شانہ کی تاثیر سے غفلت ہوگی۔ اس صورت میں مثل علوم فلسفہ ریاضی طبعیات کے اُن علوم کا ضرر ان کے نفع سے زیادہ ہوگا۔ اسی وجہ سے انبیار علیہم السلام دیدہ و دانستہ باوجود جاننے اور عالم ہونے کے ان علوم سے سکوت فرماتے ہین اور لوگون کو نہین سکھاتے ہین ؏

قوله۔ زید نے آنحضرت علیہ الصلٰوۃ والسلام کے واسطے استغراق علم کا دعوے کیا جو صفت خاص جناب رب العالمین کی ہے کہ یہ توحید کے خلاف ہی۔

اقول۔ زید کے جو الفاظ آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہین اور جانب مخالف نے خود بھی نقل کئے ہین اُنسے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ الٰہی بدء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش سے لیکر جنت اور دوزخ میں داخل ہونیوالون کے داخل ہونے تک کا احوال بخوبی جانتے اور بالتفصیل پہچانتے ہین اور زید اس دعوے پر دلائل لاتا ہے جنکے جواب سے عاجز ہوکر جانب مخالف نے اپنے رسالے کے صفحہ ۲۱ میں اسپر زور دیا ہو کہ قرآن شریف سے استدلال کرنا مجتہد کا کام ہے تو گویا مدعا یہ ہے کہ کلام اللہ سے استدلال کرنا غیر مجتہد کے لئے جائز نہین اور یہ بالکل غلط اس واسطے کہ غیر مجتہد جو کلام اللہ کی تفسیر جانتا ہو وہ صریح آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کرسکتا ہے اور کہین اس کی ممانعت نہین طحطاوی مین ہے واما فهم الاحكام من نحو الظاهر والنص والمفسر فليس مختصا بدرای بالمجتهد) بل يقدر عليه العلماء والاعلم مسلم الثبوت مين ہو وانيها اشارح وذاع احتجاجهم سلفا وخلفا با لعموم فاذن من غير نكير رہا آپ کا فاسئلوا اهل الذكر نقل فرمانا دہ دیانت کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ آپ نے اُس کا ایک جزو جو آپ کے مدعا کے خلاف تھا چھوڑ دیا اور وہ ان كنتم لا تعلمون ہو جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوال نہ جاننے کی حالت میں ہوتا ہے نبوجہ ارشاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انما شفاء العی السوال آیت کا یہ مطلب نہین ہو

اور صریح آیتوں سے بھی استدلال نہ کرو۔ جیسا کہ آپ نے سمجھا او رحسب مضمون ”دروغ گو را حافظہ نباشد“ خود آپ ہی اس علت میں مبتلا ہوگئے جبکہ زید کے لئے ناروا بنا رہے تھے چنانچہ آیۂ شریفہ وما علمناہ الخ سے استدلال کیا اور بے سمجھے جیسا کہ ظاہر ہوچکا ۔

قولہ وعلمک مالم تکن تعلم کے معنے اس کے مدعا کے موافق تسلیم کر لئے جاویں تو لازم آتا ہے کہ دوسری آیت وعلم الانسان مالم یعلم سے تمام مرد و زن صغیر و کبیر برنا و پیر۔ عالم ہو یا جاہل شہرستانی ہو یا دہقانی ۔ ہر ایک علوم غیر متناہیہ کے ساتھ موصوف ہو جائے اور ہر کس و ناکس کا علم جناب رسول اکرم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کے مساوی و برابر ہو جائے ۔

اقول افسوس کہ آپ نے کچھ بھی غور نہ فرمایا اور یہ خیال نہ کیا کہ انسان علم الانسان میں معرف باللام ہے اس سے فرد کامل شخص معین مراد ہے پس اس تقدیر پر حسب مقتضائے دیگر آیات قرآنیہ اس لفظ سے آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی مراد ہیں تفسیر معالم التنزیل میں آیہ وعلم الانسان مالم یعلم کے تحت میں ایک قول یہ بھی لکھا ہے وقیل الانسان ھھنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم وبیانہ وعلمک مالم تکن تعلم یعنی کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور اسکا بیان آیۂ شریفہ وعلمک مالم تکن تعلم ہے اور ایسے ہی آیۂ شریفہ خلق الانسان علمہ البیان میں بھی انسان سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں چنانچہ امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت میں فرمایا ہے قال ابن کیسان خلق الانسان یعنے محمدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم علمہ البیان یعنے بیان ما کان وما یکون تفسیر حسینی میں ہے بوجود آورد محمد را و بیاموزانید وے را بیان آنچہ بود و ہست و باشد ثابت ہو گیا کہ آیۂ کریمہ وعلم الانسان مالم یعلم میں انسان سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں پس وہ اعتراض جو جانب مخالف نے کیا وارد نہیں ہو سکتا اور نہ آیۂ شریفہ وعلمک مالم تکن تعلم سے معارضہ ہوتا ہے بلکہ یہ دونوں آیتیں ایک ہی مضمون کی ہیں جیسا کہ اوپر تفسیر معالم التنزیل سے ظاہر ہوا ۔

آیۂ وعلمک مالم تکن تعلم سے مخالفین کے اعتراض کا جواب۔

آیۂ وعلم الانسان مالم یعلم میں انسان سے حضور مراد ہیں۔

ایک نئے مہربان کا نیا شبہہ

شبہہ قرآن شریف میں سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد ہے وعلمکم مالم تکونوا تعلمون (یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمکو تمام وہ چیزیں تعلیم فرماتے ہیں جنکو تم نہیں جانتے تھے۔ اس آیت میں بھی آیہ وعلمک مالم تکن تعلم کی طرح کلمہ ما عام ہے تو یہ ثابت ہوا کہ سب لوگ عالم الغیب ہیں۔

جواب قطع نظر اس سے کہ آیت میں مخاطب کون ہو یہ آیت ہمارے مدعا کو ہرگز مخل نہیں نہ اس سے یہ ثابت ہو سکے کہ سب عالم الغیب ہیں البتہ اگر یہ منظور کر لیں کہ ہمارے سرکار عالم جمیع اشیا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کو جو کچھ وہ نہ جانتے تھے بتایا اور قیامت تک کا احوال بتایا تو بھی کوئی حرج نہیں بلکہ یہ حدیث سے ثابت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جو کچھ قیامت تک ہونیوالا تھا سب بتایا مگر جسکو یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔ پھر بھی سب ایک سے نہیں جس کو زیادہ یاد ہے وہ بڑا عالم ہے جو بھولگیا وہ تو بھول ہی چکا۔ یہ حدیث (مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن) کی فصل اوّل صفحہ ۴۶۱ میں بخاری اور مسلم سے مروی ہو عن حذیفۃ قال قام فینا رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا ما یکون فی مقامہ ذٰلک الی قیام الساعۃ الا حدث به حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ انتہیٰ بقدر الحاجت قوله تعالیٰ وانزل اللّٰہ علیک الکتاب ای القرآن والحکمۃ ای ما فی القرآن من الاحکام وعرفک الحلال والحرام وعلمک ما یوحی من الغیب وخفیات الامور ما لم تکن تعلم ذٰلک الی وقت التعلیم اس تفسیر میں دو جگہ من ہے۔ پہلا بیان کے واسطے اور دوسرا تبعیضیہ تو مطلب یہ ہوا کہ حق تعالےٰ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر قرآن اور جو کچھ قرآن میں احکام نازل کئے ہیں اور بعضے غیب اور امور مخفیہ جو ابھی تک آپکو معلوم نہ تھے تعلیم فرمائے۔

اقول۔ وباللہ التوفیق روح البیان کی اس عبارت کے نقل کرنے سے جانب مخالف کا یہ مدعا ہے کہ جناب سرور کائنات صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ابتدائے آفرینش سے

لیکر جنت اور دوزخ مین داخل ہونے تک سب کا علم نہ تھا جسکا زید دعوے کرتا ہے اور یہ بات تفسیر روح البیان سے ثابت نہین بلکہ زید کا مدعا بخوبی ثابت ہی۔ جب جانب مخالف کو کوئی مفر نہ ملا تو انھون نے بقول شخصے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے من کو پکڑ لیا اور اس بیچارہ کو تبعیضیہ بتا دیا۔ ذرا اس ذی ہوش سے کوئی یہ پوچھے کہ پہلے من کے بیانیہ ہونے پر کونسا قرینہ قایم تھا جو یہان نہین پھر وہان بیانیہ مانکر تبعیضیہ کہدینا بالکل دانائی ہی دانائی ہے۔ اگر جانب مخالف کو زیادہ جوش آجائے تو وہ پہلے من کو بھی تبعیضیہ بنا کر یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام احکام شرعیہ کا بھی علم نہ تھا (نعوذ باللہ) تو کون انکی قلم اور زبان کو پکڑ لے گا مگر اب ہم اس روح البیان کے من کا تبعیضیہ یا بیانیہ ہونا روح البیان ہی کے قرینہ پر موقوف کرتے ہین کہ وہ دوسرے مقام پر کیا کہہ رہے ہین ملاحظہ ہو روح البیان جلد ۱ صفحہ ۴۴ وکذا صار علمہ محیطا بجمیع المعلومات الغیبیۃ الملکوتیۃ کما جاء فی حدیث اختصام الملئکۃ انہ قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردہ بین ثدیی فعلمت علم الاولین والآخرین وفی روایۃ علم ما کان وما سیکون یعنی جناب سالتمآب صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے جیسا کہ حدیث اختصام الملئکہ میں آیا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ جناب رب العزت نے اپنا کف دست فیض و رحمت میرے دونون شانون کے درمیان رکھا مین نے اُس فیض کی سردی اپنی چھاتیون کے درمیان میں پائی پس مجھے علم اولین و آخرین حاصل ہوگیا اور ایک روایت مین ہی کہ علم ما کان اور ما یکون روشن اور ہویدا ہوگیا۔ اب خوب ظاہر ہوگیا کہ صاحب روح البیان سید الانس والجان صلے اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کو تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ کا عالم بتعلیم الٰہی جانتے ہین لہذا اُن کی عبارت مین ہرگز من تبعیضیہ نہین جو کوتاہی علم عالم ما کان و یکون صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر دلالت کریگا یہ پکا فہم واجتہاد نہین بلکہ وہم ہے جو آپنے ایسا سمجھا۔ آیۂ شریفہ کا مطلب یہ ہی کہ اے محمد صلی اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اللہ جل شانہ نے آپ پر کتاب یعنی قرآن شریف اور حکمت یعنی جو احکام کہ قرآن شریف میں نہ نازل فرمائے اور حلال و حرام

[illegible]

کی معرفت کرادی اور ما یوحی کی کہ وہ عجب و دا پسے مخفی امور ہین جنکو آپ ابتک نہ جانتے تھے تعلیم فرمادی۔ اب فرمایئے کہ اس عبارت کو جانب مخالف کے مدعا سے کیا مناسبت ہے اور اُس کے منشا کو اس سے کیا لگاؤ؟ یہ تو مثبتین علم نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی موید ہے نہ مخالف ذی ہوش کی جنکو ابھی تک یہ خبر نہین کہ اس عبارت میں نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے علم کے سوا انکار کا حرف تک نہین۔ اگر جانب مخالف کی عاجزی پر رحم کر کے ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ من تبعیضیہ ہے تو بھی ہمارا مدعا[1] ثابت ہوگا اور جانب مخالف کو بشرط حیاداری ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس لئے کہ من تبعیضیہ ہونے کی حالت میں اس عبارت سے موجبہ جزئیہ نکلیگا اور وہی ہمارا مطلوب[2] ہے جیسا کہ ابتدائے رسالہ مین ظاہر ہوچکا کہ علم جناب باری کے سامنے جمیع مخلوقات کے علم کو وہ نسبت بھی نہین جو سمندر کے سامنے قطرے کو ہے۔ مخالف پر یہ لازم ہے کہ سالبہ[3] کلیہ پیش کرے اس لئے کہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ کلیہ ہوتا ہے نہ موجبہ جزئیہ اور اگر جانب مخالف نے یہ سمجھا کہ اہل سنت و جماعت آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے جمیع اشیاء کا علم ثابت کرتے ہین کہ اس صورت میں انکا دعوے موجبہ کلیہ[4] ہوا تو بھی موجبہ جزئیہ پیش کرنا انکو کیا مفید اور خصم کو کیا مضر۔ موجبہ جزئیہ کا صدق موجبہ کلیہ کے صدق کا منافی نہین بعض الانسان ناطق کا صدق کل انسان ناطق کے کذب کو مستلزم نہین۔ بہرحال تہذیب پڑھنے والا بچہ بھی ایسی غلطی نہ کرتا جیسی جانب مخالف نے کی۔ جانب مخالف کو ہنوز یہ خبر نہین کہ ثبوت شے نفی ماعدا کو مستلزم نہین رد المحتار[5] میں ہے وفی شرح التحریر عن شمس الائمۃ الکردری ان تخصیص الشئ بالذکر لا یدل علے نفی الحکم عما عداہ

قولہ[6] اور تفسیر کبیر میں اس آیت کو دو وجہون کے لئے محتمل کیا ہے ایک یہ کہ مراد اس سے

[1] کہ ہم بعض معلومات اللہ تعالے کا علم نبینا صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کہتے ہین ۱۲

[2] کہ اشیاء من معلومات اللہ تعالے معلوم لنبینا صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ۱۲

[3] کہ یعنی کل شئی معلوم لنبینا صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ۱۲

[4] کہ بعض الاشیاء معلوم لنبینا صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ۱۲

دین کے امور ہیں یعنی کتاب اور حکمت اور ان کے اسرار و حقائق اور دوسرے یہ کہ وعلمک
ما لم تکن تعلم سے اولین کے اخبار مراد ہیں اور منافقین کے مکر اور حیلوں پر اطلاع
اقول آپ کی یہ تقریر آپ کے مدعا کو ثابت نہیں کرتی اسی تفسیر کبیر اور اسکے سوا اور کتب
کثیرہ میں علما اور زرقانی شرح مواہب وغیرہ میں تصریح بتایا ہی کہ قرآن عظیم ذی وجوہ ہے
اور ہر وجہ پر صحیح ہے یہ دو وجہیں کہ قفال نے اپنے دل سے نکالیں یہ بھی محتمل ہیں اور
اسی محال اطلاق میں داخل ہیں جیسے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا
عذاب النار کی تین سو تفسیریں کی گئیں اور وہ سب اسی اطلاق لفظ حسنہ میں داخل ہیں ایک دوسرے
کی منافی نہ اسقدر زیادت کی نافی مگر لطف تو یہ ہو کہ آپ کا اس عبارت سے استدلال بے مصادرۃ
علے المطلوب کے پورا نہ ہوگا تعجب تو کیجئے گا کہ یہ کیونکر ہاں ہم سے سنیے یہ اس لئے کہ آپ لفظ
علم امور دینیہ سے علم ماکان ومایکون کی نفی چاہتے ہیں اور یہ جبھی صحیح ہو گی کہ ماکان ومایکون کا علم
نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو کہ اگر حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ
وسلم کو یہ علم دیا گیا تو یہ حضور کے فضائل جلیلہ سے ایک فضیلت ہوئی اور حضور کے معجزات
جمیلہ سے ایک معجزہ اور حضور کے فضائل و معجزات قطعاً اعظم امور دینیہ سے ہیں اور انکا
علم بیشک امور دینیہ کا علم ہے اور امور دینیہ کا علم تم خود تسلیم کرتے ہو تو ضرور حضور اقدس
صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کو یہ علم بھی دیا گیا کہ حضور کو ماکان ومایکون کا علم ہو ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے
کہ معاذ اللہ حضور کو علم ماکان ومایکون نہیں تو البتہ اس کا علم امور دینیہ سے نہ ہو تاکہ اس عبارت
سے استناد صحیح ہونے کے لئے آپ کو اپنے اصل دعوے سے استمداد کی حاجت ہوگی اور
یہی مصادرہ علے المطلوب ہی اور فضول و لغو کہ دعوے اگر خارج سے ثابت ہو تو اس
عبارت کی کیا حاجت اور ثابت نہیں تو یہ عبارت بھی محض بیکار و اجنبی تعجب خیز امر تو یہ ہے
کہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ مراد اس سے دین کے امور ہیں اور پھر جا بجا انکار کرتے
جاتے ہیں کہ حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم نہ تھا آپ نے جسطرح
علم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کم سمجھ لیا ہی اسی طرح دین کے امور کو بھی چھوٹا سا فرض کر لیا ہی
ابھی تک آپ کو اتنی تمیز بھی نہیں کہ معجزہ دین کے امور میں ہی ہو تو آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ

مخالفین کا قول کہ آیت سے علوم دینیہ مراد ہیں اور اس کا جواب

واصحابہ وسلم کو جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کا علم عطا فرمانا بطریق معجزہ کے دین ہی کے امور میں سے ہے چنانچہ اس سے قبل مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف جلد پنجم سے نقل ہو چکا انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من المبدا والمعاش والمعاد وتیسیر ایراد ذلک کلہ فی مجلس واحد من خوارق العادۃ امر عظیم اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس مین مبدا اور معاش اور معاد یعنی دُنیا و آخرت سب کی خبر دی اور یہ خوارق عادۃ میں سے ایک امر عظیم ہے بخاری شریف کی ایک حدیث جو مشکوٰۃ شریف ص۱۸۵ میں بروایت ابوہریرہ مروی ہے جسکا یہ مضمون ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہین کہ ایک مرتبہ سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجکو صدقہ فطر کی نگہبانی پر مامور فرمایا میں اُس طعام صدقہ کی نگہبانی کرتا تھا کہ ایک شخص آکر اُس کھانے مین سے لپ بھر کر لیجانے لگا مین نے اُسکو پکڑ لیا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ مین محتاج اور عیالدار سخت حاجتمند ہون مین نے اُسکو چھوڑ دیا اور صبح کو خدمت اقدس نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مین حاضر ہوا حضور نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رات تمھارے قیدی نے کیا کیا مین نے عرض کیا کہ حضور اُس نے کثرت عیال اور شدت احتیاج کی شکایت کی مجھے رحم آیا مین نے اُسکو چھوڑ دیا حضور سراپا نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئیگا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہین کہ مین نے سمجھ لیا کہ بیشک پھر آئیگا اس لئے کہ حضور نے فرمادیا ہے قصہ مختصر اسی حدیث کے تحت مین علامہ ملی قاری رحمۃ اللہ مرقاۃ میں تحریر فرماتے ہین فیہ اخبار النبی بالغیب معجزۃ لہ۔ اب ثابت ہوا کہ علم بالغیب نبی کریم علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم کا معجزہ ہے اب جانب مخالف اپنے دل مین انصاف کرین کہ معجزہ امور دین ہین سے ہے یا امور دین کا علم جانب مخالف کو بھی تسلیم ہے۔ رہا آپ کا یہ فقرہ یعنی کتاب او حکمت اور تمام اسرار و حقائق اسمین بھی تمام علوم آگئے اس لئے کہ جناب حق سبحانہ تعالےٰ کلام اللہ کی شان مین ارشاد فرماتا ہے ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی یعنی اے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہم نے تمپر کتاب کو نازل فرمایا کہ جو ہر چیز کا بیان واضح ہے پس جبکہ آپ

نزدیک بھی سید عالم اعلم المخلوقات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کتاب و حکمت اور اُن کے اسرار و حقائق تعلیم فرمائے گئے تو احاطۂ علم نبوی سے کونسی شے باہر رہگئی نہ معلوم کہ آپنے تفسیر کبیر کی عبارت کیون نقل فرمائی ۔

قولہ اور اس تفسیر کے ضمن مین اور دو فائدے حاصل ہوئے ایک علم کی غایت درجہ کی فضیلت دوسرے یہ کہ حق تعالےٰ نے کسی مخلوق کو سوائے قدر قلیل علم کے نہین عطا فرمایا۔

اقول تسلیم کہ کسی مخلوق کو حق تعالےٰ نے قدر قلیل علم کے سوا نہین عنایت فرمایا جیسا کہ آیۂ کریمہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۹ اسپر دال ہے اور سب کا علم جناب باری تعالےٰ کے علم کے سامنے قلیل ہے جیسا کہ ابتدائے رسالۂ ہذا میں مذکور ہو چکا لیکن علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اگرچہ بمقابلہ علم الٰہی کے قلیل ہو مگر بجائے خود ایسا وسیع ہے کہ کوئی شے اُس کے احاطہ سے خارج نہین ۔ چنانچہ اسی تفسیر کبیر کی اُس عبارت میں جو آپ نے نقل کی ہے اسطرف اشارہ ہے وسمی جمیع الدنیا قلیلا حیث قال قل متاع الدنیا قلیل اس سے ظاہر کہ نعیم آخرۃ کے سامنے تمام دُنیا کی متاع بھی قلیل ہے اسی طرح جناب حق سبحانہ کے علم کے سامنے تمام مخلوقات کا علم قلیل ہے لیکن جسطرح کہ ہم اپنے نزدیک تمام دُنیا کو قلیل نہیں پاتے اسی طرح تمام مخلوقات کا علم بھی ہمارے نزدیک قلیل نہین اگر ہم اُس کو فی نفسہ قلیل جانین تو بڑی حماقت ہو ۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر کو خوش ہو کر ہزار گاؤں عطا کئے تو بادشاہ کی سلطنت اور دولت کے سامنے تو کچھ نہین یہ سب گاؤن نہایت ہی قلیل ہین مگر مفلس تہیدست سے پوچھئے جس نے پیسون کے سوا کبھی روپیہ دیکھا ہی نہین وہ تو ہزار گاؤں کو متاع سلطنت سمجھے گا اور تعجب سے کہیگا کہ بادشاہ نے ہرگز وزیر کو ہزار گاؤں نہ دیئے ہونگے ورنہ وزیر بادشاہ سے کس بات میں کم رہا اُس بیچارے نے یہ نہ سمجھا کہ بادشاہ کے سامنے ہزار گاؤن کیا چیز ہین اور وزیر کو ہزار گاؤن ملنے سے بادشاہ کی ہمسری نہین ہو سکتی اسی طرح آپ نے تو دیئے ہین وہی تو سمجھی ہے نہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالےٰ اجل شانہ نے رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جمیع اشیا کے علوم تعلیم فرمائے تو باقی کیا رہگیا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہ برابر ہو گئے معاذ اللہ جملہ اشیا

[illegible]

کے علوم اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیوب اللہ جل شانہ کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہیں علامہ شہاب الدین خفاجی حواشی بیضاوی میں طیبی سے ناقل ہیں ان معلوماتِ اللہ تعالٰی لا نہایۃ لہا وغیب السموات والارض وما یبدونہ وما یکتمون قطرۃ منہا یعنی اللہ جل شانہ کے معلومات کی کوئی نہایت نہیں اور آسمانوں اور زمینوں کے غیب اور جو ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں یہ سب تو علم الٰہی کا ایک قطرہ ہیں ہمارے مخالفین یہ سمجھتے ہیں کہ اگر تمام اللہ تعالٰی نے کسی کو تعلیم فرما دیا تو وہ اللہ تعالٰی کی برابر ہوگیا۔ برابر کیا معنے یہ تو اس کے علم کے سمندر کا ایک قطرہ ہے ابھی تک علم الٰہی کی وسعت بھی معلوم نہ تھی اب ذرا آنکھیں کھلیں گی پھر ان عقلمندوں سے پوچھو کہ اگر اللہ جل شانہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے غیوب تعلیم فرمائے تو یہ اسکے علم کا ایک قطرہ ہو اس کے علم کے سامنے قلیل ہو یا نہیں لیکن بجائے خود ہرگز قلیل نہیں تفسیر معالم التنزیل میں ہے ان حیی بن اخطب قال فی کتابکم ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ثم تقرؤن وما اوتیتم من العلم الا قلیلا فنزلت قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی الآیہ یعنی ان ذلک خیر کثیر ولکنہ قطرۃ من کلمات اللہ تعالٰی الخ حیی ابن اخطب نے کہا کہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پاک میں ہے کہ جسکو حکمت دی گئی خیر کثیر دی گئی پھر تم یہ بھی پڑھتے ہو کہ تمہیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا تو یہ آیت نازل ہوئی قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر الآیہ خلاصہ یہ کہ یہ خیر کثیر تو بیشک ہے لیکن اللہ جل شانہ کے کلمات کے سمندر کا ایک قطرہ ہے اب خوب ظاہر ہوگیا کہ یہ علم بیشک کثیر ہے اور اللہ جل شانہ نے خود کثیر فرما دیا لیکن اللہ جل شانہ کے علم کا ایک قطرہ ہے اور اس کے سامنے قلیل تفسیر روح البیان ص ۲۵ میں ہے قال شیخنا العلامۃ ابقاہ اللہ بالسلامۃ فی الرسالۃ الرحمانیۃ فی بیان الکلمۃ العرفانیۃ علم الاولیاء من علم الانبیاء بمنزلۃ قطرۃ من سبعۃ ابحر وعلم الانبیاء من علم نبینا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھذہ المنزلۃ وعلم نبینا من علم الحق سبحانہ بھذہ المنزلۃ انتہٰی ہمارے شیخ علامہ نے رسالہ رحمانیہ میں فرمایا کہ اولیا کا علم انبیاء کے علم سے وہ نسبت

رکھتا ہی جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہی اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہی الغرض تمام مخلوقات کے علوم کا بمقابلہ باری تعالیٰ قلیل ہونا مسلم اور فریق مخالف کو اس سے کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ وہ قلیل بھی کثیر ہو کر اس کے مدعائے باطل کا خون کرنے میں دریغ نہیں کرتا پس اگرچہ علم سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سامنے قلیل ہے مگر قطع نظر اس تقابل کے وہ علم عظیم ہے اور تمام ماکان ومایکون الی یوم القیمۃ کو حاوی۔ جانب مخالف نے تفسیر کبیر کے بعض الفاظ کا خلاصہ نہ لکھا جو ان کو مفسر تھا دیانت سے بعید ہی اب اس آیت کی تفسیریں نقل کرتا ہوں تاکہ خوب واضح ہو جائے کہ معترض کسقدر خلاف صواب ہیں تفسیر بیضاوی من خفیات الامور او من امور الدین والشرائع تفسیر مدارک (وعلمک مالم تکن تعلم) من امور الدین والشرائع ومن خفیات الامور وضمائر القلوب تفسیر خازن (وعلمک مالم تکن تعلم) یعنی من احکام الشرائع وامور الدین وقیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدهم مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما یعنی لم یزل فضل اللہ علیک یا محمد عظیما ان عبارات کا خلاصہ یہ ہی کہ سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جناب حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے فیض عظیم سے احکام شرع اور امور دین اور علوم غیب اور خفیات امور اور ضمائر قلوب وغیرہا جنکو اب تک حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نہیں جانتے تھے تعلیم فرمائے اور یہ اسکا فضل ہے اور تیرے پیارے محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اس کا فضل ہمیشہ رہے گا۔

تفسیر حسینی میں ہی وعلمک مالم تکن تعلم آنچہ نبودی کہ بخود بدانی از خفیات امور و مکنونات ضمائر و جمہور گفتہ اند کہ آن علم است بر ربوبیت حق سبحانہ وجلال او و شناختن عبودیت لطف و قدر حال او و در بحر الحقائق میفرماید کہ آں علم ماکان ومایکون است کہ حق سبحانہ تعالیٰ در شب اسریٰ بدان حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ من در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ماکان ومایکون پس دانستم آنچہ بود و آنچہ خواہد بود حاصل یہ کہ خفیات اور اس

مکنونات ضمائر جو تم نہ جانتے تھے ہمنے تعلیم فرمائے اور جمہور مفسرین نے کہا ہی کہ وہ ربوبیت وجلال حق کا جاننا اور اپنے نفس کی عبودیت اور اس کی قدر حال کا پہچاننا ہے اور بحر الحقائق مین فرماتے ہین کہ وہ علم ماکان اور مایکون کا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے شب معراج مین آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ احادیث معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش کے نیچے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا کہ اس کے وفور فیضان سے ماکان اور مایکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کے سب امور کا عالم ہوگیا۔ اس کے بعد جانب مخالف نے کریمہ وکذلک جعلنا کم امتہ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا کہ جس سے امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیامت میں دوسری امتوں پر گواہ ہونا ثابت ہے اور مفسرین نے وسعت علم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس کے تحت میں بیان کی ہے اسکی نسبت یہ لکھا ہی قولہ اگر اس آیۂ کریمہ کا وہی مطلب ہی جو زید کا اجتہاد ہی تو لازم آتا ہی کہ زید جس نے آیت کے ترجمہ میں ایک زمانہ خامہ فرسائی کی مگر نصیب نے یاوری نہ کی علام الغیوب ہوجائے قولہ جانب مخالف کا یہ منشاء ہی کہ اگر شہید کا لفظ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وسعت علمی پر دال ہو تو یہی لفظ لتکونوا شہداء میں تمام امتیان مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے لئے استعمال کیا گیا ہی۔ وہان بھی اگر تمام امتیون کے وسعت علم پر دال ہی تو لازم آئیگا کہ سب عالم ماکان ومایکون ہون۔ جانب مخالف کی اس شبہ کا **جواب یہ ہی** کہ یہ جانب مخالف کا قیاس ہی اور قیاس اس زمانے والون کا خود جانب مخالف کی نزدیک نا قابل اعتبار۔ نہ آیت کا یہ مطلب نہ مفسر کا قول سب سے پہلے تفسیر قرآن ہاتھ میں لیجیے اور اس سے دریافت کر لیجیے کہ اس آیہ میں وسعت علم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر دلالت ہی یا نہین ملاحظہ ہو تفسیر معالم التنزیل کہ امام محی السنہ امام بغوی رحمۃ اللہ نے اس آیت کے تحت میں یہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہو قال قام فینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوما بعد العصر فما ترک شیئا الی یوم القیمۃ الا ذکرہ فی مقامہ حتی اذا کانت الشمس علی رؤس النخل واطراف الحیطان قال اما انہ لم یبق من الدنیا فیما مضی منہا

الا کما بقے من یومکم ھذا الحدیث خلاصہ یہ ہے کہ ابو سعید رضی اللہ تعالٰے عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نے ایک روز عصر کے بعد ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونیوالی چیزیں سب ہی بیان کر دیں اور کوئی چیز چھوڑ نہ دی یہانتک کہ جب دہوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر پہنچی تو فرمایا کہ دنیا کے احوال میں سے صرف اسقدر باقی رہگیا جتنا دن باقی رہگیا ہے امام بغوی رحمہ اللہ کا اس حدیث شریف کو اس آیہ شریفہ کے تحت میں لانا صاف بتا رہا ہے کہ آیہ شریفہ میں نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی وسعت علمی مذکور ہے جب تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت علم نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر دال ہے تو ایک ایسے شخص کے قیاس پر کیا توجہ کیجائے جو آیت کی تفسیر سے غافل ہے۔ غرضکہ جب ہمارا مدعا آیت سے اور تفسیر حدیث سے ثابت پھر کسی منکر کا اعتراض قابل سماعت نہیں لیکن پھر بھی ہم اُسکی طرف توجہ کرتے ہیں جاننا چاہئے کہ صحت شہادت کے لئے شاہد کو مشہود علیہ پر علم یقینی ہونا چاہئے اور یہ بواسطہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اُمت کو حاصل اور اُس جناب کی بدولت انکا یقین کامل۔ یہی جواب جو جانب مخالف پر پیش کیا گیا انشاء اللہ العزیز بروز شہادت اُن اُمتوں پر پیش کیا جاویگا جو تبلیغ انبیا کا انکار کرینگی چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے۔ ولہذا چوں امم دیگر در مقام رد شہادت ایشاں خواہند گفت کہ شما اگرچہ رد شہادت رسید حال آنکہ در وقت ما نبودید و حاضر واقعہ نشدید ایشاں جواب خواہند گفت کہ ما را خبر خدا بوساطت پیغمبر خود رسید در نزد ما در افادہ یقین بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم یقینی بہر وجہ علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود تعجب ہے کہ جناب مخالف نے آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو جملہ اُمت محمدیہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی برابر سمجھ لیا اور کچھ فرق نہ کیا شہادت کا لفظ جب اُمت کی طرف منسوب دیکھا اور پھر اسی کو صاحب اُمت کی صفت پایا فوراً مرتبہ برابر سمجھ لیا اور یہ کچھ خیال نہ کیا کہ اُمت کا علم تعلیم نبی کریم سے ہے اور نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا علم تعلیم الٰہی سے پھر منصب رسالت کے لائق کہ جس سے تمام عالم کا نظام متعلق اور یہ رتبہ عبدیت کے موافق جو فقط اپنی اصلاح کے لئے ہے اس شہادت پر پھر نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شہادت ضروری جیسا کہ ارشاد ہوا۔ ویکون الرسول علیکم شہیدا یہ شہادت

خود ہی کافی ہو اور کسی دوسری شہادت کی محتاج نہیں۔ ان سب سے قطع نظر کیجیے اور یہ غور فرمایئے
کہ ایک ہی لفظ کے معنی ہر شخص کی نسبت سے ایک ہی ہونے ضرور نہیں بلکہ کبھی ایک لفظ کے معنے
ایک شخص کی نسبت سے کچھ ہوتے ہیں اور دوسرے کی نسبت سے کچھ اور چنانچہ صلوٰۃ اور صلوات
وغیرہا الفاظ مختلف موقع پر مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں اور انکی کسی کو کوئی تخصیص نہیں بلکہ
تمام الفاظ مختلف مواقع پر مختلف معانی میں مستعمل ہوتے ہیں۔ کریمہ و مکر اللہ میں ایک
ہی لفظ مکر ہے جو ایک جگہ کفار کے لئے اور دوسری جگہ حق تعالےٰ کے لئے استعمال کیا گیا
ہے اور ایک جگہ معنی کچھ ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت آدم
علیہ السلام کی نسبت کلام اللہ میں لفظ ظلم وارد ہے فرمایا لا الٰہ الا انت سبحانک انی
کنت من الظالمین وقولہ تعالیٰ ربنا ظلمنا انفسنا ان دونوں مقاموں میں ظلم
بمعنی ترک اولیٰ ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مذاق جمہور اہل تفسیر
اہلسنت کہ ظلمی کہ ایں ہر دو بزرگ بخود نسبت فرمودہ اند ظلم حقیقی نبود بلکہ ترک اولیٰ۔ دوسری آیت
لا ینال عہدی الظالمین میں ظلم کے معنی حقیقی جو فسق ہیں مراد ہیں چنانچہ یہی شاہ صاحب
رحمہ اللہ اسی تفسیر میں آیہ لا ینال عہدی الظالمین کی نسبت فرماتے ہیں در آیت مراد ظلم حقیقی
است کہ فسق است۔ غرضیکہ ایک جگہ ایک لفظ سے کچھ مراد ہوتی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور
اسی لفظ شہادت کو نہ دیکھ لیجیے کہ یہاں امت کے لئے بمعنی گواہی مستعمل ہوا اور واللہ
علیٰ کل شیء شہید بمعنی علیم کے۔ اگر جانب مخالف کے قاعدہ کے بموجب لفظ شہید بمعنی علیم
ہو ہی نہ سکے تو اس آیت سے اللہ جل شانہ کا علیم ہونا بھی ثابت نہ ہو سکیگا معاذ اللہ تعلیم
پس جانب مخالف کو یہ خیال کر لینا تھا کہ جائز ہے کہ امت کی نسبت جو لفظ شہادت مستعمل ہو
وہ اور معنی میں ہوا اور سرور اکرم کی نسبت جو مستعمل ہوا وہ علم کے معنی میں ہو جیسا کہ مفسرین نے
فرمایا ہے حضرت مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی جنکو جانب مخالف معتبر
اور بزرگ سمجھتے ہیں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں بلکہ میتوان گفت کہ شہادت دریں جا بمعنی
گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از جادۂ حق بیروں نرود چنانچہ واللہ علیٰ کل شیء
شہید و منہ قولہ حضرت عیسیٰ و کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب

علیھم وانت علیٰ کل شیٔ شہید ۔ و چون این نگہبانی و اطلاع طریق تحمل شہادت است و تحمل شہادت برائی ادائے شہادت میباشد و در احادیث این شہادت را بگواہی روز قیامت تعبیر فرمودہ اند بیاناً لحاصل المعنٰی لا تفسیر اللفظ پس اب بخوبی ظاہر ہوگیا کہ لفظ شہادت جو اُمت مرحومہ کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے گواہی کے معنی میں ہے جیسا کہ اوپر تفسیر سے نقل کیا گیا ہوا اور اس موقع پر کہ جناب سالتمآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد ہوا ہے اطلاع اور نگہبانی کے معنی میں ہے چنانچہ واللہ علیٰ کل شیٔ شہید اور کنت علیھم شہیدا میں کلام اللہ میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے چونکہ نگہبانی اور اطلاع طریق تحمل شہادت کو روز قیامت کی گواہی سے تعبیر فرمایا اور یہ حاصل معنی کا بیان ہے اور نہ الفاظ کی تفسیر ہے زید کا مدعا بخوبی ثابت ہوگیا اور جانب مخالف کو کوئی محل اعتراض نہ رہا ۔

ثانیاً ۔ جانب مخالف کو یہ بھی معلوم نہیں کہ مفسرین نے آیۂ شریفہ وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا سے کیا مراد لی ہے اس لئے کہ اُن کا یہ خیال ہے کہ شہید دونوں جگہ ایک ہی معنی میں ہے اور جہاں اُمت کے لئے ارشاد ہوا ہے اُس سے تمام اُمت مراد ہے پس اگر ہم اس موقع پر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب فرض بھی کرلیں کہ لفظ شہید دونوں ایک ہی معنی کے لئے ہے تو بھی اُن کا مقصود ثابت نہ ہوسکیگا اس لئے کہ تمام اُمت اول سے آخر تک سب کا گواہ ہونا مراد نہیں ہے جو جانب مخالف یہ اعتراض کرسکے کہ سب کے لئے علم غیب کا ثبوت لازم آئے گا بلکہ یہاں اُمت سے مہاجرین اولین اور انصار سابقین یا علماء مجتہدین مراد ہیں کہ جن کا اجماع خطا پر ممکن نہیں وہ حضور رب العالمین میں شہادت کے لئے منظور فرمائے گئے ہیں اللّٰھم ارزقنا اتباعھم واحشرنا معھم چنانچہ شاہ صاحب موصوف اسی تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ و در اینجا تفسیر است بغایت دلچسپ کہ از بعضے قدمائے مفسرین منقول شدہ و از اکثر اشکالات مذکورہ نجات میدہد حاصلش آنکہ در وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا مخاطب کسانے اند کہ نماز بسوئے قبلتین گذاردہ اند یعنی مہاجرین اولین و انصار سابقین کہ وجہ

لیکن اگر مراد اینجا تمام امت را از اول تا آخر اعتبار کنیم فائدہ تکلیف برہم میگردد۔ زیرا کہ بعد از انقضاء
تمام امت ہیچ کس باقی نخواہد ماند کہ قول ایشان بروئے حجت توانند شد پس معلوم شد کہ مراد
اہل ہر زمانہ اند و چوں اہل ہر زمانہ مخلوط می باشد عالم و جاہل و صالح و فاسق ہمہ در آنہا
موجود می شوند بقرائن عقلیہ معلوم شد کہ اعتبار بہ گفتہ علمائے مجتہدان متدین است نہ غیر ایشان
بہر حال اجماع ایشان بر خطا ممکن نیست والا این امت خیار و عدول نباشد و در میان ایشان
و امم دیگر فرقے نماند و این شرفے است عظیم کہ این امت را بہ نسبت اجماعیہ حکم پیغمبر دادہ اند چنانچہ حکم
پیغمبر معصوم از خطا واجب القبول است ہمچنان حکم این امت باجماع معصوم از خطا واجب القبول

اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ تمام امت اول سے آخر تک مراد نہیں بلکہ کبرائے امت مراد
ہیں اب ہم کو تسلیم کہ کبرائے امت کو بھی امور غیب پر اطلاع فرمائی جاتی ہے اور یہی عقیدہ اہل
سنت کا ہے البتہ معتزلی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوائے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
کسی ولی کو علم حاصل نہیں زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۷ صفحہ ۲۲۸ میں ہے قال فی لطائف المنن
اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللہ تعالیٰ بنور منہ بدلیل خبر اتقوا فراسۃ المؤمن
فانہ ینظر بنور اللہ لا یستغرب وھو معنی کنت بصرہ الذی یبصر بہ فمن کان الحق
بصرہ فاطلاعہ علی غیب اللہ لا یستغرب واقعی امر یہ ہے کہ حسب مضمون حدیث شریف
پروردگار جس کی بینائی ہو اس کا غیب پر مطلع ہونا کیا بعید ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
زبدۃ الاسرار میں حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رح کا ارشاد نقل فرماتے ہیں قال
رضی اللہ عنہ یا ابطال یا اطفال ھلموا و خذوا عن البحر الذی لا ساحل لہ
وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان بؤبؤۃ عینی فی اللوح المحفوظ
انا غائص فی بحار علم اللہ اب بحمدہ تعالیٰ ذکر اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ سعدا اور
اشقیا اولیا پر پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں رہتی ہے اور
اللہ تعالیٰ کے علم کے دریا میں غوطہ زن رہتے ہیں مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس
میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ سے نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عزیزان علیہ الرحمۃ والرضوان میگفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چوں سفرہ ایست

غوث اعظم کا ارشاد کہ لوح محفوظ میرے سامنے ہے اور میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں۔

وما بیگوئیم چون روئے ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشان غائب نیست یعنی حضرت عزیزان رحمۃ اللہ تعالےٰ یہ فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دسترخوان کی شکل ہے اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے ناخن کی شکل ہے اور کوئی چیز انکی نظر سے غائب نہیں امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فقہ اکبر میں اور شیخ جلال الدین سیوطی نے جامع کبیر میں حارث بن مالک اور حارثہ بن نعمان انصاری سے اور طبری اور ابو یعلیٰ نے حارث ابن مالک انصاری سے روایت کی ہے۔ قال مررت بالنبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال کیف اصبحت یا حارث قال اصبحت مومناً حقاً فقال انظر ما تقول فان لکل شئ حقیقۃ وما حقیقۃ ایمانک قلت قد عرفت نفسی عن الدنیا واسہرت لذلک لیلی واظمأت نہاری وکانی انظر الی عرش ربی بارزاً وکانی انظر الی اھل الجنۃ یتزاورون فیہا وکانی انظر الی اھل النار یتضاغون فیہا وفی روایۃ یتعاوون فیہا فقال یا حارث عرفت فالزم قالہا ثلثاً وفی روایۃ ابن عساکر قال علیہ السلام امرء نور اللہ قلبہ عرفت فالزم اور اسی قصہ کو مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ نے **مثنوی معنوی** میں نظم فرمایا ہے

جو بطریق اختصار اس مختصر میں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھٰذا۔

گفت پیغمبر صباحے زید را	کیف اصبحت اے رفیق با صفا
گفت عبداً مومنا باز وش گفت	کو نشان از باغ ایمان گر شگفت
گفت تشنہ بودہ ام من روزہا	شب نخفتم من ز عشق و سوزہا
تا ز روز و شب جدا گشتم چنان	کہ ز اسپر بگذرد نوک سنان
کہ ازان سو جملہ ملت یکے ست	صد ہزاران سال و یکساعت یکیست
ہست ازل را و ابد را اتحاد	عقل را رہ نیست الا افتقاد
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من	ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
یک بیک وا می شناسم خلق را	ہمچو گندم من ز جو در آسیا
کہ بہشتی کہ و بیگانہ کی ست	پیش من پیدا چو مور و ماہی است
من بگویم یا فرو بندم نفس	لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

اور یاروں کے سامنے زمین ایسی ہے جیسے ناخن -

ہمارے صاحب کی روایت کہ حضرت نے فرمایا کہ میں عرش الٰہی کو دیکھتا ہوں اور جنتی اور دوزخی میری نظر کے سامنے ہیں -

اب ثابت ہوا کہ اطلاع غیب سوائے انبیاء کے اکابر امت کو بھی عنایت الٰہی سے میسر ہوتی ہے چنانچہ حبیب سید کائنات سرور موجودات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے زید تم نے کس حال میں صبح کی۔ عرض کیا کہ اس حال میں کہ عبد مومن تھا فرمایا حقیقۃ ایمان کا کیا نشان رکھتے ہو عرض کیا کہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے پھیر لیا راتوں عشق میں جاگا دنوں مجھ کو پیاسا رہا اب گویا کہ میں اپنے رب کے عرش کو ظاہر دیکھتا ہوں اور اہل جنت اور اہل دوزخ کو پہچانتا ہوں اور یہی مولانائے رومؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

لوح محفوظ است پیش اولیاء　　از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

اور امام شعرانی کبریت احمر میں فرماتے ہیں۔ واما شیخنا السید علی الخواص رضی اللہ تعالٰی عنہ فسمعتہ یقول لا یکمل الرجل عندنا حتی یعلم حرکات مریدہ فی انتقالہ فی الاصلاب وھو نطفۃ من یوم الست بربکم الی استقرارہ فی الجنۃ او فی النار یعنی ہمارے شیخ سید علی خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک کوئی آدمی جب تک کامل نہیں ہوتا جب تک اسکو اپنے مرید کی حرکتیں اس کے آباء کی پیٹھ میں نہ معلوم ہوں یعنی جب تک یہ نہ معلوم نہ کرے کہ یوم الست سے کس کس کی پیٹھ میں ٹھہرا اور اس نے کس وقت حرکت کی یہاں تک کہ اس کے جنت یا دوزخ میں قرار پکڑنے تک کے حالات جانے قصیدہ غوثیہ میں حضرت پیران پیر دستگیر حضرت محبوب سبحانی سیدنا الشیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ ؎

نظرت الی بلاد اللہ جمعا　　کخردلۃ علی حکم اتصال

جب اللہ کے اولیاء کو تمام بلاد اللہ مثل رائی کے دانے کے معلوم ہوں تو اگر جانب مخالف کا قول تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے اور لفظ شہادت کے دونوں جگہ ایک ہی معنی میں لیا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ جب کبرائے امت گواہ ٹھہرے اور انکو یہ اطلاع غیب عطا ہوئے۔ عالم حقیقی تغییر تو اگر شہادت کا لفظ ان حضرت کے لئے بھی ثبوت علم ہو گا تو بیشک حق اور سچا ہو۔ اب جانب مخالف کو ذرا چون وچرا کا موقع نہیں کہ تسلیم کریں یا نا خوش رہیں اس کے بعد جانب مخالف نے کریمہ وما ھو علی الغیب بضنین کی طرف توجہ

سے یعنی یہ قول کہ اگر لفظ شہادت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم کو ثابت کرتا ہو تو امت کے علم کو بھی ثابت کریگا۔ ۱۲۰

فرمائی ہے اور آپس اختلاف قرأ اور اختلاف مرجع ضمیر ہو کو محض بے فائدہ نقل کیا ہی یہ ہم کو قطعاً مضر نہیں۔ نہ اس سے انکا مدعا ثابت نہ ہمارے مدعا کو نقصان بلکہ وہ ہمارے مؤید ہے اس لئے کہ اگر جانب مخالف کی مرضی کے موافق ظنین ظا سے مان لین تو جانب مخالف کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہو نگے کہ آن حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم غیب کی بات بتانے پر متہم نہیں کہ بغیر علم کہدیں کہ مجھکو یہ علم ہے۔ یہ تہمت کسی کی آپ پر نہیں لگ سکتی پس جانب مخالف کی اس تقریر سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا کہ آن حضرت کو امور غیب کا علم اللہ نے مرحمت نہ فرمایا تھا۔ بلکہ اس سے یہی ظاہر ہے کہ آپ کو علم تھا اور اسی وجہ سے آپ پر بغیر علم کہدینے کی تہمت نہیں لگ سکتی اور اگر جانب مخالف کی رائے کے موافق ہو کا مرجع قرآن ہو تو بھی کچھ مضر نہیں بلکہ ہمارا ہی مدعا ثابت ہو اس لئے کہ کلام اللہ میں جمیع اشیاء کا علم ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ونزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شیٔ یعنی اے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہم نے تم پر کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا بیان واضح ہے اور یہ مسلم کہ حضرت اس کے عالم تو بیشک جمیع اشیاء کے عالم ہوئے نہ معلوم کہ اس آیۃ کے متعلق جانب مخالف نے کیون بحث کی جبکہ وہ اس سے اپنے مدعا کے موافق ایک حرف نہ ثابت کر سکے البتہ اپنے خلاف مدعا کو تائید کی ہم انکی اس عنایت کے ممنون ہین۔ ایسے ہی جانب مخالف نے آیۂ شریفہ وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء کے متعلق بھی وہ بیفائدہ تقریر کی ہے جس سے انکے مدعا کو کچھ ربط نہیں بلکہ خلاف مدعا ثابت ہوتا ہے کسی مفسر کا یہ کہدینا کہ فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض المغیبات نقص علم آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ہرگز دال نہین اس لئے کہ جائز ہے کہ ایام نزول وحی مین وقتاً فوقتاً بعض بعض مغیبات پر مطلع فرمایا جاتا ہو اور جب تمام کلام اللہ نازل ہو چکا تو تمام اشیاء پر اطلاع ہو گئی ہو چنانچہ تبیاناً لكل شیٔ تمام کلام اللہ کی صفت ہی نہ بعض کی پس جائز ہے کہ ایام نزول قرآن شریف میں بعض بعض مغیبات کا جتنا کلام اللہ اترتا تھا علم ہوتا ہو۔ اس سے یہ لازم نہین کہ تمام کلام اللہ کے نزول کے بعد بھی آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم نہ ہوا ہو۔ دوسرے یہ کہ تفسیر میں نفی کا کونسا لفظ ہے

یا جانب مخالف ثبوت شے کو نفی ما عدا جانتے ہین اہل علم کے نزدیک کسی طرح اس عبارت سے حضور کے عدم علم یا نقص علم پر استدلال ممکن نہین مگر جانب مخالف تو بحکم الغریق یتشبث بالحشیش تنکے کا سہارا ڈھونڈتے ہین اور عبارات اثبات کو نفی کی برہان سمجھتے ہین ؎

کچھ ایسی سمائی ہے آنکھون مین اُن کی جدہر دیکھتے ہین نفی ہی نفی ہے ع

آنچہ پیدا می شود از دور پندار د نفی است علاوہ برین جمیع اشیاء بے شبہ غیوب کا بعض ہین تو جبکہ حق تعالیٰ جمیع اشیاء کا علم مرحمت فرمائے کہہ سکتے ہین کہ اُس کو بعض غیوب کا علم ہے سلیقہ بھی تو درکار ہے تاکہ یہ سمجھ مین آسکے کہ بعض غیوب جمیع اشیاء کے منافی نہین ؎

ہنوز طفلی واز نوش و نیش بیخبری ز علم غیر چہ از جہل خویش بے خبری

ہنوز جناب کو یہ خبر نہین کہ بعض غیوب جمیع اشیاء سے وسیع ہو سکتے ہین کیونکہ جمیع اشیاء متناہی اور غیوب غیر متناہی اور نیز ہم خوب اچھی طرح ثابت کر آئے ہین کہ مفسرین کا نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسبت بعض غیب یا اُس کی مثل اور کوئی لفظ لکھنا اس عظمت کے منافی نہین اس لئے کہ وہ بہ نسبت علم الٰہی کے لکھتے ہین اور بیشک تمام آسمانون اور زمینوں کے محبوب جناب باری عز اسمہ کے علم کا ایک قطرہ ہین اور تمام مخلوق کا علم اُس کے مقابلہ مین قلیل چنانچہ ارشاد ہوا وما اوتیتم من العلم الا قلیلا چونکہ ابتدا رسالہ ہذا میں اس مطلب پر کافی بحث کر چکا ہوں۔ اس لئے یہاں چھوڑتا ہون یہی صاحب شرح البیان جن سے آپ نے بعض کا لفظ نقل کرکے اپنے مدعا کو جو اس سے کوسون دور ہے ثابت کرنا چاہا ہے اسی تفسیر روح البیان کی جلد سادس صفحہ ۴۰۳ میں فرماتے ہین وکذا احاط علمہ محیط بجمیع المعلومات الغیبیۃ الملکوتیۃ کما جاء فی حدیث اختصام الملئکۃ اس عبارت سے صریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہے پھر کیا انہی صاحب روح البیان نے اس علم سے انکار کیا ہے۔ ہرگز نہین۔ ہرگز نہین۔ آپ سے اُس عبارت کے سمجھنے مین خطا ہوئی۔ اب یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسی آیہ ما کان اللہ کے شان نزول میں محی السنۃ امام بغوی نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری اُمت کی صورتین پیش کی گیئن جیسے کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھیں۔ اور

مجھے معلوم ہوگیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ تمسخر سے کہنے لگے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ کون اُن پر ایمان لائیگا اور کون کفر کریگا اُن لوگوں میں سے جو ابھی نہیں پیدا ہوئے اور آیندہ پیدا کئے جائینگے یہ تو بڑی بات ہے ہم تو اب موجود ہیں وہ بتائیں کہ ہم میں سے کون مومن اور کون کافر ہے یہ خبر سنکر آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم منبر پر تشریف لیگئے اور اللہ کی حمد وثنا کر کے فرمانے لگے کہ اُن قوموں کا کیا حال ہے جنہوں نے میرے علم میں طعن کیا آج سے قیامت تک کوئی شے ایسی نہیں جسکو مجھ سے تم دریافت کرو اور میں تمہیں نہ بتا سکوں اب سے قیامت کی جس چیز کو چاہو مجھ سے دریافت کرو میں تمہیں اس کی خبر دونگا پس عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے قرآن کے امام ہونے آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے پس ہماری تقصیر معاف فرمائیے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے قال السدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی امتی فی صورھا فی الطین کما عرضت علی ادم واعلمت من یومن بی ومن یکفر فبلغ ذلک المنافقین قالوا استھزاء زعم محمد صلے اللہ علیہ وسلم انہ یعلم من یومن بہ ومن یکفر ممن لم یخلق بعد ونحن معہ وما یعرفنا فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام علی المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام طعنوا فی علمی لا تسئلونی عن شیئ فیما بینکم وبین الساعة الا انبأتکم بہ فقام عبد اللہ بن حذافة السہمی فقال من ابی یا رسول اللہ قال حذافة فقام عمر فقال یا رسول اللہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبالقرآن اماما وبک نبیا فاعف عنا عفا اللہ عنک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھل انتم منتھون ثم نزل عن المنبر مخالف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر آیہ شریفہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ لا اعلم الغیب نقل کر کے آنحضرت سراپا برکت (صلی اللہ تعالے علیہ وسلم) سے علم غیب کی نفی کرنا چاہی ہے اور یہ محض اُنکا خیال ہے آیت سے اس مدعا پر استدلال محال ہے یہاں جو نفی ہے وہ غیب ذاتی کی ہے یا تواضعاً نفی کی گئی تفسیر خازن میں ہے انما نفی عن نفسہ

سلہ یہ حدیث تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۳۰۴ میں بھی موجود ہے ۱۲

الشریفۃ ھذہ کلا الاشیاء تواضعاً للہ تعالیٰ واعترافاً بالعبودیۃ تفسیر عرائس البیان میں ہے
(ولا اعلم الغیب) وتواضع حین اقام نفسہ مقام الانسانیۃ بعد ان کان اشرف
عن خلق اللہ من العرش الی الثریٰ واطھر من الملک وبیّن والرہبانیین
خضوعاً للجبروت۔ وخشوعاً فی ابواب الملکوت۔ ان عبارتوں سے آفتاب
کی طرح روشن ہے کہ آیت میں نفی بطریق تواضع ہے اس لئے استدلال کرنا اور اسکو
حجت وسند بنا کر پیش کرنا نہایت عجیب وغریب ہے۔ تمام علماء کا دستور ہے کہ وہ اپنے
لئے ہیچمیرز اور ہیچمدان اور اسی قسم کے انکسار کے الفاظ تحریر فرمایا کرتے ہیں ان الفاظ
سے استدلال کر کے جو شخص انکے علم کا انکار کرے لایعقل نہیں تو کون ہے تفاسیر
میں صاف فرمایا کہ حضور نے تواضعاً نفی فرمائی اُسکو حضور کے عدم علم کی دلیل بنانا
کیسی دون ہمتی اور فرومایگی ہے۔ علاوہ بریں آیت میں علم غیب کی نفی ہی کب ہے نفی
ہے تو قول و دعوے کی۔ یہی تو فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمادیجئے کہ میں تم
سے یہ نہیں کہتا اور دعوے نہیں کرتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور میں غیب کا
عالم ہوں۔ تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے (ولا اعلم الغیب عطف علی محل عندی خزائن
اللہ ای ولا ادعی ایضاً انی اعلم الغیب الخ کذا فی روح البیان) ان تفاسیر سے صاف
معلوم ہو گیا کہ حضور نے دعوے کی نفی فرمائی دعوے کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے میں دعوے
نہیں کرتا کہ میں غیب کا عالم ہوں اس کے یہ معنی کس طرح ہو سکتے ہیں کہ مجھے غیب کا علم
ہی نہیں۔ بلکہ مطلقاً دعوے کی بھی نفی نہیں ہے جس کی طرف لکم تشیر ہے۔ خطاب کفار و
مشرکین سے ہے تفسیر خازن میں ہے قل یا محمد لھؤلاء المشرکین لا اقول لکم
تو مطلب آیۃ کا یہ ہوا کہ فرما دیجئے اے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ ان کفار و مشرکین سے
کہ میں تم سے یہ دعوے نہیں کرتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب
جانتا ہوں اور فی الواقع نااہل کب اس قابل ہیں کہ انکے سامنے ایسے دعوے کئے
جاہلین دنیا وہابیہ بھی اپنے آپ کو ان ہی نااہلوں میں سے سمجھتے ہیں ؟) علامہ نیشاپوری
تفسیر غرائب القرآن میں فرماتے ہیں۔ (قل لا اقول لکم لم یقل لیس عندی خزائن

اللہ لیعلموا ان خزائن اللہ وھی العلم بحقائق الاشیاء وماھیاتھا عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکنہ یکلم الناس علی قدر عقولھم ولا اعلم الغیب ای لا اقول لکم ھٰذا مع انہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمت ما کان وما سیکون یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب اکرم آپ کفار و مشرکین سے فرما دیجئے کہ اے کفار نابکار میں تم سے یہ دعوے نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے نہیں کہتا) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور کے پاس ہیں۔ لیکن حضور لوگوں سے بقدر انکے عقل و فہم کے کلام فرماتے ہیں اور وہ خزانے تمام چیزوں کی حقیقت و ماہیت کا علم ہے اس کے بعد ارشاد ہوا، ولا اعلم الغیب یعنی میں تم سے یہ دعوے نہیں کرتا کہ مجھے غیب کا علم ہے باوجودیکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا ہو نیوالا ہے سب کا علم مجھے عطا ہوا۔ اب ان تفاسیر کی عبارات پر غور فرماکر انصاف فرمایئے کہ جانب مخالف نے ان آیات سے حضور کے علم کے انکار پر استدلال کرنے میں کیا ظلم صریح کیا ہے۔ نفی وضع کو عدم علم کی دلیل بنانا اور عدم دعوے سے عدم علم پر استدلال کرنا کس درجہ کی انتہائی جہالت ہے۔

قولہ علمت ما کان وما سیکون میں جو لفظ کان ماضی کا صیغہ ہے یہ باقتضا اپنے حدوثی معنی کے زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اس سے گذشتہ زمانہ میں ان چیزوں کا تحقق ثابت ہوتا ہے اگر علم انہی چیزوں کے ساتھ متعلق ہوا ہے جیسا کہ علمت ما کان وما سیکون سے واضح ہے تو وہ علم ازلی نہیں کیونکہ نہ خود زمانہ ہے نہ زمانیات کا ظرف الخ

اقول

اس موقع پر جانب مخالف کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم سے جو زمانہ سے متعلق ہے یعنی بدء الخلق سے قیامت تک جس کا زید کو دعوے ہے انکار نہیں اور نہ باوجود اس صراحت کے انکار ہو سکتا ہے مگر اسی رسالہ میں انہی حضرت کی تقاریر سے انکار بھی ملیگا۔ یہ ایک حیرتناک قصہ ہے رہا اس موقع پر جناب کا کان کے معنی میں تحقیقات لمبی کو موقوف فرمانا اسکی

جانب مخالف کا حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ابتداء الخلق سے قیامت تک کے ماکان وما یکون کے علم کا اقرار ہے۔

لفظ ماکان اور ما یکون کی بحث

بھی ملاحظہ فرمائیے کہ عجب سے خالی نہ ہوگا چونکہ اس موقع پر عربیت سے بحث کرنے میں طول ہوتا ہے اس لئے اس سے درگذر کر کے یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب تسلیم کر لیا جائے کہ لفظ کان زمانہ گذشتہ پر ہی دلالت کرتا ہے اور اس سے گذشتہ زمانہ میں زمانی چیزوں کا ثبوت ہوتا ہے تو آیہ شریفہ ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا میں کیوں کہ لفظ کان زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرے گا کہ یہاں تو استقبال پر دال ہے اور آیہ کریمہ کیف نکلم من کان فی المھد صبیا میں اگر جانب مخالف کے فرمانے کے بموجب کان سے زمانہ گذشتہ مراد لیا جاوے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ثابت ہوسکے اس لئے حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان سے دریافت کر لو تو یہودیوں نے کہا کہ ہم کیونکر ایسے شخص سے دریافت کریں کہ جو ابھی ہنڈولے میں بچہ ہے یہاں وہی لفظ کان ہے ذرا جانب مخالف صاحب اب ماضی کا صیغہ فرما کر مطلب تو کہیں اور آیہ شریف وکان اللہ بکل شیء علیما میں بھی اگر حسب رائے جانب مخالف کے کان زمانۂ ماضی میں زمانی چیزوں کے ثبوت کے لیے ہو تو نعوذ باللہ خدائے کریم کے اوصاف علم وغیرہ بھی زمانی ہوجاویں گے بلکہ بعض مواضع میں کان کو اس معنی پر محمول کرنے سے وجود الٰہی کو بھی ایسا ہی کہنا پڑے گا چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کان اللہ ولم یکن معہ شیئا اب اس فقیر کا التماس ہے کہ مولف رسالہ اعلاء کلمۃ الحق تو بہ کریں کہ انھوں نے اعتراض کرنے کے شوق میں ایک ایسی ناز یبا تقریر کی جس سے ازلیت صفات الٰہی کا اور معجزہ نبی کا بلکہ خود وجود الٰہی کا انکار لازم آتا ہے۔ ایسی وقتیں جب ہی پیش آتی ہیں جبکہ آدمی باوجود علم نہ ہونے کے محض طباعی سے مسائل دینیہ میں دخل دے اور اسی لئے سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ثانیا یہ کہ محدثین کے نزدیک یہی مشہور ہے اور جمہور کا یہی مذہب ہے کہ لفظ کان دوام و استمرار کے معنی میں آتا ہے چنانچہ یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں۔ ودر لفظ کان محتاز است نزد مشہور

درمیان جمہور آنست کہ افادہ دوام و استمرار میکند۔ پس جناب نے کس طرح سے علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر کان کا زمانی ہونا ضروری سمجھ لیا ہے حضرت محض ایجاد سے کام نہ لیجئے کہ دین کے مسائل میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ فقیر اس موقع پر اس بحث کو اختصار کے لئے چھوڑتا ہے کہ مقربان بارگاہ زمانہ میں فرق نہیں کرتے جیسا کہ احادیث سے ثابت اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی عبارت سے مصرح ہے رہا جانب مخالف کا سیکون کو سین کی وجہ سے استقبال قریب کے لئے بتانا تو یہ خود ظاہر ہے کہ جب یکون کو زمانہ سے تعلق کامل ضرور نہیں تو سین اس پر داخل ہو کر اپنا پورا اثر کرے یہ بھی کچھ ضرور نہیں پھر نہ معلوم کہ جانب مخالف کے نزدیک سین کیا معنی دیتا ہے اور کس موقع پر کس طرح اپنے معنی بتاتا ہے۔ بتقدیر استقبال قریب مراد ہونے کے اس کے قرب کی کیا حد ہے۔ آیا ایک دن یا دو دن یا چھ مہینے قریب اور اس سے زیادہ زمانہ بعید ہے یا کیا پہلے قرب اور بعد کی مقدار سمجھانی ضرور ہے تاکہ دریافت ہو جائے کہ اس سے بر تقدیر لحاظ معنی قرب کے کتنا زمانہ مفہوم ہوتا ہے۔ شاید آپ نے کبھی سنا ہو کہ رب العزۃ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اقتربت الساعۃ وانشق القمر قریب آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور فرمایا یرونہ بعیداً ونراہ قریبا کفار قیامت کو دور سمجھ رہے ہیں اور ہم قریب جان رہے ہیں بلکہ فرمایا اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون قریب آیا ان کے لئے ان کا حساب اور وہ غفلت میں روگردان پڑے ہیں دیکھیئے کہ رب العزۃ ساعۃ و حساب کو قریب بتا رہا ہے اور زید کا دعوے اسی قدر تھا کہ بدء الخلق سے یوم آخر تک کا کام تمام ما کان وما یکون حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے پھر اس کے قریب اس کے دعوے میں کیا بعد پیدا کیا۔ شاید جانب مخالف کہ نہایت ذہین ہیں اپنی کمال ذہانت سے یہ وہم تراشیں کہ لفظ قرب جو خاص نزدیکی کے معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اتنی وسعت رکھتا ہے کہ قیامت و حساب تک کے لئے اطلاق کیا جائے مگر سین اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہرگز قیامت تک کی وسعت نہیں بلکہ وہ زمانہ جس پر سین مدخول میں دلالت کرتا ہے ایک دو دن سے زیادہ نہیں۔ اس لئے میں دو ایک مثالیں اس کی بھی پیش کروں کہ جس فعل پر سین داخل ہوا

جانب مخالف کو دھوکا ہوا۔

سیکون ان کے قریب پر دلالت کرنے کی بحث۔

اُس میں بھی قیام قیامت تک تو داخل ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ چنانچہ پروردگار عالم نے ان لوگوں کے بارے میں کہ جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں ارشاد فرمایا ان الذین یاکلون اموال الیتٰمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا یعنی بے شبہہ جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں جز این نیست کہ وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور قریب ہے کہ وہ داخل ہونگے آگ میں **دوسری آیت** سارھقہ صعودا یعنی اب چڑھاؤنگا اُسے کڑی چڑھائی اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے اسپر ستر برس چڑھایا جاتا ہے پھر گرایا جاتا ہے **تیسری آیت** ساصلیہ سقر یعنی قریب ہے کہ داخل کرونگا میں اسکو سقر میں اور سقر جہنم کا نام ہے ان تینوں آیتوں میں جو وعید فرمائی ہے اُن میں مضارع کے صیغہ پر سین داخل ہے جو جانب مخالف کے نزدیک قریب کے معنی کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قرب میں بھی اتنا بُعد ہے کہ اُسکا تحقق بعد قیام قیامت کے ہوگا غرضکہ جب سین کے داخل ہونے کے بعد بھی اُسمیں اتنا قرب نہ پیدا ہوا کہ جس سے علم الی یوم القیمۃ کی نفی ہوسکتی تو زید کے قول کا کیا رد ہوا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی تحقیقات اس مسئلہ سین کے متعلق تھی جو بنظر اختصار چھوڑ دی گئی۔

قولہ علمت ما کان وما سیکون کے یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جان لیا میں نے جو کچھ زمانہ گذشتہ میں ہوگیا اور جو عنقریب زمانہ آئندہ میں ہوگا۔ وہ حدیث ہے اور یہ معنی ہیں۔ **اقول** ذرا تو انصاف فرمائیے جب زید کا بھی یہی مدعا ہے کہ آنحضرت سرور بابرکت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ نے دنیا میں جو کچھ ہوا اُسکا یا جو کچھ آئندہ ہوگا جیسا کہ بدء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش یعنی مخلوق کے پیدا ہونیکے وقت سے لیکر جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک تمام احوال اور ماحدث کا سب خیر و شر تعلیم فرمایا اور آپ کبھی اس وقت یہی تسلیم فرمارہے ہیں۔ پھر کیا ضرورت رسالہ تحریر کرنے کی ہوئی کہ بیفائدہ کاغذ سیاہ کئے چند مسئلے غلط لکھکر اُن کا بار گردن پر لیا علماء کی جناب میں گستاخیاں کیں جب تسلیم فرماتے ہو۔ اب ہی اپنی تمام گذشتہ حرکتوں سے توبہ کرو۔

وہم جانب مخالف

جانب مخالف نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۴۳ پر جو وہم کیا ہے اُس کا حاصل یہ ہی کہ آیۂ شریفہ وعلمک مالم تکن تعلم کے نزول کے بعد بھی وحی نازل ہوئی تو اگر اس آیۂ شریفہ ہی سے جمیع اشیاء کا علم آں حضرت سراپا برکت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے ثابت ہو تو نزول وحی اس آیۂ شریفہ کے نزول کے بعد کیوں ہوا۔ اور اس کا کیا فائدہ ہی؟ اللہ اللہ کیا عجب تقریر ہے بھلا ان حضرات کو ابھی تک خبر نہیں کہ کلام اللہ میں احکام مکرر نازل ہوئے ہیں آیتیں مکرر آئیں کئی سورتوں کا نزول علماء نے مکرر بتایا ہی پھر کیا اسی شبہ کو بیان کر کے علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار کیا ہی وہی شبہ ان آیتوں میں کر کے ان کے کلام اللہ ہونیکا انکار کرنا ممکن ہے خدا محفوظ رکھے اپنے تعصب سے کہ جو حق اور ناحق میں تمیز نہ ہونے دے یہی خرافات تو کب اس قابل تھی جس کی طرف توجہ کی جاتی مگر صرف اس نظر سے کہ لوگ دھوکہ نہ کھائیں ایک عبارت لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آیات کے نزول میں بھی تکرار ہوتی ہے اور کیوں اور کس لئے مشکوٰۃ شریف کی حدیث معراج کے جملہ فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ الباری اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں یشکل ھذا بکون سورۃ البقرۃ مدنیۃ وقصۃ المعراج بالاتفاق مکیۃ۔ یعنی معراج میں خواتیم سورۂ بقرہ دیئے جانے پر یہ اشکال آتا ہی کہ سورۂ بقرہ مدنی ہے مدینہ میں نازل ہوئی اور قصہ معراج بالاتفاق مکی ہے کہ معراج مکہ میں ہوئی تو جب خواتیم سورۂ بقر معراج میں عطا ہو چکی تھی تو پھر مدینہ میں انکا نزول کیوں ہوا اور اس کا کیا فائدہ یہ اعتراض بعینہٖ جانب مخالف کا سا اعتراض ہے۔ اس کے جواب میں ملا علی قاری رح یہی فرماتے ہیں کہ حاصلہ انہ ما وقع تکرار الوحی فیہ تعظیما لہ واہتماما بشانہ فاوحی اللہ الیہ فی تلک اللیلۃ بلا واسطۃ جبریل وھذا میل الی ان جمیع القرآن نزل بواسطۃ جبریل اب ثابت ہوا کہ اول شب معراج میں بلا واسطہ وحی ہوئی پھر بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے تعظیم اور اہتمام شان حضور۔

آیۂ کریمہ وعلمک مالم تکن تعلم کی تفسیر پر اعتراض اور اس کا جواب۔

سہم الغیب والحق از تہ الخفا مسائل جو مخالفین کے ہیں ان میں یہ شبہ لکھا ہی یہاں سب کا جواب دیا گیا ہی۔

نزول وحی کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اس سے پہلے اسکا علم نہ ہو۔

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے وحی نازل ہوئی۔ پس صاحب عقل دریافت کرسکتا ہے کہ ایسے اعتراض پر بنا تعصب و عناد ہین تفسیر مدارک التنزیل مطبوعہ مصر کے صفہ ۱ مین (وفاتحۃ الکتاب) مکیۃ وقیل مدنیۃ والاصح انہا مکیۃ ومدنیۃ نزلت بمکۃ حین فرضت الصلوٰۃ ثم نزلت بالمدینۃ حین حولت القبلۃ الی الکعبۃ۔ اب جانب مخالف سے استفسار ہے کہ سورۂ فاتحہ دوسری مرتبہ جب مدینہ میں نازل ہوئی تو اُس کے نزول سے کچھ فائدہ ہوا یا نہین فما ہو جوابکم فہو جوابنا مع ہذا قرآن عظیم وحی دائم مستمر اور الی یوم القیامۃ اُس کا ایک ایک لفظ اُمت مرحومہ کے لئے قراءۃً وسماعۃً وکتابۃً وحفظاً ونظراً وفکراً بیشمار برکات کا مثمر اور ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا استنباط احکام مین پہلا مرجع ومفزع اور جسقدر سے حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو علوم حاصل ہوئے مجتہدین واولیاء وعلما کو بھی اُسی قدر کافی ہونا اور اپنی استعداد کے لائق قرآن عظیم سے اخذ علوم کے لئے زیادہ کی حاجت نہ پڑنا محض باطل وممنوع علاوہ برین یہ اُس تقدیر پر ہے کہ علم تمامی تعلیم کو زمانہ نزول آیہ سے پہلے منقضی ہو جانے پر دلالت کرے حالانکہ یہ ممنوع خود قرآن پاک مین ارشاد ہوا۔ نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی کیا اس کے معنی یہ ہین کہ جسوقت یہ آیت اُتری تمام کتاب نازل ہو چکی تھی اس کے بعد کچھ نہ اُترا ولکن النجدیۃ قوم یجہلون جانب مخالف نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ آن حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ظہار کے مسئلہ مین بعد کفارہ کے عود کا جائز ہونا معلوم نہین تھا یہ اعتراض جانب مخالف ہی کے قول سے رد ہوتا ہے چنانچہ وہ اپنے رسالہ اعلاء کلمۃ الحق کے صفحہ ۳۶ میں تفسیر خازن سے یہ عبارت نقل کرکے فرماتے ہین وعلمک مالم تکن تعلم یعنی من احکام الشرع وامور الدین) تو ہمارے شرع کے احکام اور دین کے کام مراد ہوئے انتہیٰ بلفظہ اب فرمایئے کہ جب آپکے نزدیک بھی اس آیۂ شریفہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے شرع کے احکام کا علم ثابت ہے تو پھر آن حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بعد کفارہ کے عود کا جائز ہونا ایک شرعی حکم ہے کیون معلوم نہ تھا۔ جانب مخالف اسی رسالہ کے صفحہ ۳۸ میں فرماتے ہین۔

مسئلہ ظہار میں جانب مخالف کا اعتراض اور اس کا جواب

علمك ما لم تكن تعلم میں ما سے وہی امور خفیہ اور کلمات حکمیہ اور احکام شرعیہ اور علوم کسائیہ جو شان مصطفوی کے شایان اور ختم رسالت کے سزاوار ہیں مراد ہیں اِس سے بھی معلوم ہوا کہ آیۂ شریفہ و علمك ما لم تكن تعلم سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو تمام احکام شرعیہ کی تعلیم ہوئی اس لئے کوئی حکم شرعی ایسا نہیں ہے جو شان مصطفوی کے شایان نہ ہو[1] پس لامحالہ تمام احکام شرعی کا علم آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو ہونا جانب مخالف کو بھی مسلم اور اُن کے نزدیک اس آیۂ شریفہ سے ثابت لیکن تعجب ہے کہ پھر یہ کہدیا کہ بعض احکام شرعیہ کا علم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس آیہ کے نزول تک نہ تھا اب صاحبان عقل انصاف فرمائیں کہ ایک جگہ اس آیت نے تمام احکام شرعیہ کا علم سرور اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے لئے تسلیم کرلیا اور پھر اُسی کا انکار کرجانا کسی ذی ہوش کا کام ہے اور لیجئے جانب مخالف کو یہ وہم ہوا کہ کوئی عام ایسا نہیں ہے جو خاص نہ کرلیا گیا ہو اور امام شافعی رحمۃ اللہ کا مقولہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض استدلال میں پیش کیا اس سے معلوم ہوا کہ مستدل صاحب کو کتب فقہیہ دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا. اور اگر ہوا بھی تو تعصب نے سمجھنے سے محروم رکھا اسلئے کہ کتب اصول فقہ میں جہاں یہ قاعدہ مذکور ہے وہیں انکار بھی ہے اور یہ مصرح ہے کہ حنفیوں کے نزدیک یہ قاعدہ معتبر نہیں اور نہ شافعیوں کے نزدیک اُس کی کلیہ صحیح اسلئے کہ اگر ہر عام خاص ہو جائے تو وضع کیا معتبر اور رعت کیا قابل اعتبار رہے جب صیغہ کو واضع نے عموم کیلئے وضع کیا وہ اگر کبھی عموم کے لئے استعمال نہ کیا جائے تو واضع کی وضع کس کام آئے تمام صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین عمومات قرآن سے استدلال کرتے آئے ہیں ذرا نور الانوار صہ ۶۸ ملاحظہ ہو وقولہ قطعا رد علی الشافعیؒ حیث ذهب الی ان العام ظنی لانه ما من عام الا وقد خص منه البعض فیحتمل ان یکون مخصوصا منه البعض وان لم نتن علیه فیوجب العمل لا العلم کخبر الواحد والقیاس نقول هذا

یہ شبہ مولوی محمد ادریس صاحب نے رسالہ تحقیق الحق میں اور مولوی عبد الحمید بریلوی نے نصرت الحق میں اور دیگر حضرات نے بھی اپنی تصانیف میں کیا ہے۔

---

[1] مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ کہہ بیٹھے کہ بعض احکام شرعیہ شان مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شایان نہیں ہیں

احتمال ناش بلا دلیل وھو لا یعتبر واذا خص عنہ البعض کان احتمالا ناشیا
عن دلیل فیکون معتبرا فعندنا العام قطعی فیکون مساویا للخاص اھ ورقمر الاقمار
میں مسطور ہے (قولہ وھذا الاحتمال الخ) توضیحہ ان دلالۃ صیغ العموم علی
العموم بحسب الوضع فانہ قد تواتر ان الصحابۃ رضوان اللہ علیھم یستدلون
بالعمومات ولا یحتاجون الی القرائن فلو لم یکن تلک الالفاظ موضوعۃ
للعموم لاحتیج فی فھم العموم الی القرائن ودلالۃ اللفظ علی المعنی بدون
اللھو بالقرینۃ الصارفۃ قطعی وما ھذا الا احتمال الانصراف عن
المعنی الموضوع لہ فھو ناش بلا دلیل فلا یعتبر والا یلزم ان
لا یقطع بمطلوب فی جمیع العقود والفسوخ وان یرتفع الامان
عن اللغۃ والحس فیقال لا یجوز اکل ما فی بیتک لاحتمال ان یکون
غیر ملکک ولا یحکم علی شیء بشیء لاحتمال ان یکون ھو غیرہ وما
ابصرنا ہ یحتمل ان یکون غیر مبصرنا وھذا کلہ سفسطۃ فاحتمال التخصیص فی
کل خاص ثم اذا المریض ھذا فی قطعیۃ الخاص کما مر بعینہ ذلک فی قطعیۃ
العام ایضا اور توضیح مطبوعہ مطبع نولکشور کے صـ ۱۰ میں مسطور ہے وعندنا
ھو قطعی مساو للخاص وسیجیٔ معنی القطع فلا یجوز تخصیصہ بواحد
منھما مالم یخص بقطعی لان اللفظ متی وضع لمعنی کان ذلک المعنی
لازما لہ الا ان تدل القرینۃ علی خلافہ ولو جاز ارادۃ البعض بلا
قرینۃ لارتفع الامان عن اللغۃ والشرع بالکلیۃ لان خطابات الشرع
عامۃ ظھر والاحتمال الغیر الناشی عن دلیل لا یعتبر فاحتمال الخصوص
ھھنا کاحتمال المجاز فی الخاص فالتاکید یجعلہ محکما اور اس کے تحت تلویح
میں مسطور ہے ھذا جواب عما قال الواقفیۃ انہ یؤکد بکل واجمع وایضا
عما قال الشافعی انہ یحتمل التخصیص فنقول نحن لا ندعی ان العام لا احتمال
فیہ اصلا فاحتمال التخصیص فیہ کاحتمال المجاز فی الخاص فالتاکید یجعلہ محکما

ای لا یبقی فیہ احتمال اصلا لا ناش عن دلیل ولا غیر ناش فان قیل احتمال
المجاز الذی فی الخاص ثابت فی العام مع احتمال آخر وھو احتمال التخصیص فیکون
الخاص کالنص والعام کالظاہر قلنا لما کان العام موضوعا للکل کان
ارادۃ البعض دون البعض بطریق المجاز وکثرۃ احتمالات المجاز لا اعتبار
بہا الخ اور تلویح کے صفحہ میں موجود ہے نور الحق لکن عند الشافعی قد سبق
ان القائلین بان العام یوجب الحکم فیما یتناولہ منہم من ذھب الی ان
موجبہ ظنی ومنہم من ذھب الی انہ قطعی بمعنی انہ لا یحتمل الخصوص احتمالا
ناشیا عن الدلیل تمسک الفریق الاول بان کل عام یحتمل التخصیص و
التخصیص شائع فیہ کثیرا یعنی ان العام لا یخرج عنہ الا قلیلا بمعونۃ القرائن
کقولہ تعالی ان اللہ بکل شیء علیم واللہ ما فی السموات والارض
حتی صار بمنزلۃ المثل انہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض وکفی بھذا
دلیلا علی الاحتمال وھذا بخلاف احتمال الخاص المجاز فانہ لیس بشائع
فی الخاص شیوع التخصیص فی العام حتی ینشأ عنہ احتمال المجاز فی کل
خاص فان قیل بل لا معنی لاحتمال المجاز عند عدم القرینۃ لوجوب القرینۃ
المانعۃ عن ارادۃ الموضوع لہ ماخوذ فی تعریف المجاز قلنا احتمال القرینۃ کان
فی احتمال المجاز وھو قائم اذ لا سبیل للقطع بعدم القرینۃ الا نادرا ولما
کان المختار عند المص ان موجب العام قطعی استدل علی اثباتہ اولا وعلی
بطلان مذھب المخالفین ثانیا واجاب عن تمسکہ ثالثا اما الاول فتقریرہ ان
اللفظ اذا وضع لمعنی کان ذلک المعنی لازما ثابتا بذلک اللفظ عند اطلاقہ حتی
یقوم الدلیل علی خلافہ والعموم مما وضع لہ اللفظ فکان لازما قطعا حتی
یقوم دلیل الخصوص کالخاص یثبت مسماہ قطعا حتی یقوم دلیل المجاز
واما الثانی فتقریرہ انہ لو جاز ارادۃ بعض مسمیات العام من غیر قرینۃ
لارتفع الامان عن اللغۃ لان کل ما وقع فی کلام العرب من الالفاظ

العامة یحتمل الخصوص فلا یستقیم ما یفهم السامعون من العموم
وعن الشرع لان عامة خطابات الشرع عامة فلو جوزنا ارادة البعض
من غیر قرینة لما صح فهم الاحکام بصیغة العموم الخ اور تلویح کے حاشیہ ص۲۰
میں مسطور ہے قولہ ما من عام الا وقد خص منہ البعض قیل ہذا المثال
لا یخلو اما ان یکون مخصصا اولا فعلی الاول لا یکون حجۃ وعلی الثانی یکون متناقضا
واجیب عنہ باختیار الشق الاول لانہ مخصص بعدم التخصیص مع انہ مخصص من
بین العموم بانہ لا تخصیص بخلاف سائر الفاظ العموم وہو مردود بان ہذا
المثال ایضا مخصص بالمخرج مثل قولہ تعالی ان اللہ بکل شیء علیم
وقولہ تعالی وللہ ما فی السموات والارض عن عیسی والحسن فی الجواب
ان یقال انہ محمول علی المبالغۃ والحاق القلیل بالعدم فیصح مع الدلیل
وان لم یصلح للاستدلال بالاستدلال اور مسلم الثبوت میں ہے قد اشتہر
ما من عام الا وقد خص منہ البعض وقد خص بنحو اللہ بکل شیء علیم
اور اسی مسلم الثبوت میں قطعیت عام کی بحث میں مسطور ہے لنا انہ موضوع للعموم
قطعا فہو مدلولہ ثابت بہ قطعا کالخاص الا بدلیل واستدل لو جاز
ارادۃ البعض بلا دلیل لارتفع الامان عن اللغۃ والشرع الخ اور شرح مسلم
الثبوت میں علامہ بحر العلوم عبارت اول کے متعلق یہ فرماتے ہیں قد اشتہر
ما من عام الا وقد خص منہ البعض وقد خص ہذا العام بنحو قولہ عز اسمہ ان اللہ
بکل شیء علیم حتی صار مثلا فالعموم مغلوب والخصوص غالب والمغلوب
ہو المجاز فالعموم مجاز وقولہ وقد خص نحو لما یتوہم التشکیک بان ہذہ القضیۃ
مبطلۃ لنفسہا فانہا ایضا مشتملۃ علی العموم ووجہ الدفع ان ہذا العام مخصوص
فلا یبطل اور یہی علامہ عبد العلی بحر العلوم عبارت دوم کی شرح میں فرماتے ہیں لنا
انہ موضوع للعموم قطعا للدلائل القطعیۃ التی مرت فہو ای العموم مدلولہ
لہ ثابت بہ قطعا لان اللفظ لا یحتمل غیر الموضوع لہ کالخاص الا بدلیل

صارف عنه وح لا نزاع فی الخصوص اعتراض علیه ان ثبوت المدلول للفظ
قطعا مطلقا ممنوع انما یثبت لو لم یحتمل الانصراف عنه بدلیل وههنا قد دل
کثرة التخصیص حتی صار ما من عام الا وقد خص منه البعض مثلا علی ان احتمال
التخصیص قائم فی کل عام عام فان ارید ان الدلالة علی العموم لازمة
قطعا فلا کلام فیه انما الکلام فی الارادة ولیست لازمة قطعا للکثرة المذکورة
والجواب عنه ان من ضروریات العربیة اللفظ المجرد عن القرینة الصارفة انما
یتبادر منه الموضوع له ولا یحتمل غیره فی العرف والمحاورة ومن اراد منه غیر
الموضوع له ینسب الی المکروه واما کثرة وقوع التخصیص بالانواع المختلفة
حسب اقتضاء القرائن الصارفة لا یورث الا احتمال فی العام المجرد اصلا والکلام
ههنا فی العام المجرد عن القرائن فلا مجال للاحتمال کالخاص فان قلت کثرة
وقوع التخصیص قرینة علی احتماله قلنا انما یصح الکثرة لو کانت بحیث یکون
کثیرا لاستعمال فی بعض معین بحیث یفهم مع عدم الصارف کما اذا صارت
الحقیقة مهجورة او المجاز متعارفا ولیس الامر ههنا کذلک فان کثرة
التخصیص فی العام لیست الا بان یراد فی استعمال بعض بالقرینة وفی بعض اخر
بقرینة اخری فلا یکون هذه الغلبة قرینة وهل هذا الا ما یکون للفظ ما
معان مجازیة یستعمل فی کل منها مع قرینة ولا یصلح هذه الکثرة قرینة وایضا
نقول لو کان الکثرة قرینة للتخصیص لما صح ارادة العموم اصلا فی ما ورد هذا
خلاف رأیکم ایضا فاحفظ هذا فانه بالحفظ حقیق اور یہاں ایک تقریر طویل کے
لکھنے ہیں وثالثا ان غایة ما لزم منه ان بقاء العموم مغلوب من التخصیص والمغلوب
انما یحمل علی الاغلب اذا کان مشکوکا ولیس العام الواقع فی الاستعمال المجرد
عن القرینة الصارفة مشکوکا فی عمومه کیف وقد دلت الادلة القاطعة علی
انه موضوع للعموم والضرورة العربیة شهدت بان اللفظ المجرد عن القرینة
یتبادر منه الموضوع له ولا یخطر بالبال معناه المجازی البتة فتامل فانه دقیق

لا یتجاوز الحق عنہ اور غایۃ التحقیق شرح حسامی کے ص۱۱ میں مسطور ہے ثم صیغۃ العموم موضوعۃ لہ وحقیقۃ فیہ فکان معنی العموم ثابتا بہا قطعا حتی یقوم الدلیل علی خلافہ۔ یہ توحنفیون کی تقریرین تھین جن سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ عام اپنے عموم پر رہیگا جب تک کہ دلیل اس کے خلاف پر قائم نہ ہو۔ اب شافعیوں سے سنئے کہ وہ بھی اس امر کو تسلیم نہین کرتے کہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہے بلکہ انھون نے اس بارہ میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ قاعدہ احکام فرعیہ کے بارہ میں ہے اور احکام فرعیہ کی سوا ہر جگہ یہ قاعدہ جاری نہین ہوتا چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان کے صفحہ ۲۴۴ میں فرمایا العام علی ثلثۃ اقسام الاول الباقی علی عمومہ قال القاضی جلال الدین البلقینی ومثالہ عزیز اذما من عام الا ویتخیل فیہ التخصیص فقولہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم قد یخص منہ غیر المکلف وحرمت علیکم المیتۃ خص منہ حالۃ الاضطرار ومیتۃ السمک والجراد وحرم الربا خص منہ العرایا وذکر الزرکشی فی البرہان انہ کثیر فی القرآن واوردمنہ واللہ بکل شئ علیم وان اللہ لا یظلم الناس شیئا ولا یظلم ربک احدا واللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم اللہ الذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا قلت ہذہ الآیات کلہا فی غیر الاحکام الفرعیۃ فالظاہر ان مراد البلقینی انہ عزیز فی الاحکام الفرعیۃ وقد استخرجت من القرآن بعد تفکر آیۃ فیہا وہی قولہ حرمت علیکم امہاتکم الآیۃ فانہ لا خصوص فیہا اب روشن ہوگیا کہ قاعدہ وما من عام الا وقد خص منہ البعض جس سے جانب مخالف نے کریمہ وعلمک ما لم تکن تعلم کے ما کے عام مخصوص البعض ہونے پر تمسک کیا ہے نہ علمائے حنفیہ کے نزدیک درست ہے نہ شافعیہ کے نزدیک حتی کہ یہ قاعدہ احکام فرعیہ مین بھی کلیہ نہین جیسا کہ اوپر کی عبارت سے ظاہر ہے پس اس موقع پر کہ یہ آیۂ شریفہ علم نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی ثبت ہوا اور اس

قاعدہ ما من عام الخ، علمائے حنفیہ کے نزدیک راست نہ شافعیہ کے نزدیک صحیح

آیت سے وہ مسئلہ دریافت ہوتا ہی جو احکام فرعیہ کا غیر ہے تو یہاں اس میں شافعیوں کے
نزدیک بھی احتمال تخصیص کا نہیں ہے بلکہ اوپر کی عبارت سے ثابت ہو کہ عام افادہ
عموم میں قطعی ہے اس لئے اس آیۂ شریفہ سے آنحضرت سراپا رحمت صلے اللہ تعالےٰ علیہ
وسلم کے لئے جمیع اشیاء کا علم قطعی طور پر ثابت ہوا اب ضرور ہوا کہ جانب مخالف اس آیت
کا ناسخ لائے مگر نہ لاسکے گا اور ہرگز نہ لاسکے گا اس لئے کہ اخبار کا نسخ ناممکن
ہے۔ اب ذرا غور فرمائیے کہ جانب مخالف اپنے اس قاعدہ ومامن عام الخ
پر کہاں تک جمتا ہی جس سے آیت کو خاص کرکے تنقیص علم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کرتا تھا۔ ہاں ذرا کوئی سنے تو مردمیدان قرآن شریف میں ہی لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ یعنی خدا ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے کیا جانب مخالف
کو جرأت ہے کہ یہاں بھی ما کو اپنے قاعدہ مامن الخ سے خاص کرکے کہدے کہ بعض
چیزیں اللہ کی ہیں بعض نہیں (نعوذ باللہ من ذلک) کیا ہمت ہے کہ ان اللہ بکل شئ
علیم کو بھی اسی قاعدہ سے خاص کرکے لکھ ڈالے کہ اللہ کو بھی بعض چیزوں کا علم نہیں معاذ
اللہ بس جب قرآن شریف میں وہی ما کا کلمہ اس قاعدہ سے خاص نہیں کیا جاسکتا
تو آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیا دشمنی ہی کہ ان کا علم گھٹانے کو وہی کلمۂ ما
اسی قرآن شریف میں اسی مردود قاعدہ سے خاص کیا جاتا ہے جو بالکل نامعتبر ہے
اور جس کی کلیت کسی طرح ٹھیک نہیں جو خود باطل ہے جس کو قرآن شریف ہی میں جاری
نہیں کیا جاتا۔ رہا آیہ وما علمناہ الشعر الآیہ کو قرینۂ تخصیص بنانا یہ صحیح نہیں اسلئے
کہ یہ آیت نافی علم نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوچکا ہی۔ اب
جانب مخالف کا یہ کہنا کہ آنحضرت علوم ضارہ کے ساتھ کیونکر متصف ہوسکتے ہیں اس
کا جواب بھی گذرچکا اور جانب مخالف نے اپنی کتاب کے ص۳۹ پر لکھا ہے۔ **قول**
آنحضرت علی الصلوٰۃ والسلام نے خود زبان فیض ترجمان سے صحابہ کو مخاطب
کرکے فرمایا کہ دنیا کے امور میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔
اقول یہ کسی حدیث میں نہیں بلکہ جانب مخالف نے اپنی طبیعت کے زور سے

جانب مخالف کے قاعدے مامن الخ سے لازم آتا ہی کہ بعض چیزیں اللہ کی ہوں اور بعض غیر کی اور اللہ تعالےٰ کو بعض
اشیاء کا علم ہو بعض کا نہ ہو (معاذ اللہ)

ایجاد کر دیا غالباً حدیث تلقیح کے ترجمہ میں تصرف بیجا کیا۔ اب میں وضاحت کے لئے اس حدیث کو مع شرح ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نقل کرتا ہوں شرح شفا قاضی عیاض کے صفحہ ۹۸ جلد اول میں علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے روشن معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے واسطے معارف جزئیہ اور علوم کلیہ اور مدرکات ظنیہ اور یقینیہ اور اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کئے اور آپ کو دنیا و دین کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دیکر خاص کیا اسپر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلقیح نخل کر رہے تھے یعنی نر خرما کی زرگی کو مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرتے تو شاید بہتر ہوتا لوگوں نے چھوڑ دیا بس پھل نہ آئے بالکل اور خراب آئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے دنیوی کاموں کو خوب جانتے ہو اس اشکال کے جواب میں کہا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خود گمان فرمایا تھا اور کوئی وحی اس بارہ میں نازل نہ ہوئی تھی شیخ سنوسی رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انکو خرق خلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے اور باب توکل کی طرف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا انہوں نے اطاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے دنیا کے کام کو خود ہی جانو۔ اگر وہ سال دو سال اطاعت کرتے اور تلقیح نہ کرتے اور امر نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا امتثال کرتے تو انھیں تلقیح کی محنت نہ اٹھانی پڑتی چنانچہ وہ عبارت یہ ہے (ومن

معجزاتہ الباھرۃ ای ایاتہ الظاھرۃ (ما جمعہ اللّٰہ لہ من المعارف) ای الجزئیۃ (والعلوم) ای الکلیۃ والمدرکات الظنیۃ والیقینیۃ وبالاسرار الباطنۃ وبالانوار الظاھرۃ (وخصہ من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین) ای ما یتعلق باصلاح الامور الدنیویۃ والاخرویۃ واستشکل بانہ صلے اللّٰہ تعالےٰ علیہ وسلم وجد الانصار یلحقون النخل فقال لو ترکتموہ فترکوہ فلم یخرج شیئا او خرج شیصا فقال انتم اعلم بامور دنیاکم واجیب بانہ کان ظنا منہ

لا دحیا و قال الشیخ سید ے محمد السنوسی ارادان یحملهم علے خرق العوائد فی ذلك
الی باب التوکل واما هناك فلم یمتثلوا فقال انکم اعرف بدنیاکم ولو امتثلوا
وتحملوا فی سنۃ او سنتین لکفوا امر هذه المحنۃ اب علامہ سنوسی کی تقریر سے
ظاہر ہو گیا کہ آں حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے جیسا فرمایا تھا وہ
حق اور سچا تھا اگر اُس کے موافق عمل کیا جاتا تو بیشک تمام تکلیفیں رفع ہو جاتیں
جو تلقیح میں اُٹھانی پڑتی ہیں چنانچہ علامہ علی قاری رحمۃ الباری اسی شرح شفا
کی جلد ثانی میں صفحہ ۳۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں وعندی انہ علیہ السلام اراد
فی ذلك الظن ولو ثبتوا علے کلامہ لفاقوا فی الفن ولارتفع عنهم کلف المعالجۃ
فانما وقع التغیر بحسب جریان العادۃ الا تری ان من تعود باکل شئ او شرب
یتفقده فی وقتہ واذا لم یجده یتغیر عن حالہ فلو صبروا علے نقصان سنۃ او
سنتین لرجع النخیل الی حالہ الاول وربما کان یزید علے قدره المعول
وفی القصۃ اشارۃ الی التوکل وعدم المبالغۃ فی الاسباب وغفل عنه ابنا
المنا لحبۃ من الاصحاب واللہ اعلم بالصواب شیخ عبدالحق محدث دہلوی
رحمۃ اللہ نے یہ فرما کر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم کو
اس طرف التفات نہ تھا یہ فرمایا کہ والا وسے صلے اللہ تعالے علیہ وسلم دانا ترا ست از ہمہ
در ہمہ کارہائے دُنیا و آخرت۔ فصل الخطاب میں علامہ قیصری سے نقل کیا ہے کہ آں
حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر زمین و آسمان میں کچھ ذرّہ بھر بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ
بشریت کے اعتبار سے یہ فرما دیں کہ تم دُنیا کا کام خوب جانتے ہو وہ عبارت فصل
الخطاب کی یہ ہے ولا یعزب عن علمہ صلے اللہ علیہ وسلم مثقال ذرۃ فی الارض
ولا فی السماء من حیث مرتبتہ وان کان یقول انتم اعلم بامور دنیاکم پھر کسی
سادہ لوح کا یہ کہنا کہ حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا کے امور میں
تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو بالکل ناانصافی ہے۔ بھلا (مجھ سے) کس لفظ
کا ترجمہ ہے جناب مخالف نے اسکو قرینہ تخصیص بنایا ہے کوئی پوچھے کہ کتاب کے عموم کی

تخصیص خبرِ واحد سے ہو سکتی ہے اور خبرِ واحد بھی ایسی جس سے وہ مراد حاصل نہیں جسکے لئے جانب مخالف نے اس کو نقل کیا۔

اپنی گل ویگر شگفت۔ جانب مخالف کو تخصیص عام میں وہ جوش آیا کہ کریمۂ والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم میں بھی ما کو خاص کر ڈالا اور یہ کہدیا **قولہ** اگر اس عام کو ظاہر سے نہ پھیریں اور خاص کسب سرقہ مراد نہ لیں تو لازم آتا ہے کہ جس سارق نے سرقہ کے ساتھ زنا بھی کیا اور شراب خمر وغیرہ مختلف منہیات شرعیہ کا مرتکب ہوا سب کی جزا اس فقط قطع ید کافی ہوجاوے انتہی ملخصاً۔

اقول۔ کسی اسلامیہ مدرسہ کا ایک چھوٹا سا لڑکا جو اصول شاشی شروع کرچکا ہو سنتے ہی کہدیگا کہ اس آیہ میں ما کو اصولیوں نے عام کہا اور اس کے عموم سے استدلال کرکے مسائل دینیہ نکالے ہیں مجھے تعجب ہے کہ جانب مخالف کیسے عقلمند ہیں جنہوں نے ایسی لچریات لکھی سنو صاحب سارق کے معنے شاید آپکو معلوم نہیں ہیں۔ وہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اس اسم مشتق کا نام ہے کہ جو من قام بہ الفعل کیلئے وضع کیا گیا ہو تو سارق کا مدلول مطابقی من قام بہ السرقہ ہے اور اس کو سارق صرف سرقہ کے اسکے ساتھ قائم ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ پس سارق من حیث ہو سارق کا کسب بجز سرقہ یا اس کے متعلق کے اور کچھ ہو نہیں سکتا۔ زنا زانی کا فعل ہے نہ سارق من حیث ہو سارق کا وعلی ہذا القیاس پس سارق من حیث ہو سارق کا کسب جو کچھ بھی ہے وہ سرقہ یا متعلق سرقہ ہے اسپر بے شک حد سرقہ جاری ہوگی اسی واسطے جناب باری تعالیٰ نے الرجل والمرأۃ فاقطعوا ایدیھما بعد سرقتھما جزاء بما کسبا نفرمایا کہ ما کو خاص کرنا پڑتا۔ اصول فقہ میں مصرح ہے ان القطع جزاء جمیع ما اکتسبہ لسارق اس سے بھی ظاہر کہ سارق من حیث ہو سارق کا کسب بجز سرقہ اور اسکے متعلقات کے کچھ بھی نہیں اگر اسکا سمجھنا دشوار ہے تو کسی جاہل سے ہی دریافت کرلو کہ چور کا کیا کام ہے وہ فوراً کہدیگا کہ چوری۔ اب تو جانب مخالف کو بے قرینہ ہی عام کے خاص کر ڈالنے میں بڑی مشق ہوگئی ہے مجھے خوف ہے کہ کہیں

للہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض کے ما کے عموم پر ہاتھ نہ صاف کریں اللہ ہدایت نصیب کرے۔ اس کے بعد جانب مخالف نے اور کچھ کاغذ بیفائدہ سیاہ کرکے یہ لکھا ہے

قولہ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ط وما یشعرون ایان یبعثون یعنی کہوا ے محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کہ نہیں جانتا جو کوئی کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ غیب کی بات کو مگر اللہ تعالٰے جانتا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے

اقول اس آیۂ شریفہ میں بھی نفی علم ذاتی ہی کی ہے اور یہی مطلب ہے کہ خود بخود نہیں جانتے یہ مطلب نہیں کہ بتانے سے بھی نہیں جان سکتے جیسا کہ عجیب الفہم جانب مخالف نے سمجھا ہے چنانچہ روض النضیر شرح جامع صغیر میں امام مناوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اما قولہ لا یعلم نفسر بانہ لا یعلمھا احد بذاتہ ومن ذاتہ الا ھو امام نووی کے فتاوی میں ہے مسئلۃ ما معنے قول اللہ تعالٰی لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ واشباہ ذلک مع انہ قد علم ما فی غد من معجزات النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وفی کراما اولیاء رضی اللہ عنھم الجواب معناہ لا یعلم ذلک استقلالا و اما المعجزات والکرامات فحصلت باعلام اللہ لا استقلالا اور امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے فتاوے حدیثیہ میں ہے معناھا لا یعلم ذلک استقلالا وعلم احاطۃ بکل المعلومات الا اللہ تعالٰی واما المعجزات والکرامات فباعلام اللہ تعالٰے لھم علمت وکذا اما علم باجراء العادۃ شرح شفا خفاجی میں ہے ھذا لا ینافی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الا اللہ تعالٰی فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ و اما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالٰی فامر متحقق بقولہ فلا یظھر علٰے غیبہ احدا ان عبارات سے خوب واضح ہو گیا کہ آیۂ شریفہ مسطورۂ بالا میں علم بذاتہ ومن ذاتہ کی نفی کی ہے اور جو تعلیم الٰہی سے ہو اس کی نفی نہیں بلکہ ایسا علم انبیاء و اولیاء کو حاصل ہے اور پچھلی عبارت نے تو فیصلہ کر دیا کہ جتنی آیتوں میں غیب کی نفی ہے ان کا یہی مطلب ہے کہ غیب بے واسطہ سوائے خداوند کریم کے اور کسی کے لئے نہیں لیکن بواسطہ تعلیم الٰہی بیشک انبیاء اور اولیاء کے لئے ثابت ہے چنانچہ کریمہ فلا یظھر علٰے غیبہ احدا الا من ارتضٰی

من رسول سے ظاہر ہے۔ حق تو بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہے مگر منکر متعصب کی چشم بصیرت وا نہیں قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم مافی الارحام وماتدری نفس ماذا تکسب غدا وماتدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر بیشک اللہ جو ہے اسی کے پاس ہے قیامت کی خبر اور برساتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے لڑکا لڑکی پورا ناقص اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کیا کمائی کریگا کل اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ ہی سب جانتا ہے۔ خبردار۔

اقول۔ یہ آیۂ شریفہ منکرین کی بڑی دستاویز ہے کہ اس کو ہمیشہ بے سمجھے پڑھ دیا کرتے ہیں ان کے خیال میں یہ ہے کہ یہ آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم جمیع اشیاء ہونے پر نص ہے فقیر جیسا کہ بارہا کہہ چکا ہے کہ قرآن شریف میں اور نیز احادیث میں جہاں کہیں ایسے کلام ہیں ان سے نفی اس علم کی مقصود ہے کہ جس پر دلیل نہیں اور جو حق سبحانہ تعالیٰ نے خود تعلیم فرمائے ہیں ان کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ ان آیات کا یہ مطلب ہے کہ کسی مخلوق کو غیب کا علم خدا وند عالم جل شانہ کے بتانے پر بھی نہیں نعوذ باللہ۔ کوئی ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ بیشک اس نے جس کو تعلیم فرمایا اس کے سامنے جمیع اشیاء ظاہر ہیں ہاں اگر یہ مدعا ہے کہ ان اشیاء کا علم بے تعلیم الٰہی کسی کو نہیں تو مسلم اور اگر یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بتانے سے بھی کسی کو معلوم نہیں ہوتا تو سخت بیدینی ہے اور اگر یہ منشا ہے کہ اللہ جل شانہ نے کسی کو ان اشیاء کا علم عطا ہی نہیں فرمایا تو بھی غلط چنانچہ مشکوٰۃ شریف۔ کی کتاب الایمان کی پہلی حدیث میں ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقت قیام قیامت دریافت کیا تو آنحضرت سراپا رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ما المسئول عنہا باعلم من السائل فرما کر یہی آیۂ شریفہ جو جانب مخالف نے نقل کی تلاوت فرمائی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں یہ تحریر فرمایا۔ مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس اینہارا نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا

کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالے از نزد خود کسے را بوحی والہام بداناند۔ اب ایک فارسی داں بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس کو جناب حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ علم تعلیم فرما دیا اس سے اس آیت میں علم کی نفی نہیں ہے بلکہ صرف اسی شخص سے ہے جو اٹکل سے ان علوم کے جاننے کا مدعی ہو۔ علامہ ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بردہ صلا میں فرماتے ہیں ولم یخرج صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالےٰ بھذہ الامور الخمسۃ کتاب ابریز صفحہ ۱۵۰ میں ہے قلت للشیخ رضی اللہ عنہ فان علماء الظاہر من المحدثین وغیرہم اختلفوا فی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ھل کان یعلم الخمس المذکورات فی قولہ تعالےٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الایۃ فقال کیف یخفیٰ امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ھذہ الخمس یعنی میں نے اپنے شیخ عبدالعزیز عارف رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ علماء ظاہر یعنی محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا کہ جن میں آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ وارد ہوئی تو شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ان پانچوں کا علم حضور پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے جبکہ اک صاحب تصرف امتی کو بغیر ان پانچوں کے علم کے تصرف ممکن نہیں۔ اس عبارت نے واضح کر دیا کہ حضور اور حضور کے خدام ان پانچوں کے عالم ہیں خلاصہ یہ ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لیجانے کے قبل ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہو گیا تھا۔ چونکہ اب اختصار پر نظر ہے اس لیئے اس موقع پر صرف ان تین گواہوں پر کفایت کر کے مزید اطمینان کے لیئے جدا جدا ثابت کیا جاتا ہے ان پانچوں میں سے ہر اک کا علم سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور سوائے قیامت کے اور چیزوں کی خبریں لوگوں کو اکثر حضرت نے سنائی ہیں تفسیر روح البیان جلد ۴ کے صفحہ ۳۸۹ پر آیۃ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا کے تحت میں ہے قد ذھب بعض المشائخ الی ان النبی صلے اللہ

علیہ وسلم کان یعرف وقت الساعۃ باعلام اللہ تعالیٰ وھو لاینافی الحصر
فی الاٰیۃ کما لا یخفی فتوحات وہبیہ شرح اربعین نوویہ کے صفحہ ۴۲ میں ہے فان
قیل قولہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کھاتین یدل علی ان
عندہ منہا علما والاٰیات تقتضی ان اللہ تعالیٰ متفرد بعلمہا فالجواب کما قال
الحلیمی ان معناہ انا النبی الاخیر فلا یلینی نبی اٰخر وانما تلینی القیمۃ والحق
کما قال جمہور ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ لم یقبض نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام
حتی اطلعہ علی کل ما ابھمہ عنہ الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض
ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وقت قیامت
بتعلیم الٰہی معلوم تھا بلکہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کا
علم دیکر اس عالم سے اٹھایا کہ جن کو آپ سے مبہم رکھا تھا اور بعض علوم کے پوشیدہ
رکھنے اور بعض کے ظاہر کرنے کا حکم دیا اور مینہ کے بارہ میں بھی آیت کے یہ معنی نہیں
کہ تعلیم الٰہی بھی کوئی مینہ برسنے کا وقت نہیں جان سکتا مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۷۳ میں
ایک طویل حدیث ترمذی کی نواس بن سمعان کی روایت سے باب العلامات بین یدی
الساعۃ میں رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ الفاظ مروی ہیں ثم
یرسل اللہ مطرا لا یکن منہ بیت مدر ولا وبر جس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد
فتنہ یاجوج و ماجوج کے اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا جس سے کسی شہر یا
گاؤں کا کوئی مکان خالی نہ رہے گا الخ اور اسی مشکوٰۃ شریف کے صہ۴۸۱ باب لاتقوم
الساعۃ الا علی شرار الناس میں عبداللہ بن عمرو کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں ثم
یرسل اللہ مطرا کانہ الطل فینبت منہ اجساد الناس اس حدیث سے معلوم
ہوتا ہے کہ جب سب آدمی مرجائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایک مینہ کو بھیجے گا گویا کہ وہ
شبنم ہے پس اس مینہ سے آدمیوں کے جسم اُگیں گے۔ اب خوب ثابت ہو گیا کہ سرور
اکرم نے مینہ برسنے کی خبر قبل از وقت سنائی اور قبل از وقت بھی کیسی سینکڑوں سال
پہلے اب یہ بھی خیال رکھئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بدولت یہ دولت

آپ کے خادموں کو بھی میسّر ہے چنانچہ تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت شریفہ کے تحت میں فرمایا ہے ولکن کثیرا ما سمعت من الاولیاء یقول یمطر السماء غدا او لیلا فیمطر کما قال کما سمعنا ان یحیی بن معاذ کان علی راس قبر ولی وقت دفنہ وقال لعامۃ من حضروا ان ھذا الرجل من اولیاء اللہ الٰھی ان کنت صادقا فانزل علینا المطر قال الراوی فنظرت الی السماء وما رائت فیھا راحۃ سحاب فانشاء اللہ سبحانہ سحابہ مثل ترس فمطرت فرجعنا مبتلین خلاصہ یہ کہ میں نے اولیا سے یہ بہت سُنا ہے کہ کل کو مینہ برسے یا رات کو پس برستا ہے یعنی اُسی روز کہ جس روز کی اُنہوں نے خبر دی ہے اور ہم نے سُنا ہے کہ یحیٰی بن معاذ ایک ولی کے دفن کے وقت قبر پر موجود تھے اور اُنہوں نے عام حاضرین سے کہا یہ شخص یعنی جو دفن کیے گئے ہیں ولی ہیں اور یا الٰہی اگر میں سچّا ہوں تو مینہ برسا دے۔ راوی نے کہا کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو بادل کا پتہ نہ تھا پس اللہ نے بادل پیدا کر کے مینہ برسایا کہ ہم لوٹ کر بھیگے ہوئے آئے۔

(۳) اور اسی طرح آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے ما فی الارحام کی بھی خبر دی یعنی قبل پیدا ہونے کے بتا دیا کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی چنانچہ امام مہدی کے پیدا ہونے کی خبر جو آنحضرت نے سُنائی ہے اور صحیح حدیثوں میں مذکور اور عام لوگوں کی زبانوں پر ہے صاف بتا رہی ہے کہ آپ کو لڑکا پیدا ہونے کی خبر اس وقت سے ہے کہ جب نطفہ بھی باپ کی پیٹھ میں نہیں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے۔ ایسے ہی حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبر دی چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے ۵۷۲ باب مناقب اہل بیت میں بروایت ام فضل وارد ہے کہ ام فضل نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے آج شب ایک نہایت ناپسند خواب دیکھا ہے فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ کیا عرض کیا کہ وہ بہت سخت ہے فرمایا کیا ہے عرض کیا میں نے دیکھا ہے کہ گویا ایک ٹکڑا حضور کے جسم کا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا حضرت نے فرمایا کہ یہ خواب تو اچھا ہے انشاء اللہ تعالےٰ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا) کے لڑکا ہوگا اور وہ تیری گود میں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ الفاظ حدیث کے یہ ہیں قلت فاطمۃ انشاء اللہ غلاما یکون فی حجرک ذرا تفسیر عرائس البیان میں یعلم ما فی الارحام کے تحت صفحہ ۴۴ میں ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں وسمعت ایضا من بعض اولیاء اللہ انہ اخبر ما فی الرحم من ذکر و انثی ورایت بعینی ما اخبر حاصل یہ کہ میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے مافی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ انہوں نے جیسی خبر دی ویسا ہی وقوع میں آیا۔

ذرا بستان المحدثین حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی ملاحظہ ہو کہ وہ صفحہ ۱۱۲ میں فرماتے ہیں نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزند می زیست کشیدہ خاطر بحضور شیخ رسید شیخ فرمود از پشت تو فرزندے خواہد بر آمد کہ بعلم خود دنیا را پر کند یعنی شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہا کرتی تھی ایک روز رنجیدہ ہو کر اپنے شیخ کے حضور میں پہنچے شیخ نے فرمایا کہ تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا کہ جس کے علم سے دنیا بھر جائیگی۔ چنانچہ ابن حجر پیدا ہوئے۔ اب ذرا انصاف فرمایئے کہ ایک ولی کو تو خبر ہے کہ بیٹا ہوگا اور اسکا عالم ہونا بھی معلوم مگر رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ہی کو خبر نہ ہوگی کہ پیٹ میں کیا ہے صاحبو للہ انصاف اور اسی طرح کل کی بات کا جاننا۔ اس کے متعلق بھی تفسیر عرائس البیان صفحہ ۴۲۹ جلد ۲ میں یوں مسطور ہے سمعت واقعۃ عن منہم قبل المجی یعنی میں نے اولیاء سے اکثر اگلے روز کا واقعہ قبل آمدن کے سنا ہے اور رسول اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے تو قیامت تک کی خبریں دیدیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۴ باب معجزات میں بروایت عمرو بن اخطب انصاری مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک روز رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے امام ہو کر نماز فجر پڑھائی پھر منبر پر چڑھکر ظہر تک خطبہ کیا پھر اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھکر عصر تک خطبہ کیا پھر اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھکر غروب تک خطبہ کیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کی خبر دیدی۔ پس ہم میں وہی سب سے زیادہ عالم ہے جو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے الفاظ حدیث کے

ہیں صلی بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوما الفجر وصعد علی المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیمۃ قال فاعلمنا احفظنا رواہ مسلم دو چار باتیں ہوں تو گن لیں کہ حضرت نے فلاں کی خبر دی جب آنہوں نے قیامت تک کے احوال بتا دیئے تو کہاں تک گنے جاویں لیکن مخالفین کی سختی دیکھ کر اس موقع پر ایک اور حدیث جس میں صاف لفظ غد موجود ہے نقل کیجاتی ہے تاکہ پھر کسی طور پر انکار کی مجال نہو وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یوم خیبر میں فرمایا کہ میں کل کو ضرور یہ جھنڈا ایسے شخص کو دونگا کہ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح کرے[۱] گا اور وہ شخص اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس شخص کو دوست رکھتے ہیں چنانچہ الفاظ اس حدیث کے کہ بروایت سہل ابن سعد سرکار اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور مشکوٰۃ شریف کے صـ۵۶۳ باب مناقب علی بن ابی طالب میں موجود ہیں یہ ہیں قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایۃ غدا رجلا یفتح اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ اور یہیں مخالفین کے اس شبہہ کا بھی جواب سن لینا چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو جنہوں نے اپنے آبا مقتولین یوم بعاث کا مرثیہ گانے میں وفینا نبی یعلم ما فی غد کہدیا تھا یہ فرمایا کہ اس قول کو چھوڑ دے اور جو کچھ کہہ رہی تھی وہی کہے جاؤ۔ یہ بھی وہابیوں کا ایک بڑا اعتراض ہے اس کو انکے مرشد نے تقویۃ الایمان میں بھی لکھا ہے۔ اور مولوی غلام محمد راندیری نے غیبی رسالہ میں اور مخالفین نے اپنی اپنی تحریروں میں لکھا ہے چند سطر اوپر کی منقولہ عبارات سے منصف مزاج آدمی دریافت کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما فی غد بتا دیا اور آپ کو اس کا علم تھا پھر یہ اعتراض قابل جواب نہیں مگر ذوق کے لئے مرقاۃ المفاتیح سے اس کی شرح بھی نقل کیجاتی ہے وانما منع القائلۃ بقولھا وفینا نبی الخ لکراھۃ نسبۃ علم الغیب الیہ لانہ لا یعلم الغیب الا اللہ وانما یعلم الرسول

[۱] چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ حدیث میں موجود ہے ۱۲۔

من الغیب ما اعلمہ او لکراھۃ ان یذکر فی اثناء ضرب الدف و انشاء مرثیۃ لقتلی لعلو منصبہ عن ذلک اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس واسطے منع کر دیا کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کر دی تھی در آنحالیکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بتعلیم الٰہی جانتے ہیں یا اس واسطے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے یا مقتولین کا مرثیہ گانے میں آپ کی ثنا کی جائے اس لئے کہ یہ آپ کے علوئے منصب کے خلاف ہے رہی یہ بات کہ کوئی نہیں جانتا کہ کہاں مریگا۔ اس کے متعلق بھی تفسیر عرائس البیان میں ملاحظہ کیجئے۔ و ربما قالوا انی امرت بموضع کذا و منھم ابو غریب الاصفہانی قدس اللہ روحہ مرض فی شیراز فی زمان الشیخ ابی عبد اللہ بن حنیف قدس روحہ وقال اذا مت فی شیراز فلا تدفنونی الا فی مقابر الیہود فانی سالت اللہ ان اموت فی طرطوس فبرأ و مضی الی طرطوس و مات بھا رحمۃ اللہ علیہ حاصل یہ کہ اولیاء اللہ نے اکثر کہا ہے کہ میں فلاں جگہ مروں گا اور انہی میں سے ابو غریب اصفہانی رحمہ اللہ بھی ہیں کہ وہ کبھی شیراز میں ابو عبد اللہ بن حنیف رحمہ اللہ کے زمانہ میں مریض ہو کر کہنے لگے کہ اگر میں شیراز میں مروں تو مجھ کو مقابر یہود میں دفن کرنا کیونکہ میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ میں طرطوس میں مروں پس وہ اچھے ہو گئے اور طرطوس جا کر وفات پائی کیا اب بھی کسی مسلمان کو شک ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ علم بتعلیم الٰہی حاصل نہ تھا جبکہ آپ کے امتیوں کے لئے بھی ثابت ہو گیا۔ خود ہمارے حضرت نے اپنی وفات کی جگہ بتا دی چنانچہ معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور جب وصیت فرما چکے تو فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہو اور شاید کہ تم میری اس مسجد اور قبر پر گزرو۔ یہ کہہ کر جب آنحضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فراق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال

---

[1] یعنی ابو غریب جن کا کہیں طرطوس جا کر موت آنے کی تھی تو دوسرے سے فرمایا کہ اگر میں شیراز میں مر جاؤں تو مجھے یہودیوں کے گورستان میں دفن کرنا یعنی مجھے شیراز میں ہرگز موت نہ آنے کی من جانب اللہ تعالیٰ ۔

سے بیقرار ہو کر رونے لگے مشکوٰۃ شریف میں ہے وعن معاذ بن جبل قال لما بعثہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الیمن خرج معہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوصیہ ومعاذ راکب ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمشی تحت راحلتہ فلما فرغ قال یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی ھذا ولعلک ان تمر بمسجدی ھذا وقبری فبکی معاذ جشعا لفراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ان مضامین کو ثابت کرتی ہیں جنکے نقل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں و لیکے احوال بھی بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے انکو یہ علوم عطا فرمائے ہیں شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی اکمال فی اسماء الرجال صفحہ میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حال میں لکھتے ہیں قال المزنی دخلت علی الشافعی فی علتہ التی مات فیھا فقلت کیف اصبحت قال اصبحت من الدنیا راحلا وللاخوانی مفارقا ولکاس المنیۃ شاربا ولسوء اعمالی ملاقیا وعلی اللہ واردا یعنی مزنی نے کہا کہ جس مرض میں امام شافعی رحمہ اللہ نے وفات پائی اسمیں میں انکے پاس گیا اور میں نے کہا کہ آپنے کس حال میں صبح کی فرمایا اس حال کہ میں دنیا سے سفر کرنیوالا ہوں. اپنے بھائیوں سے جدا ہونیوالا ہوں موت کا جام پینے والا ہوں اپنے سوء اعمال سے ملنے والا ہوں. اللہ پر وارد ہونیوالا ہوں۔ کہئے صاحب یہاں تو امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی وفات کی خبر دی اور آپ کو ابھی سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں بھی شبہ ہو اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ اس آیت سے نفی علم عطائی کی سمجھنا مخالفین ہی کا کام ہے اور اسی مضمون کے قریب قریب ایک دوسری آیت جو ہر دم مخالفین کی زبانوں پر رہتی ہے اور جس سے بے محل استشہاد کیا جاتا ہے یہ ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو یعنی اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں نہیں جانتا ہے کوئی اس کو مگر وہی اس آیت سے بھی نفی علم عطائی کی ثابت کرنا ظلم ہے.
تفسیر عرائس البیان میں اسی آیہ کے تحت میں سطور ہے قال الجریری لا یعلمھا الا ھو ومن یطلعہ علیھا من صفی وخلیل وحبیب وولی یعنی جریری نے کہا کہ مفاتح غیب کو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اس پر اطلاع دے خواہ وہ صفی ہو یا خلیل یا حبیب یا ولی

اور اس سے چند سطر اوپر اسی تفسیر میں لکھا ہے وقولہ لا یعلمھا الا ھو ای لا یعلم الاولون والاٰخرون قبل اظہار ہ تعالیٰ ذالک لھم یعنی اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کرنے کے پہلے کوئی نہیں جان سکتا۔ اب خیال فرمایئے کہ کیا اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کی تعلیم سے بھی ان علوم کا کوئی عالم نہیں ہو سکتا نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکے اظہار کے بعد اسکے اولیاء و اصفیاء تک کو ان مفاتیح غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔

الباب الثانی

ہرچند کہ گزشتہ تحریر علم نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت ثابت کرنے میں کافی ہے اور غور کرنے والے کو اسمیں محل انکار نہیں لیکن وہابیہ کی عادت ہے کہ وہ لوگوں کو چھوٹے چھوٹے نئے نئے شبہے بتلاتے رہتے ہیں اس لئے اس باب میں انکے شبہات کے مختصر جوابات لکھے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو آگاہی ہو اور وہابیہ کے افتراءات سے بچیں **شبہ اول** قرآن شریف کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب نہ تھا چنانچہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب دوسری آیۃ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر اسپر دال ہے **جواب** ان آیتوں سے حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم نہ ہونے ویں یا اخروی قرآن سے جاہل ہونیکی دلیل ہے یہاں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں غیب جانتا ہی نہیں تو اضع ہے چنانچہ حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۱ میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے فان قلت قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد جاءت احادیث فی الصحیح بذالک وھو من اعظم معجزاتہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکیف الجمع بینہ وبین قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ علی سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقدرہ لی ویحتمل ان یکون قال

لہ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سے نہیں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں تلہ اگر میں غیب جانتا ہوتا البتہ زیادہ کر لیتا۔

ذالک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب اس عبارت کا حاصل مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور صحیح احادیث سے ثابت ہے اور غیب کا علم حضور کے اعظم معجزات میں سے ہے پھر آیہ ولو کنت اعلم الغیب الخ کے کیا معنی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور نے اپنی ذات جامع کمالات سے علم کی نفی تواضعاً فرمائی اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالے کے مطلع فرمانے سے اور اس کے مقدر کرنے سے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ علم غیب عطا ہونے سے پہلے لو کنت الآیۃ فرمایا ہوا اور علم اس کے بعد عطا ہوا۔ غرضکہ یہ آیات حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے غیب نہ جاننے پر دلیل نہیں یا آیات مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ بالذات اور بالاستقلال غیب کا علم کسی کو نہیں ہمارے حضرت صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کو جو ہے تو تعلیم الٰہی ہے چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں ہے ای قل لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ بالاستقلال کوئی غیب کا عالم نہیں سوائے خدا تعالے کے۔ علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں وقولہ لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ تعالے فامر متحقق قال اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی آیہ لو کنت الخ میں اس علم کی نفی ہے جو بے واسطہ ہو لیکن بواسطہ تعلیم الٰہی کے پس بیشک ہمارے حضرت کے لئے ثابت ہے جیسا کہ باری تعالے نے فرمایا عالم الغیب فلا یظھر الایۃ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آیۃ شریفہ میں لفظ لو کنت اعلم اور لاستکثرت اور ما مسنی سب صیغے ماضی کے ہیں جو زمانہ گزشتہ پر دلالت کرتے ہیں آیت شریفہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گزشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی نہ پہنچتی۔ اگر جملہ عبارات مسطورہ بالا سے قطع نظر کر کے حسب منشائے مخالف یہ فرض کر لیا جائے کہ اس آیہ شریفہ سے انکار غیب معلوم ہوتا ہے تو بھی ہمیں کچھ مضر نہیں اس لئے کہ اگر بالفرض آیت میں انکار ہے تو زمانہ گزشتہ میں حاصل ہونے کا انکار ہے کہ اگر میں پہلے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور برائی مجھ کو نہ پہنچتی۔ ان آیتوں میں اس

امر پر دلالت نہیں کرتا کہ اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھ کو اسکا علم نہ ہوگا۔ پس اگر آیت میں بیان ہے تو اسوقت کا بیان ہے کہ جسوقت حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب پر اطلاع نہ دی گئی تھی نہ اسکے بعد کا جیسا کہ اوپر حاشیہ جمل کی عبارت سے واضح ہو چکا۔

شبہہ دوم قرآن شریف میں ہے ومنہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بعضے انبیاء کا قصہ نہیں کیا پھر وہ تمام چیزوں کے عالم کیونکر ہوتے؟

جواب۔ آیہ شریفہ کی یہ مراد ہے کہ جتنے بواسطہ وحی جلی کے قصے نہیں کیا یہ علم ہونیکی نفی نہیں اس لیئے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بواسطہ وحی خفی کے ان پر مطلع فرمایا ہے چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۵۰ میں فرماتے ہیں ھذا لاینافی قولہ تعالےٰ (ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک) لان المنفی ھو التفصیل والثابت ھو الاجمال والنفی مقید بالوحی الجلی والثبوت متحقق بالوحی الخفی ہمارے حضرت سید نا و مولنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور انمیں سے تین سو تیرہ رسول ہیں پس ہمارے حضرت کا انبیاء کی تعداد بتانا آیت کے منافی نہیں اس لیئے کہ آیت میں نفی تفصیل کی ہے اور اجمال ثابت ہے یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متعلق ہے۔

شبہہ سوم کلام اللہ میں ہے لا تعلمھم نحن نعلمھم اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کی خبر نہیں۔

جواب اول تو اس آیت سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سرور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعلیم الٰہی بھی منافقین کے حال کا علم نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تم منافقین کے حال کو اپنی فراست اور دانائی سے نہیں جانتے چنانچہ بیضاوی میں ہے تخفی علیک حالھم مع کمال فطنتک وصدق فراستک مگر حضرت تعلیم الٰہی ضرور جانتے ہیں چنانچہ جمل جلد ۴ صفحہ ۱۴۳ میں ہے معنے الآیۃ ولتعرفنھم یا محمد لتعرفن المنافقین فیما یعرضون بہ من القول من تہجین امرک وامر المسلمین وتقبیحہ والاستھزاء بہ فکان بعد ھذا لا یتکلم منافق عند النبی

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا عن فہ بقولہ ولیستدل بغوی کلامہ علی فساد باطنہ ونفاقہ دوم یہ کہ یہ آیت پہلے نازل ہوئی اس کے بعد علم عطا فرمایا گیا چنانچہ اسی جمل میں تحت آیہ لا تعلمہم کے مسطور ہے فان قلت کیف نفی عنہ علمہ بحال المنافقین وَاَثْبَتَہٗ فی قولہ تعالےٰ ولتعرفنہم فی لحن القول فالجواب ان ایۃ النفی نزلت قبل ایۃ الاثبات فلا تنافی کذا فی پس اب ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم منافقین کے حال کے بھی عالم ہیں۔

شبہ چہارم ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی الخ مخالفین کی خوش فہمیوں سے انھیں اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت سراپا رحمت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔

جواب سبحان اللہ جانب مخالف کس درجہ عقیل ہیں بھلا یہ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو روح کا علم نہ تھا۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے روح کی نسبت سوال کرتے ہیں تم کہدو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے) اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو اسکا علم نہ تھا اب محققین کا فیصلہ اس امر میں کیا ہے وہ ملاحظہ فرمایئے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ولا تظن ان ذلک لم یکن مکشوفا لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فان من لم یعرف نفسہ فکیف یعرف اللہ سبحانہ ولا یبعد ان یکون ذلک مکشوفا لبعض الاولیاء والعلماء یعنی گمان نہ کر کہ رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ ظاہر نہ تھا اس لئے کہ جو شخص روح کو نہیں جانتا وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا اور جو اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور بعید نہیں ہے کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اسکا علم ہو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ جلد دوم میں فرماتے ہیں چہ گونہ جرأت کند

مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند دادہ است

او را حق سبحانہ تعالیٰ علم ذات وصفات خود و فتح کردہ بروئے فتح مبین از علوم اولین آخرین

روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے قطرہ ایست از دریا و ذرہ ایست از بیدا ر

اس سے صاف ظاہر ہے کہ روح کا علم حضرت کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے اور حق تعالیٰ نے حضرت کو رحمت فرمایا

شبہہ پنجم کافروں نے حضرت عائشہ پر تہمت باندھی تھی حضرت کو نہایت رنج ہوا تھا جب بہت روز دنوں کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ پاک ہے کافر جھوٹے ہیں تب حضرت کو خبر ہوئی اگر آگے سے معلوم ہوتا تو کیوں غم ہوتا (از نصیحۃ المسلمین خرم علی بلہوری)

جواب سرمایہ ناز مخالفین کا یہی شبہہ ہے جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرا دیا گیا ہے اور اس بیباکی سے زبان پر آتا ہے کہ خدا کی پناہ پھر اگر انصاف سے غور فرمائیے تو کھل جائے کہ بجز ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں اللہ ہوش درست نصیب فرمائے تو بولیا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بدنامی ہر شخص کو غم کا باعث ہوتی ہے اور پھر جھوٹی بدنامی اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن سنیں اور یقیناً جانیں کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے تو کیا حیادار دل کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا تو وہ انکی بدگمانی کی دلیل ہو جائیگا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم حضرت سراپا رحمت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی پھر غم کیوں تھا صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اسکی شہرت پریشانی کا باعث ہوگئی تھی بوجہ غم کی تھی نہ اصل واقعہ کی ناواقفیت

ص ۲۷۵ جیسا کہ شبہات زدوں کا خیال ہے تفسیر کبیر جلد ۶ مطبوعہ مصر میں ہے[1] فان قیل کیف جاز ان تکون امرأۃ النبی کافرۃ کامرأۃ نوح ولوط ولم یجز ان تکون فاجرۃ وایضا فلو لم یجز ذلک لکان الرسول اعرف الناس بامتناعہ ولو عرف ذلک لما ضاق قلبہ ولما سأل عائشۃ کیفیۃ الواقعۃ قلنا الجواب عن الاول ان الکفر لیس من المنفرات

---

[1] پس اگر کہا جائے کہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں کافرہ ہوں جیسے کہ حضرت لوط اور نوح علیہم السلام کی عورتیں اور جب کافرہ ہونا ممکن ہوا تو انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا جب حضرت کو یہ معلوم ہوتا کہ بیوی فاجرہ ہو ہی نہیں سکتی تو حضور تنگدل نہ ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی کیفیت دریافت نہ فرماتے تو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے مگر بی بی کا فاجرہ بدکار ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے لہذا ممکن نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بیبیاں فاجرہ بدکار ہوں اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگدل و مغموم ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ حضور کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے یہ اقوال بالکل نا مناسب ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا القد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بیہودہ باتوں سے تنگدل ہوتے ہیں یہ واقعہ بھی ایسا ہی یعنی حضور کا تنگدل ہونا محض کفار کی بیہودہ گوئی کی وجہ سے تھا باوجودیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی بیہودہ بکواس کا باطل اور غیر تام ہونا معلوم تھا ۱۲ منہ

اما کونہا فاجرۃ فمن المنفرات والجواب عن الثانی انہ علیہ السلام کثیرا ما کان یضیق قلبہ من اقوال الکفار مع علمہ بفساد تلک الاقوال قال اللہ تعالیٰ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فکان ہذا من ہذا الباب جب رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کافروں کے مفسدانہ اقوال سے تنگ ہوتے تھے جسکو خود حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ولقد نعلم انک یضیق الآیۃ اور ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے بھی تھے اسی طرح اس موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت معقول ہے ہر شخص جس کو زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اسکے اقارب باوجود اسکی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم و پریشان ہونگے ہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا مگر مخالف عنید یا بدبخت پلید یہ مانیگا جبتک دو الزام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی نہ لگائے ایک عدم علم کا اور ایک یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور تہمت کے منافق ہونے کیطرف کچھ توجہ نہ فرمائی چاہیے تو تھا گمان نیک اور کی بدگمانی معاذ اللہ تفسیر کبیر جلد ۶ میں ہے

وثانیہا[1] ان المعروف من حال عائشۃ قبل تلک الواقعۃ انما ہو الصون والبعد عن مقدمات الفجور ومن کان کذلک کان اللائق احسان الظن بہ وثالثہا ان القاذفین کانوا من المنافقین واتباعہم وقد عرف ان کلام العدو المفتری ضرب من الہذیان فلمجموع ہذہ القرائن کان ذلک القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی۔

اگرچہ تفسیر کبیر کی عبارتوں سے یہ بات یقینی ہوچکی ہے کہ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر استدلال کرنا سخت بیحیائی ہے اور حضرت کو قبل از نزول وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے موافق ہے کوئی اپنے قضیہ اور معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کرلیتا

[1] یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ عائشہ مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اسکے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے سوم یہ کہ تہمت لگانیوالے منافق اور ان کے اتباع تھے اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک ہذیان ہے پس بنا بر ان جمیع قرائن کے یہ قول بدتر از بول جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے نزول وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔ ۱۲ منہ

دوسرے وحی کا انتظار کہ فضیلت اور براءۃ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہوتا کہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے وہ سب کا لعدم ہو کر مسرت تازہ حاصل ہو۔

مگر اب ہم ایک ایسی مضبوط دلیل لائیں جس کے بعد مجال گفتگو نہو حدیث افک جو بخاری کی کتاب الشہادات باب تعدیل النساء بعضھن عن بعض میں ہے اسمیں ہے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا اس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکی پر یقین تھا اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا اسی واسطے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل بیت پر خیر کا یقین ہے اب بھی اگر کوئی انکار کرے اور یہ کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب کا دنیا میں تو کیا علاج مگر میدان حشر میں انشاء اللہ اس بیباک کو ضرور اس بیباکی کی سزا ملے گی کہ سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمادیا کہ میں خیر جانتا ہوں۔ یہ دشمن دین اسی کو کہے کہ وہ نہیں جانتے تھے معاذ اللہ مومن کامل کے لیئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ جب بدگمانی شرعا جائز نہیں تو سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہرگز شبہہ بھی نہ تھا اس لیئے کہ آپ معصوم ہیں یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں مگر اب تو معاند کے لیئے بھی بحمد اللہ تعالیٰ حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت کو اس واقعہ سے ناواقفیت نہ تھی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کوئی بدگمانی اور آپ کے پرتوفیض سے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سینوں پر جلوے نظر آئے اور انہوں نے بوقت مشاورت بیان فرمائے۔

اس مختصر میں گنجائش نہیں کہ مذکور ہو سکیں اور حضرت سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا بھی ان کی طرف بدگمانی کی دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ حالت غم کا منشا سبب اتفاقی ہے اور اگر بعد احق بین آنکھ عطا فرمائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف چند روز توجہ نہ فرمانے میں وہ بھید نظر آئیں جو مومن کی روح کے لیئے راحت سے نہایت ہوں۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا وحی دیر میں آئی اگر فورا آجاتی تو کافروں کی اتنی شورش نہوتی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر

ثواب زیادہ ہوتا رہا اور امتحان بھی ہوگیا کہ کیسے صابرہ ہیں۔ ادھر حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا امتحان کہ علم سے سینہ بھر دیا۔ واقعہ سامنے کر دیا۔ جملہ حالات حق سبحانہ تعالے نے حضرت کے پیش نظر فرما دیئے۔ اُدھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی۔ اب دیکھنا ہے کہ محبوب رب اپنی محبوبہ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر کرکے اللہ جل شانہ پر معاملہ تفویض کرتے ہیں جو لائق شان کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بیقرار ہوکر سینہ کا خزانہ کھول ڈالتے ہیں شاید تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہوا اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں اس واسطے عرصہ تک وحی ہی نہیں آئی کہ اس میں ایک دوسرا یہ امتحان تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں آپ ان کی تسکین فرماتے ہیں یا وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بیقرار ہوئے جاتے ہیں۔ اگر حضرت کے معاملہ ظاہر فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کرکے لکھا جائے تو بڑے بڑے دفتر ناکافی ہیں اس لئے اس مختصر ہی پر اکتفا کیا گیا۔ سرور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو برأت صدیقہ کا یقین ہونا ثابت ہوا مگر ان حضرات کا مرتبہ دریافت کیجئے جنہوں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں ایک یہ کہ انکو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی تھی اور ایک یہ کہ آپکو واقعہ کا علم نہ تھا عینی شرح بخاری جلد پنجم صفحہ ۲۲۳ میں ہے فی التلویح ظن السوء بالانبیاء کفر یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے تو جس نے دو بدگمانیاں کیں اسکا کیسا حال ہوگا۔ چاہیئے کہ وہ توبہ کرے۔

شبہہ ششم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے فرمایا کہ جو کوئی یہ کہے کہ محمد صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا کسی علم کو چھپایا یا ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے جنکا ذکر اس آیت میں ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الخ تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے چنانچہ وہ حدیث یہ ہے عن مسروق قال قالت عائشۃ من اخبرک ان محمدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم رای ربہ او کتم شیئا مما امر بہ او یعلم الخمس التی قال اللہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث فقد اعظم الفریۃ رواہ الترمذی **جواب** اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے تین باتیں فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں۔ یہ صرف رائے تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین نے نہیں مانی نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کوئی

حدیث مرفوع ذکر کی بلکہ صحابہ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کے مخالف وقوع رویت کا اثبات کیا اور ابتک جمہور علمائے اسلام اس کو مانتے چلے آتے ہیں چونکہ بحث سے خارج ہے اس لئے اس کی بحث نہیں کی جاتی دوم یہ کہ آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا۔ ایسے علوم کے کہ جنکی تبلیغ کا حکم تھا ان میں سے کچھ نہیں چھپایا اور جن کے چھپانے کا حکم تھا وہ بیشک چھپائے۔

انوار التنزیل میں ہے قولہ تعالی بلغ ما انزل الیک المراد تبلیغ ما یتعلق بمصالح العباد وقصد بانزاله اطلاعهم علیه فان من الاسرار الالٰهیة ما یحرم افشاءه۔

روح البیان جلد ۳ میں ہے وفی الحدیث سألنی ربی ای لیلة المعراج فلم استطع ان اجیبه فوضع یده بین کتفی بلا تکییف ولا تحدید ای ید قدرته لانه سبحانه منزه عن الجارحة فوجدت بردها فاورثنی علم الاولین والاٰخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ عهدی علی کتمه اذ هو علم لا یقدر علی حمله غیری وعلم خیرنی فیه وعلم امرنی بتبلیغه الی الخاص والعام من امتی وهی الانس والجن والملک کما فی انسان العیون خلاصہ یہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے میرے رب نے شب معراج میں کچھ پوچھا میں جواب نہ دیسکا پس اس نے اپنا دست رحمت وقدرت بے تکییف وتحدید میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی سردی پائی پس مجھ کو علم اولین وآخرین کے دیئے اور کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے ایک علم تو ایسا ہے جسکے چھپانے پر مجھ سے عہد لیا کہ میں کسی سے نہ کہوں اور میرے سوا کسی کو اس کے برداشت کرنیکی طاقت نہیں ہے اور ایک ایسا علم جسکے چھپانے اور سکھانے کا مجھے اختیار دیا۔ اور ایک ایسا علم جسکے سکھانیکا ہر خاص و عام امتی کی نسبت حکم فرمایا اور انسان اور جن اور فرشتے یہ سب حضرت کے امتی ہیں **ھکذا فی مدارج النبوۃ** اب حدیث و تفسیر سے ثابت ہوا کہ امر محقق یہی ہے کہ اسرار الٰہی کا علم جو حضرت کو مرحمت ہوا ہے اس کا افشا حرام ہے سوم یہ کہ ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت میں جن پانچ چیزوں کا ذکر ہے انھیں حضرت نہیں جانتے اس سے یہی مراد ہے کہ خود بخود نہیں جانتے تھے مگر تعلیم الٰہی جانتے ہیں

چنانچہ اس کا بیان گزر چکا مگر یہاں بھی کچھ ذکر کرنے میں تفسیر عرائس البیان میں ہے وقولہ ولا یعلمہا الا ھو ای لا یعلم الاولون والاخرون قبل اظہارہ تعالی ذلک لھم و لم یعلم حقائق اقدارھا الا ھو لانہ تعالی عرف قدرہ بالحقیقۃ لا غیرہ وانھا لا یعرف طریق وجدانہا والوسیلۃ الیہا الا ھو بذاتہ تعالی عرف طریقہا لاھلہا قال تعالی عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول اس سے ظاہر ہے کہ مفاتیح غیب کو نہ جاننا قبل اظہار اللہ جل شانہ کے ہے پس روشن ہو گیا کہ نفی علم ذاتی کی ہے

علم قیامت شرح مقاصد صفحہ ۲ جلد ثانی ان الغیب ھٰھنا لیس علی العموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیامۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسول من الملئکۃ والبشر اس سے ظاہر کہ علم قیامت کی اطلاع محال نہیں نہ آیت میں اس کی تعلیم کا انکار بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے ھکذا فی التفسیر الکبیر للامام الرازی تحت قولہ تعالی عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول ۔ رہا یہ کہ علم کب ہوگا تو اس کا ذکر بالتفصیل ما سبق میں گزرا اور کتاب الابریز میں اس شبہہ کے جواب میں لکھتے ہیں وکیف یخفی علیہ ذلک والاقطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ یعلمونہا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاخرین الذی ھو سبب کل شیئ ومنہ کل شیئ انتہی یعنی علم قیامت سرور اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جبکہ آپ کی امت شریفہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے اور سید الاولین آخرین محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کے تو نیازمند بھی اس کے عالم ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شے کا وجود حضور ہی کی بدولت اور حضور ہی سے ہے علم ما فی الارحام اگر یہ معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کسی کو معلوم نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی جب تو کچھ کلام ہی نہیں اور موافق آیت شریفہ کا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا یہی مطلب ہے لیکن اگر حسب فہم منکرین علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی رسالہ صفحہ ۱۰۸ و کشف الغطا صفحہ ۷۱ میں علم ساعت کا انکار کیا ہے یہاں جواب ملاحظہ ہو

یہ مراد ہو کہ تعلیم الٰہی بھی کسی کو علم نہیں یا اللہ جل شانہ کسی کو اس پر اطلاع نہیں دیتا تو قطعاً غلط کثرت سے احادیث میں آیا ہے کہ ہر شخص کا مادۂ پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ جمع ہوتا ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ ہو جاتا ہے پھر مضغہ یعنی پارۂ گوشت کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالےٰ جل جلالہ فرشتہ کو بھیجتا ہے وہ فرشتہ لکھتا ہے کہ کیا عمل کریگا اور اس کی کتنی عمر ہے اور شقی ہے یا سعید، چنانچہ الفاظ حدیث کے جو مشکوٰۃ شریف باب ایمان بالقدر میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ صفحہ ٢٠ پر موجود ہیں یہ ہیں ثم یبعث اللہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ وشقی او سعید اس سے ثابت کہ فرشتہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کب تک زندہ رہے گا اور عمل کیا کرے گا کل تو در کنار تمام عمر کے احوال سے خبردار ہوتا ہے طرفہ تر یہ کہ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت انہیں بتا دیا کہ بنت خارجہ حاملہ ہیں اور میں انکے پیٹ میں لڑکی دیکھتا ہوں چنانچہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ ٦١ میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ لکھتے ہیں واخرج[له] مالک عن عائشۃ ان ابا بکر نحلھا جاد عشرین وسقا من مالہ بالغابۃ فلما حضرتہ الوفاۃ قال یا بنیۃ واللہ ما من الناس احد احب الیّ غنی منک ولا اعز علی فقرا بعدی منک وانی کنت نحلتک جاد عشرین وسقا فلو کنت جددتہ واحترزتہ کان لک وانما ھو الیوم مال وارث وانما ھو اخواک واختاک فاقتسموہ علی کتاب اللہ فقالت یا ابت لو کان کذا وکذا لترکتہ انما ھی اسماء فمن الاخری قال ذو بطن ابنۃ خارجۃ اراھا جاریۃ واخرجہ ابن سعد وقال فی اخرہ قال

[له] عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے ان کو ایک درخت کھجور کا دیدیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں جب انکی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے بیٹی خدا کی قسم مجھ کو تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار اس درخت سے اگر تم نے کچھ نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اس لئے کہ ہوا فقط شرع کے مطابق تقسیم کر لینا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہیں یہ دوسری کونسی ہیں فرمایا حضرت صدیق اکبر نے ایک تو اسماء ہیں دوسری بہن اپنی ماں کے پیٹ میں جسے میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ پس ام کلثوم پیدا ہوئیں ١٢

ذات بطن ابنة خارجة فقال في روعي انها جارية فاسترضى بها خيرا فولدت ام كلثوم

علامہ کمال الدین دمیری حیوۃ الحیوان میں بیان فرماتے ہیں

وعن[1] ابن لهيعة عن ابى الاسود عن عروة قال لقى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا من اهل البادية وهو متوجه الى بدر لقيه بالروحاء فسأله القوم عن الناس فلم يجدوا عنده خبرا فقالوا له سلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال افيكم رسول الله فقالوا نعم فجاء فسلم عليه ثم قال ان كنت رسول الله فاخبرني عما في بطن ناقتي هذه فقال له سلمة بن سلامة بن وقش وكان غلاما حدثا لا تسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم واقبل علي فانا اخبرك عن ذلك نزوت عليها ففي بطنها سخلة منك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم افحشت الرجل ثم اعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكلمه بكلمة واحدة حتى قفلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء يهنئونهم فقال سلمة يا رسول الله ما الذي يهنئونك والله ان رأينا الا عجائز صلعا كالبدن المعقلة فنحرناها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لكل قوم فراسة وانما يعرفها الاشراف رواه الحاكم في المستدرك وقال هذا صحيح مرسل وحكاه ابن هشام في سيرته

اس سے ثابت ہوا کہ حضور کے صحابہ کرام میں سے نوعمر صحابی نے پیٹ کا حال بتا دیا۔ اب جو کوئی کہے کہ ما فی الارحام کا علم کسی کو تعلیم الٰہی سے بھی نہیں تو وہ بیچارہ ان عبارات مذکورہ کا کیا جواب دیگا **علم ما فی غد** رسالہ ہذا میں بہت سی ایسی عبارتیں گزر چکی ہیں جن سے واقعات ما فی غد یعنی کل ہونے والی باتیں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کو معلوم ہونا ثابت ہوتا ہے مگر پھر ملاحظہ ہو **مشکوٰۃ شریف** صـ۵۳۸ میں ہے

قال عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرينا مصارع اهل بدر بالامس يقول هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله وهذا مصرع فلان غدا ان شاء الله قال عمر والذي بعثه بالحق ما اخطؤا الحدود التي حدها رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث

علم ما فی غد

---

[1] خلاصہ یہ کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے سلمہ نے کہا کہ ایسی بات حضور سے نہ پوچھو میری طرف متوجہ ہو میں تجھ کو خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے رسول اللہ نے فرمایا خاموش اور وہ اعراض

خلاصہ یہ کہ بدر میں حضرت نے دست مبارک سے بتا دیا کہ کل کو یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں شخص اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ حضرت کو معلوم تھا کہ کل کو کیا ہوگا دوسرے یہ کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ کون کہاں مریگا یعنی مافی غد اور بای ارض تموت کا علم اللہ جل شانہ نے مرحمت فرمایا تھا۔ یہ شبہہ کہ اُن جواری کو جو دف بجا کر گاتے میں یہ کہتی تھیں کہ ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں حضرت نے منع فرما دیا اور کہدیا کہ پہلے جو کہتی تھیں کہے جاؤ چنانچہ صاحب تقویۃ الایمان نے اس سے استدلال کیا ہے مگر اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو مافی غد کا علم نہ تھا یا حسب مزعوم مخالف عنید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے علم مافی غد ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان جواری سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے پس جب حضرت نے تجدید اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ہرگز شرک نہیں اور اسکا جواب ماسبق میں بوضاحت گزر چکا زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۲۹ میں حضرت حسان کا ارشاد موجود ہے ؎

نبی یری مالا یری الناس حولہ ... ویتلو کتاب اللہ فی کل مشہد

فان قال فی یوم مقالۃ غائب ... فتصدیقہا فی ضحوۃ الیوم او غد

اس کو حضرت حسان سے سنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا منع نہ فرمانا صحت مضمون پر دال ہے علم مافی غد کا تو اسمیں بھی اثبات ہے جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا کہ صاف فرما رہے ہیں فان قال فی یوم الخ یعنی وہ اگر کوئی غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی یعنی حضور آج اور کل کے آنیوالے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے منع فرمایا۔ اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا یا حسب مزعوم مخالف شرک ہوتا تو حضور کیوں سنتے اور منع نہ فرماتے۔ اسکا علم کہ کہاں مریگا اور کب مریگا ماثبت بالسنۃ میں ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین میری ہجرت کے ساٹھویں سال قتل کیئے جائیں گے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقتل الحسین علی راس ستین سنۃ من مہاجری رواہ الطبرانی فی الکبیر رسول اکرم صلے اللہ علیہ

وسلم سے خواب سُنکر صدیق اکبر نے عرض کیا کہ میں حضور کے بعد ڈھائی برس زندہ رہونگا واخرج ابن سعد عن ابن شہاب قال رای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رؤیا فقصہا علی ابی بکر فقال رئیت کانی استبقت انا وانت درجۃ فسبقتک بمرقاتین ونصف قال یا رسول اللہ یقبضک اللہ الی مغفرۃ ورحمۃ واعیش بعدک سنتین ونصفا از تاریخ الخلفا صفحہ حضرت نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام آتریں گے زمین پر پھر نکاح کریں گے اولاد ہوگی پینتالیس برس ٹھہر کر انتقال کریں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن کئے جائیں گے پس میں اور وہ ایک قبر سے اُٹھیں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند گر پڑے ہیں۔ یہ خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرمایا کہ آپ کے گھر میں ایسے تین شخص دفن ہوں گے جو تمام زمین والوں سے بہتر ہیں جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو کہا کہ اے عائشہ یہ تیرے سب چاند ونمیں بہتر ہیں۔ یہ حدیث تاریخ الخلفا صفحہ میں ہے اخرج سعید بن منصور عن سعید بن المسیب قال رأت عائشۃ رضی اللہ عنہا کانہ وقع فی بیتہا ثلاثۃ اقمار فقصتہا علی ابی بکر وکان من اعبر الناس فقال ان صدقت رؤیاک لیدفنن فی بیتک خیر اہل الارض ثلاثا فلما قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یا عائشۃ ہذا خیر اقمارک اب جو یہ بات یقینی اور بدیہی ہوگئی کہ امور خمسہ مذکورہ آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ کا علم بتعلیم الٰہی انبیاء اور صحابہ و اولیاء کو حاصل ہے تو یہ کہنے والا کہ حضرت کو بتعلیم الٰہی بھی امور خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی کو مخلوقات میں سے ان امور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہے کہ اپنی من گھڑت کے آگے خدا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گیا پس اس آیت سے یہ مراد لینے والا کہ امور خمسہ کا علم کسی کو حاصل نہ ذاتاً نہ بواسطہ تعلیم الٰہی آیت کی تفسیر بدایتہ کے خلاف کرتا ہے اور یہ ضلالت ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر

جلد مطبوعہ مصریہ (میریہ) مثنا پر ہے واذا کان کذلک مشاھد المحسوسا فالقول بان القرآن تدل علی خلافہ مما یجر الطعن الی القرآن وذلک باطل پس یہ کہدینا کہ خدا کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا نہ خود بخود نہ تعلیم الٰہی سے اور اس کو قرآن سے ثابت کہنا کفر ہے جیسا کہ امام فخر الدین رازی کے کلام سے ثابت ہوا پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا کے قول سے باوجود ٹھیک معنی بننے کے یہ مراد لینا کوریباطنی ہے مگر مولوی رشید احمد گنگوہی نے بعید مشرک لکھا یا کہ علم غیب خاصہ حق تعالے ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں فقط والسلام مورخہ ۳ ذی الحجہ بروز جمعہ

از فتاوی رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۱۲۳ لہ

رشید احمد
۱۳۰۱

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان صفحہ ۱ میں لکھا ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات انکو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے قطع نظر اس سے کہ ان صاحبوں کے اس حکم شرک سے اسلام کا کوئی بزرگ اور امت کا کوئی عالم نہیں بچتا اور تمام دنیا سے اسلام اہلی ورشیدی شرک میں مبتلا نظر آتی ہے لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس شرک کے پھندے سے اپنوں کی گردنیں بھی نہ بچ سکیں مولوی اشرف علی تھانوی اور مرتضیٰ حسن چاندپوری بھی پھنس گئے کیونکہ وہ علم غیب کو نبی کے لیئے لازم بتاتے ہیں چنانچہ توضیح البیان صفحہ ۹ میں ہے حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کو علم غیب باطلاع الٰہی حاصل ہے چنانچہ اس عبارت سے کہ نبوت کے لیئے جو علوم لازم اور ضروری ہیں وہ آپ کو تمام حاصل ہو گئے تھے الخ اب مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی اشرف علی، فاروی دو قول مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے فتوے سے شرک ثابت ہونا ممکن نہیں کہ وہ اس شرک کو اٹھا سکیں۔ الحاصل اگر ان غیب کے باب میں بسط کیا جاوے تو غالباً دس گیارہ جزو کا ایک اور رسالہ خاص اسی بحث میں مرتب ہو جاوے اسی لیئے تطویل سے احتراز کیا اللہ جل شانہ اسی مختصر کو باعث ہدایت مخالفین فرما دے۔

سوال شبہ ہفتم منکرین حضرت فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں

انکا ہار گم ہوگیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہار ڈھونڈا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتلاتے ؟

جواب مخالفین کے دلائل کا دارومدار باطل و غلط قیاسوں پر رہ گیا ہے کسی آیت و حدیث سے وہ اپنا دعوے کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے تو بمجبوری و ناچاری اپنی غلط رائیوں کو بجائے دلیل کے پیش کر دیتے ہیں نہ معلوم انہوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ میں سے کونسی دلیل قرار دے رکھا ہے دینی مسائل اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف زید و عمر اور ہر ما و شما کے منتشر خیالات پر موقوف نہیں ہیں جب آیات و احادیث اور کتب معتبرہ سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہوا تو مخالفین کا وہم کس شمار و قطار میں ہے اپنے خیالات واہیہ کو آیات و احادیث کے مقابلہ میں انکار و رد کرنے کے لیئے پیش کرنا مخالفین ہی کی جرأت ہے اس سوال کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ حضرت نے نہ بتایا اول تو اس میں کلام ہے مخالف کو اس پر دلیل لانا تھی، کوئی عبارت پیش کرنا تھی مگر وہاں اسکی ضرورت ہی نہیں جو بات سمجھ میں آئی کہدی حضور کی جس فضیلت کا چاہا محض بزور زبان انکار کر دیا بخاری و مسلم کی حدیث ہے فبعث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا فوجدھا امام نووی فرماتے ہیں یحتمل ان یکون فاعل وجدھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور خود اس کے واجد ہیں وہ ہار خود حضور نے پایا پھر نہ بتایا کیا معنے اور فرض کیجئے کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم یہ کہاں کی منطق ہے اگر یہی قیاس ہے تو خدا خیر کرے کہیں آپ علم الہی کا اسی قیاس سے انکار نہ کر بیٹھیں کفار نے وقت قیامت کا بہتیرا سوال کیا اور ایان یوم القیمۃ کہا کئے مگر اللہ سبحنہ نے نہ بتایا معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتاتا معاذ اللہ نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے لیئے عدم علم ضروری ہو اس نہ بتانے میں جو حکمتیں ہیں وہ آپکو تو کیا نظر آئینگی آنکھ والوں سے پوچھیے شیخ الشائخ قاضی القضاۃ اوحد الحافظ والرواۃ شہاب الدین ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں، واستدل بذلک علی جواز الاقامۃ فی المکان الذی لاماء فیہا یعنی اس اقامت سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں

ٹھیرنے کا جواز معلوم ہوا اگر حضور فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے معہذا یہ بھی
معلوم ہوا کہ امام کو سفر میں ہو مگر اس کو مسلمانوں کے حفظ حقوق کا خیال کرنا چاہیئے۔ فتح الباری
میں ہے وفیہ اعتناء الامام بحفظ حقوق المسلمین وان قلت اس سے علما نے کتنے مسائل
نکالے کہ دفن میت کے لیئے اور اس کے مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لحاظ سے
امام کو قیام کرنا چاہیئے فتح الباری میں ہے ویلتحق بتحصیل الضائع الاقامۃ للحوق
المنقطع ودفن المیت ونحو ذلک من مصالح الرعیۃ اس میں یہ بھی اشارہ فرمایا کہ مال
کو ضائع کرنا نہ چاہیئے وفیہ اشارۃ الی ترک اضاعۃ المال (فتح الباری) اور یہ کیا فرحی
بات معلوم ہوئی کہ اس اقامت کی وجہ سے جب پانی نہ ملا اور صحابہ کو نماز کی فکر ہوئی کہ
کہاں سے وضو کیا جائے گا کسطرح وضو کیا جائے گا تو وہ بے چین ہوئے لا محالہ اُن کو
سوال کرنا پڑا تو حضرت صدیق اکبر سے سوال کیا اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات
کو ایسے ضروری سوال کے لیئے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارا نہ کیا
اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو خواب سے بیدار کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے انما شکوا الی ابی بکر لکون
النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نائما وکانوا لا یوقظونہ (فتح الباری) حضرت صدیق اکبر نے
اسی فکر میں کہ نماز کسطرح پڑھیں گے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ میں (کمر میں)
انگلیاں ماریں یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل پڑتا ہے مگر حضور ان کے زانو پہ
آرام فرما رہے تھے اسوجہ سے انھیں جنبش نہ ہونے پائی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا ادب
اس درجہ ہونا چاہیئے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنیکا
اندیشہ ہو فیہ استحباب الصبر لمن نالہ ما یوجب الحرکۃ ویحصل بہ تشویش لنائم (فتح الباری)
فضیلت حضرت صدیقہ کا اظہار وفیہ دلیل علی فضل عائشۃ وابیھا وتکرار البرکۃ
منھا حضرت صدیقہ کی کیسی فضیلت وبرکت ظاہر ہوئی۔ عمرو بن حارث کی روایت میں وارد
ہوا لقد بارک اللہ للناس فیکم ابن ابی ملیکہ کی روایت میں خود جناب سید عالم علیہ السلام
نے فرمایا ما کان اعظم برکۃ قلادتک کہ اے صدیقہ تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت
ہے قیامت تک کے مسلمان آئندہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالت میں تیمم سے طہارت

حاصل کرتے رہیں گے بخاری میں بروایت عروہ وارد ہے فواللہ ما نزل بک من امر تکرھینہ الا جعل اللہ ذلک لک وللمسلمین فیہ خیرا اسید ابن حضیر نے فرمایا کہ اے صدیقہ بخدا آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے اور آپ پر گراں گزرتا ہے تو اللہ تعالے اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لیے بہتری فرماتا ہے اور عبدالرحمن ابن قاسم کی روایت میں ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر کہ اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے حضرت صدیق اکبر نے آیت تیمم نازل ہونے کے بعد تین مرتبہ فرمایا انک لمبارکۃ اے صدیقہ تم یقینا بیشک بڑی برکت والی ہو اہل ایمان کو تو نظر آتا ہے کہ حضرت صدیقہ کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور پانی نہ ملے تو آن کی برکت سے اللہ تبارک وتعالے نے تیمم کو جائز فرمائے اور مٹی کو مطہر کردے لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو وہاں سوائے اس کے کچھ نہ معلوم ہو کہ حضرت کو علم نہ تھا ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

خلاصہ یہ کہ مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا لغو ہے اور ان کے مدعائے باطل کو اس سے کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

شبہ ہشتم۔ قاضی خان میں ہے رجل تزوج امرأۃ بغیر شھود فقال الرجل والمرأۃ خدائے را وپیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت ترجمہ ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پس مرد اور عورت نے کہا خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ہم نے گواہ کیا کہتے ہیں یہ کفر ہوگا اس لیے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وفات کے کیونکر جان سکتے ہیں؟

جواب: معترض کا منشا یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے مگر ابھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمے لیا ہے کہ قاضی خان کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی معاذ اللہ کافر اور تمام مخالفین بھی وہابی

بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے پس موجب عبارت قاضی خان کے انکے کفر میں انکی فہم کے موجب شبہ نہیں۔ آپ یہ کہیں گے وہابیوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے بعض غیوب کے علم کا بھی کب اقرار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اعلاء کلمۃ الحق ص۳ اور بہت چیزیں اور امور غیب کے حق تعالے نے آپکو تعلیم فرمائے کہ انکی مقدار حق تعالے ہی کو معلوم ہے اور فیصلہ علم غیب ص۱۳ میں مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری یہ لفظ مسطور ہیں بھلا کوئی مسلمان کلمہ گو اس بات کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو امور غیبیہ پر اطلاع نہیں ہوتی ہے بلکہ مسلمان کہلا کر اس بات کے قائل ہونیوالے پر خدا اور فرشتوں اور انبیاء اور رجنوں بلکہ تمام مخلوق کی لعنت ہو اور منکرین کے اقرار ابتدائے رسالہ میں مذکور ہو چکے ہیں۔ الحاصل ہمارے مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں اور ہم بھی بعض غیوب ہی کا اثبات کر رہے ہیں[1] (کیونکہ جمیع اشیاء بھی بعض مغیبات ہیں) تو اگر معاذ اللہ قاضی خان کی عبارت سے ہم پر الزام آئیگا تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے ؂

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا ہمنے ہی خطا کی ہے اب عبارت قاضی خاں پر غور فرمایئے کہ اس میں لفظ قالوا موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور قاضی خان وغیرہ فقہا کی عادت ہے کہ وہ لفظ قالوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود انکے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو چنانچہ شامی جلد ۱ ص۳۴۵ میں ہے لفظۃ قالوا تذکر فیما فیہ خلاف کما صرحوا بہ غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں ہے وکلام قاضی خان یشیر الی عدم اختیارہ لہ حیث قال واذا صلی علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القنوت قالوا لا یصلی علیہ فی القعدۃ الاخیرۃ ففی قولہ قالوا اشارۃ الی عدم استحسانہ لہ والی انہ غیر مروی عن الائمۃ کما قلنا فان ذلک من المتعارف فی عبارتھم لمن استقرأھا واللہ تعالیٰ اعلم اب معلوم ہو گیا کہ قاضی خاں کی عبارت خود قاضی خاں کے

---

[1] فرق اتنا ہے کہ ہم ان بعض کو اتنا وسیع جانتے ہیں کہ جمیع اشیاء کے علوم بھی اس میں داخل ہیں جن میں ما کان و ما یکون کے علاوہ بھی مزید وسعت ہے اور وہ ایسا تنگ کہ حضور کو جو علوم بعض دیگر مخلوق کو حاصل ہیں وہ بھی نہ ملے ... علوم غیبیہ ...

نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے حتے کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے در المختار میں ہے ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع در المختار میں بھی یہی قاضی خان والا مسئلہ ہے وہاں بھی لفظ قیل ضعف کی دلیل موجود ہے در المختار کتاب النکاح میں ہے تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یجز بل قیل یکفر شامی میں ہے (قولہ یکفر) لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلے اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالی عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول خلاصہ یہ کہ جس نے کفر بتایا ہے اس کے نزدیک اعتقاد علم غیب سبب ہے تاتارخانیہ اور حجۃ میں ملتقط سے نقل کیا کہ اس اعتقاد سے آدمی کافر نہیں ہوتا اس لیے کہ روح پاک نبی اکرم صلے اللہ تعالی علیہ وسلم پر اشیاء پیش کیجاتی ہیں اور رسول بعض غیب کو جانتے ہیں فرمایا اللہ جل شانہ نے عالم الغیب فلا یظہر الخ معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانۃ الروایات میں ہے وفی المضمرات والصحیح انہ لا یکفر لان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعلمون الغیب ویعرض علیہم الاشیاء فلا یکون کفرا یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لیے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش کیجاتی ہیں۔ پس کفر نہ ہوگا شامی باب المرتدین مسئلہ بزازیہ ذکر کرکے فرماتے ہیں حاصلہ ان دعوے الغیب معارضۃ لنص القرآن نکفر بہا الا اذا اسند ذلک صریحا او دلالۃ الی سبب من اللہ کوحی و الہام یعنی غیب کا دعوے نص قرآن کے معارض ہے پس اس کا مدعی کافر ہو جائے گا لیکن اگر اس نے صریحا یا دلالۃ کسی سبب کیطرف نسبت کرلی ہے جو اللہ کیجانب سے ہو مثل وحی و الہام وغیرہ کے تو کافر نہیں در مختار میں ہے وفیہا کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد اللہ تعالی لہ وبہ لان ارادتہ تعالی غیب الا الفقہاء فانہم علموا ارادتہ تعالی بہم لحدیث الصادق المصدوق من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین غایۃ الاوطار میں اس عبارت کے تحت سطور ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیا علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالی کا کیا ارادہ

خلاف تحریر مولوی اشرفعلی تھانوی حکیم بجنوری

اس کے ساتھ واریں ہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں اسواسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادے کو جو اُن کے ساتھ ہے رسول صادق مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خیر کا ارادہ کرتا ہے اسکو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں اسکو فہم سلیم عطا کرتا ہے۔ اب خوب ظاہر ہوگیا کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہوا ہے وہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور بتعلیم الٰہی سے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت

شبہ بہم جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے اس لئے کہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی کہیگا مگر دیہاتی یا امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیہ واحاط بما لدیھم واحصی کل شئ عددا کے فرماتے ہیں قلنا لاشك ان احصاء العدد انما یکون فی المتناهی فاما لفظة کل شئ فانها لا تدل علی کونه غیر متناه لان الشئ عندنا هو الموجودات والموجودات متناهیة فی العدد۔ اس عبارت سے موجودات کا متناہی ہونا روشن پھر خواہ مخواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کے لئے موجودات کو غیر متناہی کہنا کونسی عقلمندی ہے۔ اب بعض شبہات عقلیہ کا رد کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی کی تقریظ ہی نقل کیجائے

مولوی اشرف علی صاحب کی تقریظ کا

قولہ بعد الحمد والصلوٰۃ احقر الوریٰ اشرفعلی عفی عنہ بتائید مضمون رسالہ اعلاء کلمۃ الحق عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب میں جو آیات واحادیث وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک وہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہیں دوسری وہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں اقول سبحان اللہ یہ فقرہ کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کوئی کلام نہیں کیسی جرأت ہے مثبتین کا دعویٰ کل شئ معلوم لنبینا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور یہ موجبہ کلیہ ہے اسکی نقیض سالبہ جزئیہ ہے یعنی اشیاء بعض الاشیاء لیس بمعلوم لنبینا جو شخص ایجاب کلی کا مدعی ہے اس کو کسطرح سلب جزئی میں کلام نہ ہوگا۔ کیا مولوی صاحب کے نزدیک مدعی کو اپنے دعوے کی نقیض مسلم ہوتی ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا یہ بھی خوش فہمی ہے

ایک دوسرے خصم خود کہتا ہے کہ بھلا کوئی ایک آیت یا حدیث تو ایسی سناؤ کہ جسکا یہ مضمون ہو کہ فلاں چیز کا علم سرور اکرم کو دیا ہی نہیں گیا چنانچہ زبدۃ المحققین امام المناظرین جناب الحاج حضرت مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام فیضہم نے ابناء المصطفٰے کے صفحہ ۹ پر فرمایا۔

ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کوہی سب کو دعوت عام ہے اجمعوا شرکاءکم چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیاء مذکورہ ماکان وما یکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر مخفی رہا جسکا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا فان لم تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین اب یہ کہہ دینا کہ ان دونوں قسموں میں کسی کو کلام نہیں کس درجہ کی دیانت اور کیا سچ ہے۔

قولہ تیسری وہ جو محتمل ایجاب کلی اور ایجاب جزئی دونوں کو ہے **اقول** مناسب تھا کہ ان اقسام کی مثالیں لکھی جاتیں نہ معلوم کس مصلحت سے لکھی نہ گئیں یہ صریح تھانوی صاحب نے تین قسموں میں کیا ہے غلط ہے اس لئے کہ جو مفید ایجاب کلی ہے رمثالہ فتجلی لی کل شئی الحدیث وہ ایک چوتھی قسم ہے تو ان آیات واحادیث کا حصر تین قسموں میں باطل ٹھہرا **قولہ** اور اسی قسم میں کلام ہے **اقول** - جہ خوش جو معنی ایجاب کلی کا ہے وہ چوتھی قسم سے کیوں استدلال کیگا؟ **قولہ** جو لوگ جناب رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں **اقول** - جی ہاں یہ ضرور بتایئے کہ وہ کون لوگ ہیں جو حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں جتنے علم نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت کے لئے ہرگز جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات نہیں کرتے یہ زبردستی آپ اپنے سر چپکائی وہ تو جمیع اشیاء کے علم کا دعوی کرتے ہیں اور جمیع اشیاء متناہی ہیں جیسا کہ جواب شبہ نہم میں مذکور ہوا **قولہ** وہ اس قسم ثالث کو ایجاب کلی پر محمول کرتے ہیں اور اسی ایجاب کلی کو اپنا متمسک ٹھہراتے ہیں۔

اقول - غلط - انھیں ضرورت ہی کیا ہے کہ قسم ثالث کو اپنا متمسک ٹھہرائیں جبکہ قسم رابع موجود ہے **قولہ** اور جو باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہیں وہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہیں **اقول** بڑا کرتے ہیں اگر بے قرینہ ایجاب جزئی پر محمول

کرتے ہیں اور با وجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے ایسا کرتے ہیں تو بہت برا کرتے ہیں

قولہ - اب بتوفیقہ تعالیٰ کے یہ اعتراض اولاساً طلانہ کہنا ہے کہ جب ایجاب کلی لوجہ احد المتکلمین ہونے

کے قطعی الدلالۃ نہیں ہے تو مقام اثبات عقائد میں[1] جو کہ دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ پر موقوف ہے

اس سے کب استدلال صحیح ہوگا - اقول کیا خوب! بنا ر فاسد علی الفاسد حضرت آپکی

قسم ثالث سے مثبتین کو احتجاج کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے جو ایجاب کلی احد المتملین ٹھہرے

مثبتین قسم رابع سے استدلال کرتے ہیں جس میں مجال احتمال مخالف اصلا نہیں - اب آپ کی یہ

سب تار و پود کسنج عنکبوت ٹوٹ گئی لہذا اس قسم ثالث کو تھانوی صاحب ایجاب کلی پر حمل کریں

یا ایجاب جزئی پر بحث سے خارج ہے کہ خصم کا احتجاج اس سے نہیں - البتہ اگر بے قرینہ حمل کریں

گے تو لیاقت علمی کی داد پائیں گے قولہ بعض روایات مفیدہ سلب جزئی کہ اس میں

احتمال عقلی بھی نہیں ہو سکتا کہ زمانہ حکم ایجاب کلی کو اس سے تاخر ہو مثلاً یہ حدیث صحاح

کہ قیامت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلاویں گے ملائکہ

عرض کریں گے انک لا تدری ما احدثوا بعدک اس میں جملہ لا تدری الخ مفید

ہو رہا ہے سلب جزئی کو اور چونکہ یہ واقعہ قیامت کا ہے اس میں احتمال عقلی بھی

نہیں کہ زمانہ ورود روایات محتملہ ایجاب کلی کو اس سلب جزئی سے تاخر ہو -

اقول - تقدم تاخر کیسا سلب جزئی ہی کہاں ہے - جب مخبر عالم علیہ الصلوٰۃ دنیا میں

خود ہی خبر دے رہے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کو حوض کوثر کی طرف بلائیں گے اور

ملائکہ یہ عرض کریں گے انک الخ تو حضور کو اس کا علم ہونا تو اسی حدیث سے ظاہر

واقعہ تو قیامت کو پیش آئے گا اور خبر آج دیدی لیکن تھانوی صاحب کے نزدیک علم ہی نہیں

بغیر علم ہی کے اخبار ہو گیا - اللہ عقل سلیم عنایت فرمائے تو انسان کو یہ سمجھنا کیا دشوار ہے

کہ علم نہ ہوتا تو خبر دینا کیونکر ممکن تھا - پھر حضور کو دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اس واقعہ کا

نظر انور سے گزر جانا بخاری شریف کی حدیث میں بھی مروی بینا انا نائم فاذا زمرۃ حتی اذا

عرفتھم خرج رجل من بینی و بینھم فقال ھلم فقلت این قال الی النار واللہ فقلت

[1] یہ مقام عقائد ہے یا بحث فضائل تھانوی صاحب کو ابھی کچھ اتنا بھی معلوم نہیں جو وہ دلیل قطعی پر موقوف کرتے

وما شانھم قال انھم ارتدوا بعدک علی ادبارھم القھقری حضور فرماتے ہیں اس اثنا میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گزری حتے کہ جب میں انکو پہچانا تو ایک شخص نے میرے انکے درمیان سے نکلکر کہا آؤ۔ میں نے کہا کہاں اس نے عرض کیا بخدا دوزخ کی طرف میں نے کہا ان کا کیا حال ہے اس نے عرض کیا کہ یہ حضور کے بعد الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ مولوی اشرفعلی صاحب کو اب تو معلوم ہوا ہوگا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور انکا مآل جانتے تھے پھر سلب کہاں علاوہ بریں جائز ہے کہ انک لاتدری میں ہمزہ استفہام مقدر ہو جیسا کہ وتلک نعمۃ تمنھا الآیۃ اور ھذا ربی میں مقدر ہے اور اس تقدیر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں بدیں الفاظ وارد ہے قرینہ قویہ ہے فاقول یارب منی ومن امتی فیقال اماشعرت ماعملوا بعدک یعنی پس میں کہونگا اے پروردگار میرے یہ میرے ہیں اور میرے امتی پس فرمایا جائیگا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ اب تھانوی صاحب فرمائیں کہ وہ سلب کیا ہوا کیا تھانوی صاحب اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ متعدد احادیث سے حضور پر اعمال امت کا پیش ہونا ثابت ہے صحیح مسلم وابن ماجہ میں ہے عرضت علی امتی باعمالھا حسنھا وقبیحھا یعنی مجھ پر میری امت مع اپنے نیک بد اعمال کے پیش کی گئی۔ دوسری حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے عرضت علی اجور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورۃ القرآن وآیۃ اوتیھا الرجل ثم نسیھا یعنی مجھ پر میری امت کی نیکیاں پیش کی گئیں یہانتک تنکا جس کو آدمی مسجد سے دور کرے اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے پس میں نے اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی کو قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت دی گئی پھر وہ اس کو بھول گیا جب حضور اقدس پر امت کے تمام نیک بد صغیر کبیر اعمال پیش کیے گئے اور پیش ہوتے ہیں پھر کسطرح حضور کو ان لوگوں کے اعمال معلوم نہیں۔ تھانوی صاحب نے کسطرح سلب جزئی بچائیں اس کی رمق بھی ہے ابھی ذرا لطف فرمائیے کس کس چیز سے آنکھیں بند کر کے انکار پر اڑے

رہیں گے بخاری ومسلم کی حدیث شریف ہے عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان امتی یدعون یوم القیمۃ غرا محجلین من اثار الوضوء
فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل یعنی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا کہ میری
امت روز قیامت غر و محجل یعنی اس شان سے بلائی جائے گی کہ انکا سر اور ہاتھ پاؤں
آثار وضو سے چمکتے ہوں گے پس تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے مسلم شریف
کی دوسری حدیث میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور کے جو امتی ابھی تک پیدا ہی نہیں
ہوئے ہیں انھیں حضور روز قیامت کس علامت سے پہچانیں گے فرمایا کہ اگر کسی کے پنج
کلیان گھوڑے سیاہ گھوڑوں میں ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو پہچان لیگا عرض کیا بیشک
پہچان لیگا فرمایا کہ میرے امتی اس شان سے محشر میں آئیں گے کہ انکے پانچوں اعضاء چمکتے ہوتے
ہونگے اور میں حوض پر انکا پیشوا ہونگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں قالوا کیف تعرف من لم یات
بعد من امتک یا رسول اللہ فقال ارءیت لو ان رجلا لہ خیل غر محجلۃ بین ظہری خیل دھم
بھم الا یعرف خیلہ قالوا بلی یا رسول اللہ قال فانھم یاتون غرا محجلین من
الوضوء وانا فرطھم علی الحوض کیا مولوی اشرف علی صاحب کے خیال میں آپ مریدین
کے پنج اعضا بھی چمکینگے جس سے حضور کو انکے مومن ہونے کا خیال ہو سکے لاحول ولا
قوۃ الا باللہ کس بنیاد پر تھانوی صاحب سلب ثابت کرنے بیٹھے ہیں؟ بالفرض اگر حضور کو
پہلے سے علم نہ ہوتا تو بھی اس علامت سے حضور پہچان سکتے تھے چہ جائیکہ پہلے سے معلوم
ہو معرفت ہو چکی ہو جیسا کہ مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہو چکا مگر تھانوی صاحب نے سلب کا
لفظ سیکھ لیا ہے کتنی ہی حدیثوں کے خلاف ہو انھیں کسی کی پرواہ نہیں ایک حدیث اور
سنتے چلئے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ نے ارشاد فرمایا روز قیامت پہلے مجھی کو سجدہ کی اجازت
ملے گی اور پہلے سر اٹھانے کا بھی مجھی کو اذن دیا جائیگا پھر میں اپنے سامنے تمام امتوں کو دیکھونگا
اپنی امت کو پہچان لونگا اور اسی طرح اپنے پس پشت اور داہنے اور بائیں بھی۔ ایک شخص
نے عرض کیا نوح علیہ السلام کی امت سے حضور کی امت تک بہت امتیں ہونگی آپ سب میں
سے حضور اپنی امت کو کس طرح پہچان لیں گے فرمایا انکے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے

اور روشن ہونگے اور کوئی دوسرا اس شان پر نہوگا دیکھوں تھانوی صاحب پھر بھی آپکے نزدیک حضور کو اُن مرتدین کا پہچاننا ناممکن ہی رہیگا اب فرمائیے آپکے سلب کا کیا مزاج ہے؟ اور میں انفیں یوں پہچانونگا کہ اُنکے نامۂ اعمال اُنکے داہنے ہاتھوں میں ہونگے اور اُنکی ذریت اُنکے سامنے دوڑتی ہوگی دیکھوں تھانوی صاحب کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی کیا اُنکے داہنے ہی ہاتھوں میں ہونگے؟ ذرا اپنے سلب کی نبض تو دکھائیے اُسمیں کوئی رمق باقی تو نہیں ہے، حدیث کے الفاظ ملاحظہ ہوں انا اول من یوذن لہ بالسجود یوم القیمۃ وانا اول من یوذن لہ ان یرفع راسہ فانظر الی ما بین یدی فاعرف امتی من بین الامم ومن خلفی مثل ذلک وعن یمینی مثل ذلک وعن شمالی مثل ذلک فقال رجل یا رسول اللہ کیف تعرف امتک من بین الامم فیما بین نوح الی امتک قال ھم غر محجلون من اثر الوضوء لیس احد کذلک غیرھم واعرفھم انھم یؤتون کتبھم بایمانھم واعرفھم تسعی بین ایدیھم ذریتھم رواہ احمد اب فرمائیے استفہام مقدر مانیے گا یا نہیں، اتنی حدیثیں آپکی تسکین کے لیئے کافی ہیں یا وہی کہے جا سکّا کاش ذہول ہی پر حمل کیا ہوتا مگر مجبوری تو یہ تھی کہ آپکو شوق تھا سلب ثابت کرنیکا۔ بہرحال اتنا تو آپکا سلب مسلوب ہوا۔ والحمد للہ فرمائیے تھانوی صاحب اب سالبہ جزئیہ کس کے گھر سے آئیگا؟ قولہ دوسرا محتمل یعنی ایجاب جزئی متعین اور حق ٹھہرا اور یہی مذہب ہے نفاۃ کا۔ اقول یہ لیاقت علمی سے بیگانگی اور دیانت کی بانگی ہے کہ نفاۃ کا مذہب ایجاب جزئی ہے خدا جانے کیا سوچکر لکھا ہے جسکا مذہب ایجاب ہے وہ کیونکر نفاۃ میں شمار کیا گیا؟

ایک عنایت فرما کا شبہہ جب فقیر کو تحریر بالا سے فراغت ملی تو ایک عنایت فرمانے ایک شبہہ اور پیش کر کے فرمایا کہ یہ شبہہ اور اسکا جواب جو تیرے خیال میں آئے اس رسالہ میں شامل کر چنانچہ وہ شبہہ مع جواب حوالۂ قلم ہوتا ہے شبہہ بعد معراج کے جب حضرت رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے کافروں نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو حضور متردد ہوئے جب اللہ جل شانہ نے بیت المقدس حضور کے سامنے کیا تب حضور نے کافروں کو اسکا حال بتایا۔ اگر حضور کو پہلے سے معلوم ہوتا تو آپ تردد نکرتے اور فوراً بتادیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو ہر چیز کا علم نہیں جواب اسکا ان کو صرف

اور اسکا جواب

اتنا بھی لینا کافی ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے جمیع اشیاء کا علم قرآن وحدیث سے ثابت ہے (جیسا کہ ابتدائے رسالہ ہذا میں مفصل گزرا) تو پھر اپنی طرف سے شبہ نکالنا اور ہمیشہ اس فکر میں رہنا کہ کوئی اعتراض علم نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر گھڑیں گویا اُس چیز کا انکار ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور یہ سخت مذموم و قبیح ہے۔ لہذا جب ہم رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم جمیع اشیاء پر ثابت کر چکے تو اب کسی کو اعتراض نہیں پہنچتا اور جو کوئی اعتراض کرے وہ آیت یا حدیث کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس سے میری یہ مراد ہے کہ ہر شخص جاہل ہو یا عالم قرآن شریف وحدیث سے جو چیز ثابت ہے اسپر اپنی عقل ناقص سے اعتراض کرکے اس کی مخالفت نہ کرے بلکہ بسر وچشم تسلیم کرے۔ اب اصل شبہ کے دفع کیطرف توجہ فرمائیے ہر ذی عقل اگر علم بھی نہ رکھتا ہو تاہم اتنا تو ضرور جان سکتا ہے کہ کفار نے جو باتیں بیت المقدس کے متعلق حضور سراپا نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں وہ ضرور حضور کو معلوم تھیں اس لئے کہ اگر کفار ایسے امر کا سوال کرتے جسکے جاننے کا اقرار حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا تو حضور ہرگز متردد و غمگین نہ ہوتے بلکہ یہ صاف ارشاد فرما دیتے کہ ہمنے اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کیا پھر تم ہم سے کیوں اسکو دریافت کرتے ہو مگر حسب بیان سائل حضور نے یہ نہ فرمایا بلکہ متردد ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور نے صراحۃً یا اشارۃً اُن باتوں کے جاننے کا اقرار فرمایا تھا جو کافروں نے دریافت کیں اور حضور کا فرمان سراسر حق و بجا ہے تو ضرور حضور کو بیت المقدس کے متعلق اُن باتوں کا علم تھا جو کفار نے دریافت کی تھیں پھر انکا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اسطرف التفات نہ ہونے سے ناشی ۔ دوم یہ کہ خود حدیث شریف میں موجود ہے حضور بیت المقدس تشریف لے گئے اور یوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے راستہ میں بیت المقدس پر گزر ہوا اسکو کچھ طور پر دیکھا بھی نہیں بلکہ وہاں سواری یعنی براق سے اتر کر مسجد کے اندر تشریف لائے پھر وہاں دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھیں پھر باہر تشریف لائے پھر جبرئیل علیہ السلام ایک برتن شراب کا ایک دودھ کا لائے حضور نے دودھ پسند فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا الفاظ اس حدیث کے جو بروایت انس مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۲۸ میں مروی ہیں یہ ہیں عن ثابت البنانی عن انس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اتیت بالبراق وھو دابۃ

ابیض طویل فوق الحمار ودون البغل یقع حافرہ عند منتہی طرفہ فرکبتہ حتی اتیت بیت المقدس فربطتہ بالحلقۃ التی تربط بہا الانبیاء قال ثم دخلت المسجد فصلیت فیہ رکعتین ثم خرجت فجاءنی جبرئیل باناء من خمر واناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبرئیل اخترت الفطرۃ انتھی بقدر الحاجۃ اب کہ حضرت کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا، وہاں ٹھہرنا سواری سے اُترآنا، سواری یعنی براق کو باندھ دینا بیت المقدس میں داخل ہوکر دو رکعتیں ادا فرمانا پھر شراب چھوڑنا دودھ اختیار کرنا صاف بتارہا ہے کہ حضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو وہاں کے حالات پر آگاہی تھی پھر اگر حضور متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس طرف التفات نہ تھا چنانچہ الفاظ حدیث کے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رأیتنی فی الحجر وقریش تسئلنی عن مسرای فسألتنی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتہا فکربت کربا الحدیث از مشکوٰۃ اور اس حدیث کے حاشیہ پر ہے لم اثبتہا ای لم اضبطہا ولم احفظہا ۱۲ از لمعات بلکہ ایک روایت میں تو یہ وارد ہے کہ حضرت رسول مقبول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے اوصاف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دریافت کیے اور حضرت نے سب بتادیے اس حدیث میں تردد وفکر کا نام تک نہیں چنانچہ مدارج النبوۃ جلد اول میں ہے پس آمد ابوبکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وگفت یارسول اللہ وصف کن آنرا ابن کہ من رفتہ ام آنجا و دیدہ ام آنرا پس وصف کرد آنرا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پس گفت ابوبکر اشہد انک رسول اللہ الخ شبہ ۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم یعنی خدا کی قسم میں نہیں جانتا دراں حالیکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا اور یہ مضمون آیت میں بھی ہے قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم جواب آیت وحدیث دو نوں میں ادری ہی جو درایۃ سے ہے

مشتق ہے اور روایت اٹکل اور قیاس سے کسی بات کے جا لینے کو کہتے ہیں رد المحتار ص۹
میں ہے (والراجح الدرایۃ) بالرفع عطفا عن الاشبہ ای الراجح من جھۃ الدرایۃ
ای ادراک العقل بالقیاس علے غیرہ تو صاف یہ معنے ہوئے کہ میں اپنی
عقل سے نہیں جانتا اور تعلیم الٰہی جاننے کا انکار کسی لفظ سے آیت و حدیث کے نہیں نکلتا
مگر تعجب ہے کہ معترض نے شبہہ کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت کو نہیں معلوم تھا کہ اللہ جل شانہ
حضرت کے ساتھ کیا کریگا اور اس سادہ لوح نے اتنا نہ سمجھ لیا کہ اللہ جل شانہ خود فرماتا ہے
وللآخرۃ خیر لک من الاولٰی ولسوف یعطیک ربک فترضٰی جب حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ
تعالٰے علیہ وسلم کو آخرت کی بہتری اور اللہ جل جلالہ کی رضامندی دنیا میں ہی معلوم ہونا آیت
قرآنی سے ثابت ہوا اور حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا اس پر یقین فرما کر یہ فرمانا لما نزلت
ھذہ الآیۃ قال اذا لا ارضی و واحد من امتی فی النار از تفسیر کبیر جلد ۸ ص۵۶
کہ میری امت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہوگا تو میں راضی نہ ہونگا۔ صاف بتا رہا ہے کہ
حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا۔
الغرض معترض کا شبہہ یا تعصب کی بنا پر ہے یا جہالت سے اس بیچارہ کو ابتک خبر نہیں کہ
یہ آیت جس سے وہ حضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا علم نہ ہونا اس معاملہ کی نسبت جو آپکے اور آپکی
امت کے ساتھ کیا جائیگا ثابت کرتا ہے وہ آیت منسوخ ہے ملا عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی رحمۃ اللہ
رسالہ ناسخ و منسوخ میں لکھتے ہیں قولہ تعالٰی ما ادری ما یفعل بی ولا بکم الآیۃ نسخ
بقولہ تعالٰی انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و تاخر
الآیۃ اور اسی صفحہ میں اس سے کچھ آگے چلکر لکھتے ہیں سورۃ الفتح وفیہا ناسخ ولیس فیہا
منسوخ فالناسخ قولہ تعالٰے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر والمنسوخ
قولہ تعالٰی وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان دونوں عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ آیہ کریمہ
ما ادری ما یفعل بی ولا بکم منسوخ ہے اور اسکا ناسخ انا فتحنا لک فتحا مبینا الآیۃ ہے
جس میں دنیا میں فتح مبین کا اور آخرت میں غفران کا مژدہ دیا گیا اور یہ بتا دیا گیا ہے کہ سید عالم
صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیساتھ آنکا رب جل وعلا دنیا و آخرت میں کیا کریگا۔ اب مولوی عبدالعزیز

کا یہ قول بالکل باطل ہو گیا کہ اِس آیت کے اگر یہ معنی لیئے جاویں کہ اپنے خاتمہ اور عاقبت کی آپ کو خبر نہ تھی تو یہ منسوخ ہے اور معاذ اللہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں اور دوسرے معنے کر یعنی آپ اُن واقعات اور معاملات سے جو دُنیا میں آپ کو پیش آنے والے تھے بے خبر تھے، کسی کے نزدیک منسوخ نہیں (دیکھو رسالہ صلہ) ثانیاً دوسرے معنے جو معترض نے نکالے بہت ضعیف ہیں صحیح معنے وہی ہیں جن پر وہ خود آیت کو منسوخ مانتا ہے بخاری میں ہے عن خارجۃ بن زید بن ثابت ان ام العلاء امراۃ من الانصار وکانت بایعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخبرتہ انہ اقتسم المھاجرون قرعۃ قالت فطار لنا عثمان بن مظعون فانزلناہ فی ابیاتنا فوجع وجعہ الذی توفی فیہ فلما توفی وغسل کفن فی اثوابہ دخل علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت رحمۃ اللہ علیک ابا السائب فشہادتی علیک لقد اکرمک اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما یدریک ان اللہ اکرمہ فقلت بابی انت یا رسول اللہ فمن یکرمہ اللہ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما ھو فقد جاءہ الیقین واللہ انی لارجو لہ الخیر واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی قالت فواللہ ما ازکی بعدہ احدا یا رسول اللہ اور کمالین حاشیہ تفسیر جلالین مطبوعہ مطبع فاروقی صلہ میں اسی کریمہ وما ادری الآیہ کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں قال ابن الجوزی الصحیح فی معنی الایۃ قول الحسن وعن ابن عباس وانس وعکرمۃ وقتادۃ معناہ لا ادری حالی ولا حالکم فی الاخرۃ ثم نزل بعدہ لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقالوا ھنالک قد علمنا ما یفعل اللہ تعالیٰ بک ثم نزل لیدخل المومنین والمومنات جنات (الخ) تو معلوم ہو گیا کہ ابن جوزی (غیر مقلدوں کے مسلم محدث) کے نزدیک بھی آیت کے وہی معنے صحیح نکلے جن کے مراد ہونے پر مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی آیت کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں اب کیا مجالِ گفتگو رہی ثالثاً اگر مولوی عبدالعزیز صاحب کے وہ ثانی معنے فرض بھی کر لیئے جاویں تو بھی انکا یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ کسی کے نزدیک بھی منسوخ نہیں۔ کیونکہ اول تو اس آیت کو جہاں منسوخ لکھا ہے یہ نہیں لکھا کہ اس معنے کے سبب تو منسوخ ہے

گر دوسرے معنی کے لئے منسوخ نہیں دوسرے جو آیت اس کی ناسخ ہے وہ خود بتا رہی ہے کہ
دوسرے معنی میں بھی آیت منسوخ ہے اس لئے کہ اس میں اس کی بھی صاف بشارت ہے کہ
دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا جاویگا اور اس کی بھی کہ آخرت میں کیا تفسیر
لباب التاویل (خازن) جلد رابع صـ۱۳۷ ملاحظہ کیجئے اس میں ہے وقیل لا ادری الی ماذا
یصیر امری وامرکم فی الدنیا اما انا فلا ادری اخرج کما اخرجت
الانبیاء من قبلی ام اقتل کما قتل بعض الانبیاء من قبلی واما
انتم ایھا المصدقون فلا ادری اتخرجون معی ام تترکون ام ماذا یفعل
بکم ولا ادری ما یفعل بکم ایھا المکذبون اترمون بالحجارۃ من السماء
ام یخسف بکم ام ای شیء یفعل بکم مما فعل بالامم المکذبۃ
ثم اخبرہ اللہ عزوجل انہ یظھر دینہ علی الادیان کلھا
فقال تعالی ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ
علی الدین کلہ وقال فی امتہ وما کان اللہ لیعذبھم وانت
فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون فاعلمہ ما یصنع
بہ وبامتہ قیل معناہ لا ادری الی ماذا یصیر امری وامرکم و
من الغالب والمغلوب ثم اخبرہ انہ یظھر دینہ علی الادیان وامتہ علی سائر الامم
کیوں صاحب کہو اب بھی سمجھے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اسکی بھی خبر دیدی تھی کہ دنیا میں
آپکے اور آپ کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاویگا اور اس معنی میں بھی یہ آیت منسوخ ہی ہے جو اس پر
بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے۔ ذرا لگا نہایت شرم کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے مخالفین باوجود
دعوے اسلام کے آج اس آیت سے خوشی خوشی ایسا اعتراض نکال رہے ہیں جیسا کہ عرب
کے مشرکوں نے نکالا تھا اور اس کے جواب میں دوسری آیت پیش کرنی ہوتی ہے جو ان کفار نابکار
کے جواب میں نازل ہوئی۔ واے اسلام کا دعوے اور یہ حرکتیں لما نزلت ھذہ الآیۃ فرح المشرکون
وقالوا واللات والعزی ما امرنا وامر محمد عند اللہ الا واحد وما لہ علینا من مزیۃ وفضل
ولولا انہ ابتدع ما یقولہ من نفسہ لاخبرہ الذی بعثہ بما یفعل بہ فانزل اللہ

عزوجل لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقالت الصحابۃ ھنیئا لک
نبی اللہ قد علمت ما یفعل بک فما ذا یفعل بنا فانزل اللہ عزوجل لیدخل المؤمنین
والمؤمنات جنات تجری من تحتہا الانہار الآیہ وانزل وبشر المؤمنین بان لہم من اللہ
فضلا کبیرا فبین اللہ ما یفعل بہ وبہم (خازن) ص۱۲۳ مطبوعہ مصر۔ **شبہہ** قرآن پاک میں
وارد ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب
یعنی جس دن جمع کرے اللہ رسولوں کو فرمائیگا کہ تم کیا جواب دیئے گئے یعنی تمہاری
امتوں نے تبلیغ اسلام پر کیا جواب دیا وہ کہیں گے ہمیں علم نہیں تو ہی علام الغیوب
ہے تو اگر رسولوں کو ہر چیز کا علم ہوتا تو وہ ایسا کیوں کہتے؟ **جواب** ایسے شبہات
مخالفین کی کوتہ اندیشی اور نادانی سے ناشی ہیں کیونکہ صرف آیت ہی سے اتنا تو ظاہر ہے کہ انبیا
علیہم السلام کو اس چیز کا علم ضروری ہے جس کی نسبت وہ لا علم لنا فرماوینگے کیونکہ سوال یہ ہو گا کہ تمہاری
امتوں نے تمہیں تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا تو انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو وہی فرمانا تھا جو جواب دینا
چاہئے جو ان کو انکی امت نے دیا تھا بجائے اس کے یہ کہنا کہ ہم نہیں جانتے تو خود عالم الغیب ہے کی
صاف دلیل اس کی ہے کہ وہ بمقابلہ علم حق سبحانہ تعالی کے اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اور یہی مقتضائے ادب
بھی ہے اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق جل شانہ کے علم کے سامنے قلیل وہ شئ کی ہے تفسیر خازن ص۵۴۴
جلد اول میں تفسیر کبیر سے نقل کیا ہے ان الرسل علیہم السلام لما علموا ان اللہ
تعالی عالم لا یجہل وحلیم لا یسفہ وعادل لا یظلم علموا ان قولہم لا یغیر خیرا
ولا یدفع شرا فرأوا الادب فی السکوت وتفویض الامر الی اللہ تعالی و
عدلہ فقالوا لا علم لنا جمہور مفسرین اس کے تو مقر ہیں کہ انبیاء صلوۃ اللہ علیہم وسلامہ
کو یہ علم تو ضرور ہے کہ ان کی امتوں نے انہیں کیا جواب دیا ہے پس اس سے مخالفین کے شبہ کا تو
قلع قمع ہو گیا اور دم مارنے کی جگہ نہ رہی مگر ہمیں یہاں سے ایک نکتہ حاصل ہوا وہ یہ کہ انبیاء
علیہم الصلوۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ ہمیں علم نہیں ان کے عدم علم کی دلیل نہیں بلکہ یہ ان کا مقتضائے
ادب ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالی کے سامنے وہ اپنے علم کو کچھ شمار نہیں کرتے جیسے لائق شاگرد اپنے
جلیل القدر استادوں کے سامنے تو اب اگر ہمارے مخالفین صاحبان کو کچھ شرم وحیا بے خلق ہو تو

آئندہ ایسی عبارات سے ہرگز استدلال نہ کیا کریں کہ ایسے انکار سوء ادب پر محمول ہوتے ہیں شبہہ ابوداؤد شریف میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پاپوش مبارک قدم سے اتار دی یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی اپنی اپنی پاپوشیں اتار دیں سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد فراغ نماز صحابہ سے دریافت فرمایا کہ تم نے کس سبب سے اپنی اپنی پاپوش کو اتار دیا عرض کیا کہ حضور نے قدم مبارک سے پاپوش مبارک اتار دی تھی لہٰذا ہم نے بھی ایسا ہی کیا فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے تو اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب داں ہوتے تو کیوں نجاست والی جوتیوں سے نماز پڑھتے! **جواب** معترض کا یہ کہنا کہ نجاست والے جوتے سے نماز پڑھی خلاف ادب اور اس کی ناسمجھی پر دال پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی ورنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پاپوش مبارک اتارنے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی بلکہ جبرئیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعت شان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ کمال تنظیف و تطہیر حضور کے حال شریف کے لائق ہے اس سے عدم علم حضور سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر استدلال ایک خام خیال ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں[1]۔

"بجا کات زوال مجد وے وصل آنچہ کردہ شدہ از وطبع ظاہر از نجاستے نبود کہ نماز آں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع از آں ناخوش دارد و دور ساخت از سر میگرفت کہ بعضے نماز باں گزاردہ بود و خبر دادن جبرئیل بہ آمدن از جہت کمال تنظیف و تطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بود"

شبہہ واقعہ بیر معونہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ چند لوگ آپ میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو میں بھی ہو جاؤں گا آپ نے ستر صحابہ جلیل القدر قاری قرآن

[1] اگر حدیث شریف میں جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے مگر صحابہ کے لئے اس وجہ سے درست تھا کہ ان کے جوتے ناپاک نہ تھے اور نیز اس وقت تک مسجد میں فرش نہ تھا مگر اب عام طور سے جوتے پہن کر مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں مسجد کی بے ادبی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تطہیر کا حکم فرمایا ہے کذا فی رد المحتار ۱۲

اسکے ہمراہ کر دیئے راستہ میں وہ سب کے سب غدر اور بیوفائی کے ساتھ شہید کر ڈالے گئے جس پر آپ کو کمال حزن وملال ہوا اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یوں شہید کر ڈالے جائیں گے تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔ جواب اس تمام قصہ کے نقل کرنے سے معترض صاحب کا جو مدعا ہے وہ یہی پچھلا فقرہ ہے کہ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ شہید کر ڈالے جائیں گے تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔ واے افسوس اے غریب تم کیا سمجھ گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود علم کے کیوں انہیں روانہ فرماتے آخر روانہ فرمایا کیا باعث کیا صرف صحابہ کی حفاظت جان یا اور کچھ بھی۔ اب ذرا ہوش سے سنئے حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حوصلے اور ہمتیں معاذ اللہ آپ کی حضرت نہ تھیں کہ محض تن پروری مقصود ہوتی، جان کے لالچ میں دینی خدمت سے باز رہ سکتے اور اس خیال سے کہ یہاں جان عزیز نذر اشاعت اسلام ہوتی ہے درگذر کر جاتے ع کار پاکاں را قیاس از خود مگیر۔ اے حضرت وہ تو ہر دم جان نذر کرنے کو تیار رہتے تھے ع جانرا براے دوست میدارم دوست۔ ہر چند کہ سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم پر صحابہ کے پیش آئندہ واقعات ظاہر ہوں مگر یہ موقع درگذر نہیں کہ ایک شخص اشاعت اسلام کے لئے عرض کرتا ہے کہ حضور چند نیاز مندوں کو اس کی قوم کی ہدایت کے واسطے بھیج دیں اور اسے یہ جواب دیں کہ ہمیں اشاعت اسلام اور ہدایت خلق سے جان زیادہ محبوب ہے۔ وہاں جو جائیں گے وہ مارے جائیں گے اس لئے بخوف جان اس موقع پر اعلاء کلمۃ اللہ میں ہی کوشش نہیں کی جاتی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ سب خرافات ہیں وہاں بمقابلہ اعلاء کلمۃ اللہ کے جان کی کچھ پرواہ نہ تھی اور خود صحابہ کرام کو شوق شہادت گدگدا رہا تھا اور جوش میں بھرے ہوئے تھے شہادت ایک بڑا رتبہ ہے چنانچہ اسی واقعہ بیر معونہ میں مقابلہ کرنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب شہید ہوگئے اور ان میں سے حضرت منذر بن عمرو رہ گئے تو کفار نے ان سے کہا آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں مگر آپ کے آرزوئے شہادت دل نے ہرگز نہ مانا اور آپ نے بمقابلہ شہادت کے امن کو قبول نہ فرمایا (کذا فی مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰) یہ تو عرض کیا گیا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صحابہ کرام کو دین پہ جان تصدق کرنے ہی کے لیے۔ وہ فرمایا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ سب شہید ہو جاویں گے مگر جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور کے لئے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کرلینے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قتل عمد کی نسبت کرنا پڑے گی تو کیا وہ منذر ابن عمرو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہ خودکشی کا الزام لگائیگا کہ انہوں نے باوجود امن پانے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا۔ اور اسی طرح حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حارث پہ بھی کہ یہ حضرات اونٹوں کو چراگاہوں میں لے گئے تھے جب واپس آئے اور لشکرگاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پرندوں کو گرد لشکر کے دیکھا اور گرد و غبار اٹھا معلوم ہوا اور کافروں کے سواروں کو بلندی پہ کھڑا اور اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید دیکھا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے اب مصلحت کیا ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری کی رائے ہوئی کہ سید کائنات کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے حارث نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب ہم پہنچے ہوئے ہیں شہادت بہت غنیمت ہے چنانچہ انھوں نے کفار سے مقابلہ کیا اور ان میں چار آدمیوں کو قتل کرکے حارث خود بھی شہید ہو گئے کذا فی صحیح مسلم و مدارج النبوۃ اب یہاں سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا شوق شہادت ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے امن و عافیت کو چھوڑ کر شہادت حاصل کرنے میں سعی کی اور کامیاب ہوئے۔ اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام نے قصداً و عمداً و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی اس طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم دیدہ و دانستہ صحابہ کو۔ معاذ اللہ قتل عمد کے مرتکب ہوئے والعیاذ باللہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جانیں راہ خدا میں نذر کیں اور ان جانوں کے اس سے عمدہ مصرف پہ کام آنیکا کوئی موقع نہ تھا۔ جان کی بڑی قیمت یہی تھی کہ راہ خدا میں نثار ہو گئی یہ کہنا کہ اس حادثہ کا آنحضرت کو علم ہوتا تو صحابہ کو نہ بھیجتے۔ اور صحابہ کو علم ہوتا تو وہ نہ جاتے صریح فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر الزام لگاتا ہے کہ جب جان تصدق کرنے کا موقع آتا اور یہ سمجھتے کہ جان جاتی ہے تو وہ گریز کر جاتے اور ہم لوگوں کی طرح خیال کرتے کہ کون مفت خطرہ میں جان ڈالے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم تو یوں کہیے صحابہ اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ دین پہ جان نثار کرنے میں دریغ کر جائیں جان جاتی دیکھیں تو اسلام کی اشاعت سے باز رہ جائیں بلکہ یہ حضرات جب سمجھ لیں کہ اب جان نذر

کرنیکا موقع ہے تو بڑی خوشی اور شوق سے جان نذر کردیں جیسا کہ میں اوپر صحابہ کے واقعات سے ثابت کر چکا ہوں

میں پہلے سر شوق کو تہ تیغ جھکا دوں ۔۔ بے جان اگر خنجر فولاد تمہارا

تو اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ سے واقف ہونا کس مانع روانگی صحابہ ہوتا اب بحمد اللہ تعالیٰ معترض کا اعتراض بالکل باطل ہو گیا اور حضور کا صحابہ کرام کو باوجود پیش آنیوالے واقعات پر مطلع ہونے کے روانہ فرما دینا قابل اعتراض نہ رہا پھر حضور کا یہ روانہ فرما دینا اگرچہ کسی طرح قابل اعتراض نہیں مگر اللہ عقل و ایمان نصیب فرماوے تو معلوم ہو کہ حضور کی اس میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں مگر ان سب کا علم بھی خاصان خدا ہی کو ہے اور جس قدر علم ہمیں عنایت ہوا بقدر اس کے سمجھ دینا بھی اس مختصر رسالہ میں دشوار ہے لہذا کچھ بطور نمونہ پیش کیا جاوے اسی واقعہ بیر معونہ میں صحابہ کا دلیری اور جوانمردی کیساتھ حکم پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل میں پروانہ وار جاں نثار کرنا اور جان دینے میں خوش ہونا عجیب قابل یادگار اور دل پہ اثر کرنیوالی بات ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قوت ایمانی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے اور خلق اللہ کو ایسے پر اثر واقعات سے ہدایت ہوتی ہے بخاری شریف میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیر معونہ پہ پہنچے اور انہوں نے حضور سراپا نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مکتوب بمعرفت حرام بن ملحان کو دیا کہ عامر بن طفیل کو پاس لیجائیں حرام دو شخصوں کو ہمراہ لیکر روانہ ہوئے جب اس قوم کے نزدیک پہنچے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم یہیں رہو میں جاتا ہوں اگر ان لوگوں نے مجھکو امن دی تو تم بھی چلے آنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اصحاب کیساتھ جا ملنا پھر حرام ابن ملحان نے ان لوگوں سے کہا امن دو تو میں تمہیں خدا کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیام پہنچاؤں حرام ابن ملحان گفتگو ہی کر رہے تھے کہ ایک شخص نے جو ان کے پیچھے تھا ان لوگوں کے اشارہ سے ان پہ حملہ کیا اور نیزہ مارا کہ وہ حرام کے بدن کے دوسری طرف نکل آیا اس حالات میں حرام بن ملحان کی سے جو کلمے نکلے ہیں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ محبت رکھنے والوں کو اس کا کچھ لطف آئیگا حالت تو یہ کہ نیزہ سینے سے پار ہو گیا اب خون چہرہ اور تمام بدن کو رنگین کر رہا ہے اور زبان پر کیا مبارک کلمہ ہے۔ اللہ اکبر

فزت ورب الکعبۃ رب کعبہ کی قسم میری آرزو پوری ہو گئی اور مطلب حاصل ہو گیا مراد مل گئی یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پورے طور پہ ہوئی رتبہ شہادت ملا۔ سبحان اللہ ایک تو یہ دن تھے جو یوں دیوانۂ شیدا عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل جان فدا کرتے تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص اور حضور اقدس کی صفت کمال کے انکار میں رات دن سرگرم ہیں فلما نزلوہا قال بعضہم لبعض ایکم یبلغ رسالۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اھل ھذا الماء فقال حرام بن ملحان انا فخرج بکتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی عامر بن الطفیل وکان علی ذلک الماء فلما اتاھم حرام بن ملحان لم ینظر عامر بن الطفیل فی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال حرام بن ملحان یا اھل بئر معونۃ انی رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیکم انی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ فامنوا باللہ ورسولہ فخرج الیہ رجل من کسر البیت برمح فضربہ بہ فی جنبہ حتی خرج من الشق الآخر فقال اللہ اکبر فزت ورب الکعبۃ (کذا فی الخازن صـ٣٣ و مدارج النبوۃ صـ٣٦) صحابہ کرام کی جاں نثاریاں تو ایمان والوں کے دلوں میں محبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چنگاری کیلئے اکسیر ہیں علاوہ ازیں حضور کی خبر دینے اور تحمل فرمانے میں بہت سی حکمتیں ہیں چنانچہ اسی واقعہ بئر معونہ میں جب حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اپنے شوق سے مقاتلہ کرکے شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری باقی رہ گئے اور عامر بن طفیل نے ان کو شہید نہ کیا پیشانی کے بال پکڑ کے چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کی رخصت دی اور یہ دریافت کیا کہ ان شہداء سے آپ واقف ہیں فرمایا کہ ہاں واقف ہیں تب وہ انکو شہداء کے مقتل میں لایا اور ہر ایک کا نام و نسب دریافت کرنے لگا اور یہ کہنے لگا کہ کوئی صاحب ایسے تھے جن کی نعش یہاں نہیں ہے عمرو نے فرمایا کہ ہاں عامر بن فہیرہ جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بندہ آزاد کردہ شدہ تھے وہ یہاں نہیں ہیں کہا وہ کیسے آدمی تھے فرمایا کہ وہ بڑے فاضل اور پہلے ہی مسلمان تھے۔ عامر بن طفیل کافر نے کہا کہ ان کی شہادت کے وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ وہ آسمان کی جانب اٹھا لئے گئے۔ (ف) عامر بن طفیل کا ایسا عجیب وغریب واقعہ دیکھنا اور خود اس کو بیان کرنا اور پھر اس جماعت کے قتل سے پشیمان ہونا اور ایمان سے محروم رہنا

تعجب خیز اور اُنکی کور باطنی اور شقاوت ازلی کی صاف نظیر ہے مگر پھر بھی وہ تو کافر تھا مسلمان صورت کا ایتیں اور حدیثیں اور عجیب عجیب واقعات کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی علم عظیم نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار ہی کئے جانا اور نصوص پاکر بھی مطمئن نہ ہونا بلکہ اپنے قیاسات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے اس علم عظیم پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے اللہ جل شانہ ہدایت فرمائے بنی کلاب میں ایک اور شخص جبار بن سلمی بھی اُنہی کفار میں تھا اس سے منقول ہے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا اور وہ دوسری طرف نکل آیا تو میں نے اُنکی زبان سے یہ کلمہ سُنا فزت واللّٰہ اور یہ دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اُس وقت مجھے یہ فکر ہوئی کہ اس لفظ سے کیا مُراد تھی تو میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا اور انہیں تمام حال سُنایا کہنے لگے کہ ان کی مُراد یہ تھی کہ خدا کی قسم میں نے مُراد پائی۔ میں نے یہ سُنکر ضحاک سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے اور میں مسلمان ہو گیا اور یہ واقعہ میرے اسلام لانے کا باعث ہوا سبحان اللہ سعادتمندوں کو جیسے اس حال کے مشاہدہ سے ایمان نصیب ہوا ویسے ہی اس کے استماع سے بھی صدہا برکات حاصل ہوئے مخالفین اب تو سمجھتے ہوں گے کہ حضور کے اطلاع نہ دینے میں حکمتیں تھیں۔ پھر اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ ہر چند کفار نے سوال کئے مگر حضرت حق سبحانہ تعالے نے انکو وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا پھر اگر یہ راز تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ظاہر فرما دیتے۔ اس سینہ مبارک میں اللہ کے ہزاروں راز مخزون تھے حضور امین تھے یہ شان تحمل کی ہے کہ ایسے ایسے موقعوں پر سکوت فرماویں اور کام اللہ جل شانہ کی مرضی پر کردیں کہ وہ خود بھی تو عالم میں جو اس کی مرضی۔ مولانائے روم فرماتے ہیں ؎

عارفاں کہ جام حق نوشیدہ اند ؛ رازہا دانستہ و پوشیدہ اند ؛ ہر کرا اسرار کار آموختند ؛ مہر کردند و دہانش دوختند
بر لبش قفل ست و در دل رازہا ؛ لب خموش و دل پر از آوازہا ؛ گوش آنکس گو شد اسرار جلال ؛ کو چو سوسن صد زبان افتاد و لال
آنگہ بر سلطان را بکس ؛ تا نریزد قند را پیش مگس ؛ سر غیب آن را سزد آموختن ؛ کہ ز گفتن لب تواند دوختن

درخور دریا نشد جز مرغ آب ؛ فہم کن واللہ اعلم بالصواب

باینہمہ سرور اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے اس پیش آنے والے حادثہ کی طرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے روانہ فرمانے سے قبل اشارہ فرما دیا تھا چنانچہ یہ الفاظ صحاح کی کتابوں میں مروی ہیں فقال رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم انی اخشی علیہم

اہل مجلس۔

شبہہ۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑنے کو سنا آپ نے باہر تشریف لا کر فرمایا کہ سوائے اسکے نہیں کہ میں آدمی ہوں میرے پاس خصم یعنی جھگڑنے والے آتے ہیں شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو اسکی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا میں دلاتا ہوں۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ رسول خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم غیب داں نہ تھے اگر غیب جانتے تو خلاف فیصلہ کا آپکو کیوں خوف ہوتا۔

جواب ناظرین با انصاف کو مخالفین کے شبہے دیکھتے دیکھتے یہ تو خوب ظاہر ہوگیا ہوگا کہ یہ حضرات اپنے مدعا کے ثابت کرنے سے عاجز ہو کر اب محض زبان درازی پر آگئے ہیں اور صرف اپنے قیاسات فاسدہ سے استدلال کرنے لگے ہیں یہ حدیث جو معترض نے پیش کی ہے اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں کہ جو حضور محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔ اسالیب کلام کی معرفت سے تو یہ حضرات بالکل پاک ہیں انکا تو انہیں کسی طرح بھی الزام نہیں ہوسکتا فہم مبارک نے اس حدیث سے کیا سمجھا کہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو امور غیب کا علم تعلیم نہیں ہوا سبحان اللہ یہ فہم قابل تحسین و آفرین ہے۔ سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کیلئے زبانی تو ضیح کریں حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں (رواہ الترمذی) فان قضیت لاحد منکم بشئی من حق اخیہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کی چیز دلادوں تو وہ اسکے لئے آگ کا ٹکڑا ہے مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا بفرض محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سنکر تمہیں دوسرے کا حق دلادوں تو بھی فائدہ کیا وہ تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے ہی لئے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کا حق لینے کی کوشش ہی نہ کرو مقصود تو یہ تھا معترض صاحب نے اس سے انکار علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر استدلال کیا۔ اگر حضرت کسی کا حق (معاذ اللہ) کسی دوسرے کو دلادیتے تو بھی کچھ جاتے عذر ہوتی کہ ابتو کچھ شبہہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلادیا مگر یہاں شبہہ کو کچھ بھی علاقہ نہیں کہ حضو

نے ایک کا حق دوسرے کو دلا نہ دیا بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی قضیہ شرطیہ جو صدق مقدم کو مقتضی نہیں ایک فرض محال ہے یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو بھی نہیں کچھ فائدہ نہیں معترض صاحب ذرا مہربانی کیجئے اور اپنے اجتہاد کو زیادہ نہ صرف فرمائیے ورنہ ایسا ہی شرطیہ قرآن شریف میں بھی وارد ہے قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین یعنی فرما دیجئے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اگر رحمٰن کے ولد ہو تو میں پہلا عبادت کرنیوالا ہوں کہیں اس اجتہاد کی بنا پر یہ کہنا حضرت کو خدا تعالیٰ کے بیٹا ہونیکا بھی خطرہ تھا (معاذ اللہ) یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے اور علیٰ ہذا اس حدیث میں بھی جس سے آپ اپنے مدعائے باطل پر سند لانا چاہتے ہیں مقدم میں فرض محال ہے یہ ناممکن کہ سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے فیصلہ سے کسی کا حق کسی دوسرے کو پہنچ جائے۔ ادب کرو اور رسول کا مرتبہ سمجھو (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) اب ذرا شرح مشارق کا مطالعہ کرو وات قولہ علیہ السلام فمن قضیت لہ بحق مسلم الخ شرطیۃ وھی لا تقتضی صدق المقدم فیکون من باب فرض المحال نظرا الی عدم جواز قرارہ علے الخطاء ویجوز ذلک اذا التعلق بہ غرض کما فی قولہ تعالیٰ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین والغرض فیما نحن فیہ التہدید والتقریع علے اللسن والاقدام علی تحلیف الخصم فی اخذ اموال الناس شبہہ حضرت کو شہد بہت پسند تھا اور آپ حضرت زینب کے پاس اکثر تشریف فرما کر شہد نوش فرماتے تھے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جسکے پاس اول حضرت تشریف لائیں وہ آپ سے یہ کہدے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی۔ پس چونکہ آپکو بدبو سے نفرت ہے آپ شہد پینا ترک فرما دینگے اور حضرت زینب کے پاس نشست کم ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سرور عالم نے قسم کھائی کہ اب کبھی شہد نہ پیونگا اسپر یہ آیت اتری یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک اگر حضرت غیب داں ہوتے تو کیوں ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھا لیتے جواب اہل فکر پر کیسی دربیچارے مخالفین لکھتے لکھتے پریشان ہو گئے مگر آجتک اتنا ثابت نہ کر سکے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے مرحمت ہی نہیں فرمایا تھا

شانِ نزول تحریم پر مخالفین کا شبہ اور ہمارا جواب ف یہ شبہ علمی رسالہ صفحہ میں ہے

مضمون کی کوئی آیت پیش کرنے کی جرأت ہوئی نہ حدیث دکھانے کی ہمت ہاں قیاس فاسد بیکر کھو ایجاد کر ڈالے تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلا کے نزدیک قابل التفات ہیں؟ یوں تو شیطانی قیاس والوں کو کلام الٰہی پر شبہے سوجھیں گے اور وہ یہ کہہ سکیں گے کہ اللہ تعالٰے کو ہر وقت ہر چیز کا علم حاصل نہیں ہے جب چاہتا ہے کسی ترکیب سے کسی چیز کا علم حاصل کر لیتا ہے چنانچہ خدا تعالٰے کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کون اتباع کریگا اور کون نہ کریگا جب تو اسنے نماز میں قبلہ بدل دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے میں پھر گئے اس سے معلوم ہو گیا کہ جنہوں نے اس میں حضرت کی موافقت کی اور کچھ چون و چرا نہ کیا نہ کوئی بحث کی تو وہ اتباع کرنیوالے ہیں باقی غیر متبع چنانچہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علٰی عقبیہ اس آیت میں الا لنعلم کے لفظ سے صاف شبہ پیدا ہوتا ہے مگر یہ وہی شیطانی شبہہ ہے کیا قابل التفات ہو ایسے ایسے قرائن عدم علم کے ہرگز نہیں ہوتے اللہ جل شانہ علیم و خبیر ہے اس نے اب علم حاصل نہیں کیا ہے مگر ایسے لفظوں سے یہ معنے سمجھ لینا اور انکار علم میں سند لانا کور باطنی اور نابینائی ہے ورنہ قرآن پاک میں ایسی ایسے ہزار ہا شبہے کج طبع لوگوں کی طبعیتیں پیدا کریں گی اور وہ سب انکی کوتہ فہمی کا نتیجہ ہوگا جو ایک مجذوب کی بڑ یا ہذیان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اسی طرح رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں مخالفین رات دن حیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں اور شبہہ تلاش کرتے ہیں اور انکو اپنی مدعا کی سند بناتے ہیں مگر اس سے کیا نتیجہ یہ سب کوششیں بیسود ہیں یہی شبہ تحریم والا جو ہمارے مخالفین نے پیش کیا ہے ایسا لچر ہے جس سے کوئی دانا عدم علم نہیں نکال سکے گا حضور نے اگر شہد چھوڑ دیا تو اس کو علم سے کیا علاقہ قرآن پاک کے مبارک لفظ یہ ہیں تبتغی مرضات ازواجک جس سے ظاہر ہے کہ پاس خاطر ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا اس لیے شہد چھوڑ دیا اس کو علم سے کیا واسطہ حضور خوب جانتے تھے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی مگر از انجا کہ طبع شریف میں کمال تحمل و بردباری تھی اور حضور کے اخلاق کریمہ ایسے تھے کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارا نہ فرماتے تھے بنا بر علیہ اسوقت ازواج سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی اور انکی رضامندی کے لیے انہیں شہد چھوڑ دینے کا اطمینان دلایا۔ پھر اسپر یہ بھی منع فرما دیا کہ اسکا کہیں ذکر نہ کیا جائے مدعا یہ تھا کہ حضرت

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنکے پاس شہد پیا تھا انھیں شہد چھوڑنیکی اطلاع نہ دیجائے کیونکہ اس سے انکو ملال ہوگا اور منظور یہی نہیں کہ کسی کی بھی دل شکنی ہو چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ جو امام بخاری و مسلم نے حضرۃ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیئے ہیں یہ ہیں فدخل علی احدٰھما فقالت له ذلک فقال لا باس به شربت عسلا عند زینب بنت جحش فلن اعود له وقد حلفت لا تخبری بذلک احدا ابتغی مرضات ازواجہ یعنی حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کے پاس جب سرور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے اپنا منصوبہ کہا کہ ہم حضور کے منھ سے مغافیر کی بو پاتے ہیں تو حضور نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ہم نے تو زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے۔ ان تقریروں سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کو خوب معلوم تھا کہ ہمارے منھ سے بوئے مغافیر کو کوئی علاقہ نہیں مگر یہ بھی معلوم تھا کہ انکا منشا یہ ہے کہ حضور شہد پینا ترک فرما دیں اسواسطے انکی رضامندی کیلئے ارشاد فرمایا کہ اب ہم انکی طرف پھر عود نہ کریں گے یعنی قسم کھاتے ہیں پھر شہد نہ پئیں گے اور تم کسی کو اس شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا یہ اس لیے فرمایا کہ اگر حضرت زینب کو اس کی خبر پہنچے گی تو انکی دل شکنی ہوگی چنانچہ علامہ علی قاری رحمۃ الباری مرقاۃ المفاتیح میں اسی لا تخبری کے متعلق فرماتے ہیں الظاھر انه لئلا ینکسر خاطر زینب من امتناعہ من عسلھا غرضکہ اس حدیث شریف سے انکار علم مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی نہیں معلوم کہ معترض کس نشہ میں ہے اور اس نے کیا سمجھکر اعتراض کیا حدیث میں ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں جس سے کسی طرح ثابت ہو سکے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فلاں امر کا علم نہیں ملا شبہہ بخاری شریف میں ہے حضرت جابر کہتے ہیں میں نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گیا اور دروازہ پر کھٹکا کیا حضور نے فرمایا کون ہے میں نے عرض کیا میں حضور نے فرمایا کہ میں تو میں بھی ہوں گویا یہ کلمہ حضور کو ناپسند ہوا۔ اگر حضرت غیب داں ہوتے تو کیوں دریافت کرتے کہ تم کون ہو حضور کو خود ہی معلوم ہو جاتا جواب یہ شبہہ بھی ایسا ہی واہی ہے جیسے اور اوپر گزر چکے۔ کلام کی مراد سمجھ لینا کیا معنے معترض کو عبارت کا صحیح ترجمہ کرنا نہیں آتا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا من ذا فرمانا یعنی یہ کون ہے حضور کے علم نہ ہونے کی دلیل نہیں ورنہ خود حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیف تحی الموتی کے جواب میں فرمایا اولم تؤمن کیا تم ایمان نہیں لائے تو معترض یہاں بھی کہدیگا کہ (معاذ اللہ) اگر اللہ جل شانہ عالم الغیب ہوتا تو یہ کیوں فرماتا کہ کیا تم ایمان نہیں لائے ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوتی مگر جو حکمتیں نہ سمجھتے ہوں اور کلام کی مراد سے ناواقف ہوں وہ ایسے ہی واہی شبہے بیان کر سکتے ہیں ورنہ کسی مسلمان کو تو ہمت نہیں ہو سکتی علی ہذا احادیث میں جابجا مذکور ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کرتے ہیں تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ ہمارے معترض صاحب سے قبل آج تک کسی نے ایسے سوالات کو عدم علم کی دلیل نہ سمجھا مگر عجیب الفہم معترض صاحب کی عجیب عجیب ایجادیں ہیں

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

یہاں تو حضور کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے ایمان والوں کی آنکھیں اس سے بند نہیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جواب تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ تم کسی کے مکان پر جاؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو تو (میں) نہ کہا کرو بلکہ نام بتلایا کرو اور ایک لفظ میں کہدینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں ناپسند ہے۔ آپ کو ابھی آمیں ہی شبہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ تھا کہ دروازہ پر کون ہے۔ استغفر اللہ۔ اے حضرت انکے صحابہ کو انکے آل اطہار کو انکے اولیاء امت کو انکے ملازمان بارگاہ کو یہ سب علوم روشن ہیں مگر ہماری آنکھیں کھلی ہوں تو ہمیں کچھ خبر پہنچے (۱) جب حضرت مولیٰ شاہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے کوفہ سے لشکر طلب فرمایا اور بہت سی قیل وقال کے بعد وہاں سے لشکر بھیجا گیا۔ لشکر کے آنے سے قبل حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خبر دی کہ کوفہ سے بارہ ہزار مرد آتے ہیں آپ کے ہمراہیوں میں سے ایک صاحب لشکر کی گزرگاہ پر جا بیٹھے جب لشکر آیا ایک ایک آدمی کو گننا شروع کیا ایک بھی تو کم بیش نہ تھا (از شواہد النبوۃ مولانا عبدالرحمن الجامی قدس سرہ السامی) صـ ۲ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بعض سفروں میں جب کربلا ہو کر گزرے اور وہاں کچھ دیر ٹھہرے داہنے بائیں دیکھا اور واقعہ کربلا کی خبر دی (شواہد صـ ۱۶۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسجد کوفہ میں نماز فجر سے فارغ ہو کر ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں مقام پر ایک مرد اور ایک عورت باہم لڑتے ہیں انکو بلا لاؤ وہ بلا لایا جب وہ حاضر ہوئے فرمایا کہ آج رات تم میں بہت نزاع رہا جوان نے

عرض کیا کہ میں نے اِس عورت سے نکاح کیا اور جب میں اس کے سامنے گیا مجھ سے اس سے نفرت آنے لگی اور اِس عورت نے مجھ سے لڑنا شروع کیا جب حضور نے طلب فرمایا تھا اُس وقت تک نزاع ہو رہا تھا۔ حضرت مولانا شاہ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالےٰ وجہہ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ بہت باتیں ایسی ہیں جنکا سننا غیر کے سامنے ناپسند ہوتا ہے۔ سب چلے گئے صرف وہ جوان اور عورت رہ گئے آپ نے اِس عورت سے فرمایا کہ تو اِس جوان کو جانتی بھی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں فرمایا کہ میں تجھے اسکی معرفت کراتا ہوں مگر تو منکر نہ ہو جانا۔ عرض کرنے لگی میں ہرگز امر واقعی سے انکار نہ کرونگی فرمایا کیا تو فلاں شخص کی بیٹی نہیں ہے؟ عرض کیا ہوں فرمایا کیا کوئی تیرے چچا کا بیٹا تھا جسکو تجھ سے محبت تھی اور تجھے اُس سے عرض کیا بیشک ایسا ہی تھا فرمایا کہ تو ایک رات ضرورت کیلئے باہر گئی تھی اُس نے تجھے پکڑ لیا اور تیرے ساتھ مشغول ہوا تو حاملہ ہو گئی تو نے ماں کو اسکی خبر کی باپ سے چھپایا جب وضع حمل کا وقت آیا تیری ماں تجھے گھر سے باہر لیگئی جب لڑکا پیدا ہوا تو نے اسکو کپڑے میں لپیٹ کر گھورے پر ڈالدیا پھر ایک کتا اسکو سونگھنے لگا تو نے کتے کے پتھر مارا اور بچہ کے سر پر لگا اسکا سر پھٹ گیا تیری ماں نے ایک کپڑا پھاڑ کر اُسکے سر پر باندھا اور پھر تم دونوں چلی گئیں اور تمہیں اُس بچہ کا حال نہ معلوم ہوا اِس عورت نے کہا بیشک ایسا ہی واقعہ ہوا اور میرے اور میری ماں کے سوا اسکی کسی کو خبر ہی نہ تھی پھر فرمایا کہ جب صبح ہوئی فلاں قبیلہ نے اُس بچہ کو لیکر اسکی پرورش کی یہانتک کہ وہ بڑا ہو گیا اور اُس قبیلہ کے ساتھ کوفہ میں آیا اور تیرے ساتھ نکاح کیا یہ وہی جوان ہے۔ پھر جوان کو حکم دیا کہ سر کھولے اُس نے سر کھولا سر پھٹنے کا نشان موجود تھا فرمایا کہ یہ بچہ یہ تیرا بیٹا ہے اللہ نے حفاظت فرمائی اور اسے حرام سے بچایا (شواہد النبوۃ صلاا)

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بارادۂ حج مکہ مکرمہ کو پیادہ روانہ ہوئے راہ میں چلتے چلتے پائے مبارک ورم کر آئے ایک غلام نے عرض کیا کہ حضور تھوڑا سا سفر تو سواری پر طے فرمائیں کیونکہ آپکے پائے مبارک پر ورم آگیا ہے فرمایا کہ نہیں منزل پر پہنچکر ایک حبشی ملیگا اسکے پاس روغن ہے اُس سے خرید لینا غلام نے عرض کیا کہ حضور ہم نے تو کبھی کسی منزل میں نہیں دیکھا کہ کسی کے پاس ایسی دوا ہو۔ اِس منزل میں کہاں سے آئے گی۔ منزل پر پہنچکر ایک حبشی نظر آیا فرمایا کہ یہ وہی ہے جس کو ہم نے کہا تھا جاکر اِس سے روغن خرید او قیمت دے غلام نے جاکر اُس حبشی سے

روغن مانگا اس سے دریافت کیا کہ کس لیئے درکار ہے کہا کہ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے لیئے
اس نے کہا کہ مجھے آپکی خدمت میں لیجل میں آنکا نیازمند ہوں جب آن کی خدمت میں پہنچا عرض
کرنے لگا کہ آپ میرے آقا ہیں میں کیا آپ سے قیمت لے سکتا ہوں لیکن میری خاتون کے درد
زہ ہے دعا فرمائیے کہ خدا تعالےٰ صحیح و سالم لڑکا عنایت فرمائے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
تجھے ویسا ہی بچہ دیا جیسا تو چاہتا ہے اور یہ بچہ ہمارا نیازمند ہو گیا جب وہ اپنی فرودگاہ پر پہنچا
حسب ارشاد لڑکا پایا (شواہد النبوۃ ص۱۶۲) سلف میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ
میں تھا مجھے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا چنانچہ میں آن ہی کی قدمبوسی کے
ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا جس شب میں مدینہ منورہ پہنچا ابر غلیظ چھایا ہوا تھا اور مینہ زور سے برس رہا تھا
سردی سخت تھی آدھی رات کا وقت تھا جب میں در دولت پر پہنچا اسوقت مجھے یہ فکر ہوئی کہ میں
ابھی اپنی اطلاع کروں یا صبح جب امام رضی اللہ عنہ خود باہر تشریف لاویں اسوقت تک صبر کروں
میں اسی فکر میں تھا کہ امام کی آواز میرے کان میں آئی کہ باندی سے فرماتے ہیں کہ فلاں شخص بھیگا ہوا
آیا ہے اور اسے سردی معلوم ہوتی ہے دروازہ پر متفکر بیٹھا ہے۔ دروازہ کھولدے چنانچہ اس نے
دروازہ کھولدیا اور میں مکان میں چلا گیا (شواہد النبوۃ ص۱۶۲) یہاں تو امام علی ابیہ وعلیہ السلام کو
معلوم ہو گیا کہ دروازہ پر کون ہے ملا ایک اور شخص سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے
امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ پر کھٹکا کیا۔ ایک کنیز باہر آئی میں نے اسکی چھاتی پر ہاتھ رکھ کر
کہا کہ اپنے آقا سے جا کر عرض کر کہ فلاں شخص در دولت پر حاضر ہے امام باقر رضی اللہ عنہ نے
مکان میں سے آواز دی کہ یہاں آ تیری ماں مرے میں نے اندر جا کر عرض کیا کہ حضرت میری نیت میں بدی
نہ تھی فرمایا سچ ہے لیکن تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ دیواریں ہماری نظروں کے لیئے بھی پردہ و حجاب ہیں جس طرح
تمہاری نظروں کے لیئے اگر ایسا ہو تو پھر ہم میں اور تم میں کیا فرق رہا خبردار ایسی حرکت نکرنا (شواہد النبوۃ
ص۱۶۳) ایک شخص نے کہا کہ ایک روز امام باقر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے آن کے ساتھ میں بھی
سوار ہوا راہ میں اور شخص ملا امام باقر نے فرمایا کہ ان دونوں کو باندھ لو یہ چور ہیں غلاموں نے باندھ
لیا پھر امام نے اپنے خادموں میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ اس پہاڑ پر آؤ یہاں ایک غار ہے
اس میں جو کچھ ہے وہ لے آؤ وہ گئے وہاں دو جامہ دان تھے وہ لے آئے اور ایک جامہ دان ایک اور

حضرت امام باقر کا چوروں کی خبر دینا

جگہ سے علاوہ بھی لیا امام نے فرمایا ان جامہ دانوں کے مالکوں میں سے ایک موجود ہے اور ایک غائب ہے جب مدینہ میں پہنچے اس جامہ دان والے نے ایک اور جماعت پر تہمت لگائی تھی اور وہ ماخوذ تھے حاکم نے انھیں گرفتار کیا تھا۔ امام باقر نے فرمایا کہ انکو ملامت نہ دو وہ دونوں جامہ دان اس کے مالک کو دیئے چوروں کے ہاتھ کٹوائے انہیں سے ایک نے کہا کہ الحمد للہ میری توبہ اور قطع دست رسول صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے فرزند کے ہاتھ پر ہوا امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا ہاتھ تجھ سے بیس سال قبل جنت میں گیا۔ وہ شخص صرف بیس سال زندہ رہا تین روز کے بعد دوسرے جامہ دان کا مالک بھی آیا امام باقر نے فرمایا کہ تیرے جامہ دان میں ہزار دینار تو تیرے ہیں اور ہزار دینار اور شخص کے اور سات طرح کے کپڑے ہیں وہ عرض کرنے لگا کہ اے حضور اس ہزار دینار والے کا نام بھی بتا ئیں تو درست ہے فرمایا کہ اسکا نام محمد ہے اور اس کے باپ کا نام عبد الرحمٰن ہے وہ ایک نیک مرد ہے صدقہ بہت دیتا ہے نماز بہت پڑھتا ہے اور اب باہر تیرے انتظار میں ہے یہ سنتے ہی اس شخص نے امام کی تصدیق کی اور وہ نصرانی تھا فوراً اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا (شواہد النبوۃ ص ۱۸۰) ۔ کوفیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں کوفہ سے بارادہ خراسان باہر آیا میرے لڑکے نے حلہ مجھے دیا کہ اس کو فروخت کرکے میرے لیئے فیروزہ خریدتے لانا جب میں مرو کے مقام پر پہنچا تو حضرت امام رضا رضی اللہ تعالے عنہ کے غلام آئے اور کہنے لگے کہ انکا ایک خادم فوت ہو گیا ہے جو حلہ تمہارے پاس ہے ہمارے ہاتھ فروخت کر دو تاکہ ہم اسکا کفن بنا دیں میں نے کہا کہ میرے پاس کوئی حلہ نہیں ہے وہ چلے گئے اور پھر آکر کہنے لگے کہ ہمارے مولا نے تمہیں سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ تمہارے پاس حلہ ہے جو تمہارے لڑکے نے تمہیں فروخت کرنیکے لیئے دیا ہے اور فیروزہ خریدنے کو کہا ہے تو یہ اسکی قیمت ہے پھر میں نے وہ حلہ انھیں دیدیا اور اپنے دل میں کہا کہ ان سے چند مسئلے دریافت کرو دیکھوں کہ کیا جواب دیتے ہیں وہ مسئلے میں نے لکھ لیئے اور صبح کو دریافت کرنے کی نیت سے انکے دولت پر گیا لوگوں کا اژدحام تھا مجھی میسر ہوا کہ میں آپکی زیارت کر لیتا چہ جائیکہ مسائل دریافت کرنا متحیر کھڑا تھا کہ انکا ایک غلام میرا نام لکھ کر لے گیا اور تھوڑی دیر میں ایک رقعہ مجھے دیگیا اسمیں تحریر تھا کہ اے فلاں شخص تیرے سوالوں کے یہ جواب ہیں جب میں نے دیکھا تو فی الحقیقت میرے تمام مسائل کے

جواب تحدیث شہود ما ینبؤ ملا ۱۹ سے مولانا جلال الدین رومی نے مثنوی معنوی میں فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ ایک روز مع اپنے مریدوں کے جنگل میں گشت کر رہے تھے کہ ناگاہ آپ کو خوشبو آئی اور آپ پر آثار مستی نمودار ہوئے ایک مرید نے عرض کیا کہ اس وقت کیا حال ہے جو حضور کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل رہا ہے کبھی زرد کبھی سرخ کبھی سفید۔ فرمایا کہ مجھے اس طرف سے ایک یار کی بو پہنچ رہی ہے کہ اتنے سال کے بعد یہاں ایک دین کا بادشاہ پیدا ہوگا کہ آسمان پر اس کے خیمے ہوں گے مریدوں نے نام دریافت کیا فرمایا نام ان کا ابوالحسن ہوگا اور حلیہ و قد و رنگ اور تمام باتیں بیان فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ وہ میرے ہی سلسلہ میں مرید ہوگا اور میری تربت سے اس کو فیض ہوگا۔ مریدوں نے اس کی تاریخ لکھ لی چنانچہ ابوالحسن اسی تاریخ کو پیدا ہوئے اور جو اوصاف حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے بیان فرمائے سب ان میں موجود تھے۔ چنانچہ مثنوی شریف کے اشعار یہ ہیں ؎

آں شنیدی داستان بایزید / کہ ز حال بوالحسن از پیش دید
روزے آں سلطان تقوی می‌گذشت / با مریداں جانب صحرا و دشت
بوئے خوش آمد مر او را ناگہاں / در سواد رے ز سوئے خارقاں
ہم بدانجا نالۂ مشتاق کرد / بوئے را از باد استنشاق کرد
بوئے خوش را عاشقانہ می‌کشید / جان او از باد بادہ می‌چشید
چوں درو آثار مستی شد پدید / یک مرید او را ازاں دم بر رسید
پس بپرسیدش کہ ایں احوال خوش / کہ بروں است از حجاب پنج و شش
گاہ سرخ و گاہ زرد و گہ سفید / میشود رویت چہ حال است و نوید
گفت بوئے بو العجب آمد بمن / ہمچناں کز مر نبی را از یمن
کہ محمد گفت بر دست صبا / از یمن می‌آیدم بوئے خدا
از اویس و از قرن بوئے عجب / مر نبی را مست کرد و پر طرب
پیرہن در مصر رہن یک حریف / پر شدہ کنعاں ز بوئے آں قمیص
گفت زیں سو بوئے یاری میرسد / کاندریں دہ شہریاری میرسد
بعد چندیں سال مے زاید شہے / می‌زند بر آسماں از خرگہے
چیست نامش گفت نامش بوالحسن / حلیہ‌اش وا گفت ز ابرو و ذقن
قد او و رنگ او و شکل او / یک بیک وا گفت از گیسو و رو
کو حسن باشد مرید و امتم / درس گیرد ہر صباح از تربتم
رویش از گلزار حق گلگوں بود / او حسن او زہد تمام از نور بود
بر نوشتند آں زماں تاریخ را / از کباب آمد استماع آں شیخ را
چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست / زاں نزد بر آں شاہ پید او خاست
ہمچناں آمد کہ او فرمودہ بود / بوالحسن از مرداں زاد و شنود
ہر صباحے تیز رفتے بے فتور / بر سر گورش نشستے با حضور
تا مثال شیخ پیشش آمدے / تا کہ بے گفتے مشکلش حل شدے
تا یکے روزے بیامد با سعود / گورہا را برف نو پوشیدہ بود
تو بتو بر تو ابر ہمچوں علم / تو بتو بر جانش لفی غم
بانگ آمد از حظیرۂ شیخ حی / ہا انا ادعوک کی تسعیٰ الی
حال دیداں ... / آں بوالحسن کو بر ایشاں شنید
روح محفوظ است ... / ازیں محفوظ است محفوظ فنا
نے بزعم استالہ بستاں ... / واللہ اعلم بالصواب

اب جناب کو پوچھنا کہ حضرت مصطفے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے قدم کے کیسے وسیع میں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالی

علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور قیامت میں اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے فرمایا آثار وضو سے انکو ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہونگے اگر حضرت غیب داں ہوتے تو کیوں یہ فرماتے جواب یہ شبہ بھی محض لچر ہے اور مخالفین کو ایسے شبہے کرنے شرعاً جائز نہیں کیونکہ یہ حضرت اپنی باتوں سے اس مسئلہ علم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں رات دن بکتے رہتے ہیں کہ حوض کوثر پر کچھ لوگ وارد ہونگے حضور انہیں اپنے صحابی کہہ کر پکاریں گے اور بلوینگے تب حضرت سے عرض کیا جائیگا کہ یہ آپکے بعد مرتد ہو گئے آپکو ان کا حال معلوم نہیں چنانچہ اس کا جواب بھی اوپر گذر چکا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جو آپنے یہ بات کہی کہ حضور اپنی امت کو آثار وضو سے پہچانینگے تو ان مرتدوں کے بھی ہاتھ پاؤں اور پیشانی چمکتی اور روشن ہوگی جو حضور یہ فرمائینگے کہ یہ میرے صحابی ہیں اور اگر یہ چمکتی ہوئی تو کیسے بلائینگے جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حضور کو وہاں آثار وضو معرفت کا ذریعہ ہے موجود ہے نادم ہو اس موقع پر حضور کو بیان فضیلت وضو منظور تھا اس واسطے یہ فرمایا کہ ہماری امت کو اور خاص کرم الٰہی یہ کہ اس سے ممتاز ہوگی۔ آپ یہ سمجھے کہ حضور کی معرفت اس پر موقوف ہو آفریں ہے آپ کی سمجھ پر آپ کو ابھی یہ خبر نہیں کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز پارہ الم ص ۲۲ میں فرماتے ہیں ا۔ و دیلمی از ابو رافع روایت میکند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودند مثلت لی امتی فی الماء والطین یعنی تصویرات امت من در آب و گل ساختہ من نمودند یعنی دیلمی نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میری امت کی تصویر پانی اور مٹی میں بنا کر دکھائی گئی میں کہتا ہوں کہ حدیث اور مختلف الفاظ سے بھی حدیث کی کتابوں میں مروی ہے اور یکساں اسی میں معرفت جسمانی بھی آیا ہے یعنی میں نے ان کے جسم کو پہچان لیا اب کیا جائے شبہ ہے شبہ درود و سلام حضور پر بواسطہ فرشتوں کے پیش ہوتا ہے کہ اگر حضرت غیب داں ہوتے تو بواسطہ فرشتوں کے پیش کرنیکی کیا ضرورت تھی جواب کیا خوب یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عدم علم کی دلیل ہے یا رفعت شان کی مگر یہ آپ کیوں سمجھنے لگے سنئے کہ بواسطہ فرشتوں کے پیش کرنا حضور کی رفعت شان ظاہر کرتا ہے اگر یہی ذہن رسا ہو تو کیا عجب ہے کہ جو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ پر بھی اعتراض کر ڈالے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کا محتاج ہے اور احوال خلق بھی فرشتے ہی پیش کرتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہو تو اگر یہی ذہانت ہے تو یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر عالم ہوتا تو فرشتے کیوں عمل پہنچاتے۔ حضرت ایسے واہی شبہات سے توبہ کیجئے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ بیشک عالم ہے مگر یہ امور انتظام و حکمت پر مبنی ہیں اگر کوئی شبہ پیدا ہوا کرے تو علما کی خدمت میں عرض کرکے صاف کر لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے قصور علم کا اعتراف کرکے اس کو اپنی نادانی سمجھ کر خاموش رہو مولویانہ اعتراض کر کے زبان درازی سے بچنا نے سے کیا نہیں سرکار ہو اب ان نہ اللہ اور بے غبار

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ۔ تمت بالخیر

حوض کوثر پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب

درود وسلام پیش کئے جانے پر وہابیہ کا اعتراض اور اس کا جواب

فہرست مضامین کتاب مستطاب الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

کا رسالہ النظامیہ فرنگی محل لکھنؤ بابت جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع شدہ خط جو رسالہ الامداد تھانہ بھون بابت صفر ۱۳۳۶ھ میں اولاً
چھپ چکا ہے ذیل میں اسلئے درج کیا جاتا ہے کہ ناظرین کرام مولوی صاحب تھانوی کے کمالات کا اندازہ جوانی کے شائع کردہ مضمون سے کریں

الخطوب المذیبہ للقلوب المنیبہ

برادرم عزیزم سلمہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ آں عزیز کے استفساری خط کی رسید اور تعجیل جواب نہ ہو سکنے کا عذر خط کے آنیکے ساتھ ہی جسکو آئے ہوئے تقریباً پچیس روز ہوگئے ہونگے ایک کارڈ پر لکھ چکا ہوں گو مجھکو بفضلہ تعالیٰ بخار سے نجات ہوگئی ہے لیکن ضعف و نقاہت سے کسی معمولی سے معمولی کام کی بھی ہمت نہیں ہوتی مگر ساتھ ہی آں عزیز کے تقاضے کے تصور سے اضطراب اور خود اس جواب کا بھی غایت درجہ بنا بر مقتضائے طبیعت کہ متضمن ہے، یہ دونوں امر متقاضی ہیں کہ بنام خدا جواب شروع تو کر ہی دوں تمام تعب الیہ ہے اسلئے اختصار کے ساتھ مگر قدرے ضروری تفصیل کے ساتھ جواب خط لکھتا ہوں آں عزیز نے لکھا ہے کہ اتنا معلوم ہوا کہ جس سے تعلق ہے بھائی صاحب کی حالت میں بہت تغیر ہوگیا ہے اور آپکو بھی کچھ باعث مسرت ہے عزیز من یہ دونوں امر صحیح ہیں اس تفصیل کی تو حاجت نہیں کہ کیا تغیر ہوا اور اس تغیر کے سبب کیا ہوئے کیونکہ اول تو اسکی حقیقت معلوم ہونا مشاہدہ پر موقوف ہے دوسرے کل شخص ایسے ہونگے جنہوں نے اسکے آثار کا مشاہدہ کیا ہو اسلئے یہ تفصیل بیکار ہے البتہ نتیجہ خیز بات اس تغیر کے اسباب کی تحقیق ہے جسکی تقریر سے خود نتیجہ تک ذہن پہونچ جاویگا اور ممکن ہے کہ اخیر میں اسکی کچھ تصریح بھی کر دی جاوے سو ان اسباب کا مجموعہ راجع ہے دو امر کیطرف ایک حد سے زیادہ جہالت ناقصات کا خواہ جہل علمی یعنی ناواقفی شرائع خواہ جہل عملی جسکو ہمارے محاورہ میں جہالت کہتے ہیں جسکے شعبوں میں سے زیادہ تر بدگمانی و بدزبانی و کبر و حسد حب دنیا و نسیان آخرت کو ہے دوسرا حد سے زیادہ محبت اپنے بیوی کی شوہروں سے اور ان کا طعن تو منکوحۂ اولی سے زیادہ جو کہ مثل معاملہ ہے دوسری عورتوں میں معلوم ہوا چنانچہ ایسے موقع پر جو اقوال ان جہلا کے سننے میں آئے وہ انکی بڑی دلیل ہیں نمبر ۱۔ ہائے بادشاہی چھن گئی نمبر ۲۔ ہائے ایسا ظلم نمبر ۳۔ بس جی مولویوں کا بھی اعتبار نہ رہا نمبر ۴۔ بھلا بدوں اجازت منکوحہ اولی کے یہ دوسرا نکاح جائز کب ہو سکتا ہے نمبر ۵۔ بھلا اگر عورت بھی دوسرے مرد کو ڈھونڈھے تو مرد پر کیسی گذرے نمبر ۶۔ ہائے بیبی بیبی کہا کرتے تھے جورو بنا کر بیٹھ گئے نمبر ۷۔ بیبی کیا لونڈی کی جگہ بھی نہیں نمبر ۸۔ ارے بھائی سمجھا تو شاید یہ تو اسکو بیٹیا بنایا بھی تھا بیٹے کی بیوی کو بیٹھے بیٹھے یہ غضب نمبر ۹۔ بس جی ایسی عورت کا کیا اعتبار اسکا تو اگر ماتم بھی منہ دیکھا کیا اسکو بھی کچھ شرم نہ آئی نمبر ۱۰۔ گو اور پڑھاؤ لڑکیوں کو۔ ہائے استاد ہو کر شاگردی کی

کر بیٹھے نمبر۱۱- اور مرید نی بھی لوگئی پیریں اور باپ میں کیا فرق ہوتا ہے نمبر۱۲- اجی معلوم ہوتا ہے ان میں پہلے سے ساز باز ہوگا نمبر۱۳- بس جی اب تو سب مرید ایسا ہی کرینگے نمبر۱۴- اجی لڑکی نے بھی ظلم ہی کر دیا جو کرنا ہی تھا اور دس سے بھلا جسکے پاس بچپن میں ہی لکھا پڑھا اسکی چھاتی پر مونگ دلنا تھا نمبر۱۵- خدا کرے ان کو آرام ہی نصیب ہو نمبر۱۶- اجی ایسی بے حیا ہے تو ستر کرے گی ستر جو بچی نمبر۱۷- بس اب یہ بیچاری غریب کا حصہ رزق میں بھی بانٹ لے گی نمبر۱۸- اگر اتفاق سے کوئی حادثہ پیش آ گیا مثلاً معاش کی کمی یا بیماری تو یہ رائے قائم کی جاتی ہے کہ اس کا ایسا نحوست آیا تھا کہ رزق اڑ گیا صحت اڑ گئی ونحو ذلک من الخرافات جن میں بعض اقوال تو صاف شریعت کا رد اور کفر کے قریب ہیں اس واقعہ میں معلوم ہو گیا کہ بڑی بڑی لکھی پڑھی تسبیح نفلوں کی پابند مگر تمام تر ان کا علم ثابت ہوا نہ یہ تمیز تھی کہ ہم منہ سے کیا کہتے ہیں آیا اس میں کفر ہو جاویگا یا گناہ ہو جاویگا نہ یہ ہوش کہ آخر نتیجہ ان خرافات کا کیا ہے اپنے نزدیک تو صاحب معاملہ کے ساتھ ہمدردی کیجاتی ہے مگر یہ سلیقہ نہیں کہ اس سے تو اور رنج و غم کو اشتعال ہوتا ہے ایسے وقت میں سخت ضرورت تسلی دینے کی ہوتی ہے جس کا طریقہ عام عقلاء کے نزدیک تو صبر دلانا ہے اور جو شبہات آئندہ کے متعلق صاحب معاملہ کو واقع ہوں مثلاً یہ کہ میرے ساتھ التفات نہ رہیگا میرے حقوق ضائع کر دئے جاویں گے جدیدہ کی چغلیوں سے مجھکو تکلیف دیجاوے گی ان شبہات کو خوبصورتی سے رفع کرنا اور میرے نزدیک ایسے موقع پر تسلی کا طریقہ یہ ہے کہ اسکو مصیبت ہی تسلیم نہ کیا جاوے کہ جسکی ترغیب دیجاوے بلکہ اسکا نعمت و مصلحت ہونا ثابت کیا جاوے اور شکر کی ترغیب دیجاوے اور یہ جو میں نے کہا کہ ایسے موقع پر تسلی کا طریقہ یہ ہے مراد ایسے موقع سے وہ موقع ہے جہاں اسکا ظاہر نعمت ہونا بھی ثابت کر سکے جیسے بفضلہ تعالیٰ اس نا کارہ کی حالت ہے وہ یہ ہے کہ میں نے قدیمہ کی دلجوئی بہت بیشی کر دی گو میں نے کوئی گناہ کا یا عیب کا کام نہ کیا تھا لیکن ان کے عین دوران شکایت میں ان سے تجاوز عن التہذیب کو غلبہ حال پر محمول کر کے ان کو معذور قرار دیا اور اسی طرح سکون و سکوت و ضبط سے کام لیا جیسے کوئی معیب کر کے خجل و شرمندہ ہوتا ہے اور تمام ترجوش و خروش کا جواب ان الفاظ سے دیا کہ خیر میں نے سب دل سے معاف کیا اللہ تعالیٰ تمہاری صلاح فرمائے میں ان کی توجہ بوجہ کبر سن و کثرت مشاغل خدمت خلائق ان سے بالکل بے فکر ہو گیا تھا بعض اوقات دن دن بھر گھر جانے کی نوبت نہ آتی تھی عشاء کی نماز پڑھکر فوراً سو رہتا تھا بات کی بھی فرصت نہ ملتی تھی مگر اب ان کی دلجوئی کا خاص اہتمام شروع کر دیا ذرا ذرا بات میں ان کی رعایت ملحوظ کرنے لگا چونکہ مزاج میرا فطرۃً تیز ہے اور عورتوں میں کج ہی لازم۔ تب کسی میں کم کسی میں زیادہ اکثر جب کوئی ایسا موقع پیش آ جاتا میں تحمل نہ کرتا تھا۔

قولاً بھی تیز الفاظ کہتا تھا اور عملاً بھی بعض وقات کھانا چھوڑ کر گھر سے مدرسہ میں چلا آتا تھا ایسا اتفاق بکثرت ہوتا تھا جب سے یہ واقعہ ہوا اس برتاؤ کا نام و نشان نہیں رہا اُدھر سے کتنی ہی کجی ہوئی ادھر سے بہت زیادہ نرمی و راستی برتی گئی خلاصہ یہ کہ اس قدر نرم برتاؤ اختیار کیا گیا کہ بعض لوگ تو مجھکو بے غیرت کہنے لگے بعضے بیوی سے ڈرنیوالا دبنے والا کہنے لگے بعض نے یہ رائے قائم کی کہ یہ نرمی ہی سبب ہے دوسری جانب کی دلیری کا انتہا یہ تو ہوا کہ جب کبھی شریعت پر اعتراض کا اثر پہونچنے لگا گو صاحب اعتراض کو انکا احساس نہیں ہوا یا یہ کہ بیہودگی کو زیادہ استداد ہونے لگا اول تو نرمی سے فہمایش کر دی اگر پھر اصرار ہوا تو دوبارہ فہمایش میں قدرے آواز بلند ہو گئی مگر اس میں بھی الفاظ خشن اور تیز سے زبان کو نہایت تکلف کے ساتھ روکا غرض یہ خلاصہ تھا دوسرے میری حالت کا تو اس میں غور کر کے ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ میرا برتاؤ پہلے سے زیادہ اچھا ہو گیا اور سبب اسکا وہی دلشکنی کے احتمال پر دلجوئی اور اس دلجوئی کا سبب بھی واقعہ جدیدہ تو اس صورت میں کیا شک رہا کہ اس واقعہ کا قدیمہ کے حق میں نعمت ہونا بھی نہایت آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہے پس طریق تسلی کا یہ تھا اور اگر یہاں تک ذہن نہ پہونچتا تو خیر صبری کی تعلیم کیجاتی اگر دو چار عاقل عورتیں بھی اس طرف توجہ کرتیں تو ان کے رنج و غم کی یہاں تک نوبت نہ پہونچتی مگر جو آئی ان کے خیالات کی جنہیں اکثر بلکہ کل کے کل لغو اور بے بنیاد تھے تصدیق ہی کرتی آئی کسی نے تکذیب نہیں کی الا ماشاء اللہ اور تصدیق بھی صرف خوشامد میں اور اس مصلحت کہ یوں نہ کہیں کہ فلانی کو میرے ساتھ ہمدردی نہیں بس اس تصدیق سے ان کے اوہام اور خیالات اور پکے ہو گئے اور وہ مثال ہو گئی جیسے کسی میانجی کو اس کے مکتب کے لڑکوں نے باہم متفق ہو کر بیمار ڈالدیا تھا کہ جو آتا ہی خیر ہے چہرہ اوداس کیوں ہے آخر بیچارا بیمار پڑ گیا میں نے اس دلجوئی کے علاوہ اصلاح باطن کے طریقوں سے اس قدر کام لیا کہ شاید میں نے پچیس برس کی مدت میں کسی کیلئے نہ لیا ہو گا ان میں بعضے طریقے منقول تھے اور بعضے بزرگوں کے کلام سے مستنبط کئے ہوئے اور ایسے لطیف لطیف کہ اگر کوئی ان کی قدر کرتا تو ضبط کر لیتے ایک بے نظیر رسالہ سلوک کا بنتا اور عمل کرنے سے انسان کامل بنجاتا مگر تجربہ سے معلوم ہوا اور پہلے سے بھی معلوم تھا مگر اب اور زیادہ معلوم ہو گیا کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے اسکی اصلاح کوئی مخلوق نہیں کر سکتا حتی کہ شیخ بھی دوسرے یہ تجربہ سے معلوم ہوا کہ اصلاح کیلئے مصلح کے ساتھ اعتقاد اور عظمت کا ہونا شرط ہے اور شوہر کے ساتھ یہ دونوں امر ضعیف ہیں بہرحال میں نے تھک کر حق تعالٰے سے التجا و دعا شروع کی ہے اور حضرت ذکریا علیہ السلام کے قول کے موافق ولم اکن بدعائک رب شقیا

امید قبول رکھتا ہوں اور غالباً پہلے کی نسبت سکوت و سکون دونوں کی رفتار ترقی پر ہے اور جس مرض میں روز آئندہ انحطاط ہو امید قوی وہاں صحت ہی کی ہوتی ہے یہ تو خلاصہ تھا ان کے غم اور رہائی غم میں ان کے ساتھ میرے معاملہ کا آنعزیز کے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کچھ بھی کچھ باعث مسرت نہوا ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں کیا مسرت ہو سکتی جبکہ اسباب مسرت پر اسباب کلفت بلکہ غالب ہوں مگر یہ نفی مسرت کی جو میں نے تسلیم کر لی یہ ظاہری مسرت کے اعتبار سے ہے ورنہ باطناً تو اگر اللہ تعالٰے معرفت نصیب کرے یہ کلفت بھی مسرت ہی ہے کیونکہ مسرت کے جو منافع ہیں اس کلفت میں اُس سے کم نہیں بلکہ بہت کچھ زیادہ حاصل ہیں گو اس زیادت پر نظر کر کے نہ اس کلفت کی تمنا کرے اور نہ اس کے رفع کی دعا کو ترک کرے حق تعالٰے سے برابر عافیت مانگتا رہے لیکن جب تک عافیت ظاہری نہو اس میں مصلحتیں و حکمتیں سمجھ کر دل سے راضی اور ثواب کا متوقع رہے چنانچہ الحمد للہ اس پر کچھ عمل ہے جس سے زخم پر مرہم رکھا جا رہا ہے ورنہ ع بلا بودے اگر ایں ہم نبودے + یہاں میں نے اسباب تغیر میں ایک امر محل بتلایا تعلق دوسرا امر محبت بی بی کو شوہر کے ساتھ سو یہ جواب ہے اس کو ترتیب میں مقدم لکھنا چاہیئے تھا مگر خیر امر اول کا ذکر بھی دور نہیں ہوا گویا یہ دوسرا امر اول کے ساتھ ہی مذکور ہے اس امر ثانی کی حقیقت اس طرح ہے کہ چونکہ بی بی کو شوہر سے خصوص ہندوستان میں یہاں کی آب و ہوا کی خاصیت سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور خاصہ محبت کا یہ ہے ؎

باسایہ ترا نمی پسندم عشق است و ہزار بدگمانی

بس اس سے یہ شرکت کہ اس کے شوہر میں دوسری آکر حصہ دار ہو جاوے سخت ناگوار ہوتی ہے اور گو یہ شرکت [illegible] کو بھی کسی قدر ناگوار ضرور ہے لیکن پھر دونوں میں یہ فرق ضرور ہے کہ دوسری تو اول ہی سے شرکت کو گوارا کر کے آتی ہے اور پہلی مدتوں انفراد و اختصاص کی حالت میں رہ چکی ہے اسکو خلاف ارادہ و خلاف توقع و خلاف رضا یہ شرکت پیش آ جاتی ہے اسلئے اسکو زیادہ صدمہ ہوتا ہے اور اسکا خلاف ارادہ و خلاف رضا ہونا تو ظاہر رہا خلاف توقع اسلئے کہ ہندوستان میں اسکا رواج بہت کم ہے گویا کہ یہی [illegible] رسم کو جذبات میں بہت دخل ہوتا ہے اور بہت تک دخل ہوتا ہے کہ جو امر خلاف ارادہ و خلاف رضا بھی نہو مگر خلاف رسم ہو تو بیچے جب خلاف ارادہ اور خلاف رضا نہو نیکا بھی اثر نہیں ہوتا چنانچہ بعض جگہ بنا گزیر

نعیمی کتب خانہ

نعیمی کتب خانہ

۵ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اُردو بازار، لاہور۔

فون: 042-37248927